بسم اللہ الرحمن الرحیم

هو الذي انزل عليك الكتاب منه آيات محكمات

آل عمران : ٧

دروس القرآن الحکیم

شیخ الاسلام محقق العصر حضرت علامہ شمس الحق افغانی رحمہ اللہ

مرتبہ عبد الغنی عفا عنہ

جلد پنجم

مکتبہ شمس الحق افغانی
شاہی بازار ، بہاولپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

هو الذي انزل عليك الكتاب منه آيات محكمات

آل عمران : ۷

دروس القرآن الحکیم

شیخ الاسلام محقق العصر حضرت علامہ سید شمس الحق افغانی

مرتبہ

عبد الغنی عفا اللہ عنہ

جلدِ پنجم

مکتبہ شمس الحق افغانیؒ

شاہی بازار ، بہاولپور

نام کتاب ------------------ دروس القرآن الحکیم جلد پنجم

افادات ------------- حضرت علامہ سید شمس الحق افغانیؒ

ناشر ----------- مکتبہ سید شمس الحق افغانیؒ شاہی بازار بہاول پور

مطبع -----------

قیمت -----------

عرض حال

قارئین کرام! اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے (دروس القرآن الحکیم) جلد پنجم شائع ہو چکی ہے جو اس وقت آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اس میں بھی جلد چہارم کی طرح ۳۲ دروس شامل ہیں۔ جن میں نماز، اخلاق، انفاق فی سبیل اللہ، قانون اسلام برائے غرباء اور حکمت شہادت حسینؓ پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے وغیرہ۔

خود بھی مطالعہ فرماویں اور اپنے احباب کو بھی مطالعہ کی ترغیب دیں۔ نیز دعا فرماویں کہ اللہ رب العزۃ اسے حضرت افغانیؒ، میرے اساتذہ کرامؒ اور میرے والدینؒ اور معاونین حضرات کے لئے صدقہ جاریہ فرماویں۔ امین۔

بندہ: عبدالغنی عفا اللہ عنہ

درس نمبر ۱
۱۹۶۶-۱-۲

نماز و صلاحیتِ اخلاق

ویقیمون الصلوۃ۔ نماز اور اخلاق کی صلاحیت یعنی اخلاقیات نماز۔ اسلام میں اخلاق کا بہت بلند مقام ہے۔ حدیث شریف اکمل المومنین ایماناً احسن اخلاقاً کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں میں ایمان ان کا کامل ہے جن کا اخلاق عمدہ ہو۔ گویا ایمان اخلاق کے ترازو سے تولا جاتا ہے۔ ترغیب و ترھیب میں امام منذری رحمتہ اللہ علیہ نے الایمان والاخلاق لا یختلفان کہ ایمان اور اخلاق آپس میں پیوست ہیں جدا نہیں ہوتے۔ نماز میں اصلاح اخلاق کا کیا سبق ملتا ہے۔ اخلاق کے لحاظ سے بنیادی اخلاق چند ہیں۔ (1) الحیاء والادب۔ (2) خاکساری و تواضع۔ (3) مساوات چاہے صدر مملکت ہو یا چپڑاسی ہو مساوات ہو مومن کے اعتبار سے۔ (4) ضبط النفس۔ (5) تکمیل محبت الٰہی۔ یہ پانچ جس کو حاصل ہوں وہ بااخلاق ہے ورنہ بے اخلاق ہے۔ اللہ نے ہمیں پانچ وقت نماز کا حکم دیا ہے اس میں صرف انسان کا فائدہ ہے نہ کہ اللہ تعالی کا۔ حیاء اور

ادب۔ حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حیاء انسان کی مخصوص صفت ہے۔ جانوروں کو حیاء نہیں۔ مثلاً میاں بیوی کا تعلق ایک جائز کام ہے مگر لوگوں کے سامنے نہیں کرتے۔ کیونکہ ان میں حیاء ہے مگر حیوانات اس حیاء سے محروم ہیں۔ اگر انسان باحیاء نہ بنے تو اس جیسا بد اور کوئی نہیں۔ کیونکہ انسان کو یہ صفت حیاء عطا کی گئی اگر وہ اس کا استعمال نہ کرے تو یقینی بات ہے کہ وہ شرف انسانی سے گر گیا اور حیوانات سے بدتر ہو گیا آج کل کی تہذیب حقیقت میں بے حیائی ہے۔ حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ اور ابو علی رحمتہ اللہ علیہ ابن مسکویانے فرمایا کہ حیاء روح، قلب یا ذہن کی اس صفت کا نام ہے جو انسان کو شرعی یا عرفی اعتبار سے روکے۔ مایذمّ شرعاً اور عرفاً مثلاً راستے میں چلتے کھانا یہ عرفی ممنوع ہے۔ یا واجب الاحترام ہستی سے بیباکی کرنا۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ ایک بار اپنے ڈیرہ پر بیٹھے ہوئے تھے کہ کوچہ میں چند بچے گیند کھیل رہے تھے گیند لڑھکتے ہوئے حضرت امام صاحب کے قریب پہنچ گیا تو بچے کھڑے ہو گئے کہ گیند کیسے اٹھائی جائے ایک دوسرے کو کہنے لگے کہ کیا کریں کیونکہ امام صاحب بیٹھے ہیں یہ تھے پرانے زمانے کے بچے ان میں سے ایک بچے نے جرات کی آہستہ سے آیا اور گیند اٹھا لایا امام صاحب نے دیکھا منہ سے نکلا کہ اس کی پیدائش میں شبہ ہے تو تحقیق کی گئی اس کے والد نے

اعتراف کیا کہ امام صاحب نے درست فرمایا ہے جس رات اس کا نطفہ رحم مادر میں قرار پایا اس رات میری غذا میں حرام شامل تھا اس کے کھانے سے پشیمانی رہی۔ یہ تھا پہلے زمانہ کا ایمان کہ پشیمانی تو رہی۔ والد نے کہا میری ساری اولاد سے اس میں گستاخی ہے اور باقی اولاد باحیاء ہے حیاء اور ایمان ایک دوسرے کے لازم و ملزوم ہیں۔ بہر حال حیاء پر کافی نظر ڈالی جا چکی مزید ضرورت نہیں۔ اب آپ یہ دیکھیں کہ نماز میں کس قدر حیاء ہے جب آدمی نے حیاء نماز ہی سے سیکھا تو اسے اپنی پوری زندگی کا جزو بنا لے۔ کہ واجب الحیاء ہستیوں کے ساتھ کیسا حیاء ہو۔ دیکھو نماز میں کپڑے پاک، جگہ پاک، پھر پورے ادب سے دست بستہ کھڑا ہو جاتا ہے۔ ننگے سر نماز علماء نے مکروہ قرار دی ہے اور بعض نے فاسد قرار دی ہے۔ فاسد یہ کہ خالص گناہ بن جائے۔ مثلاً بکرا کے گوشت کے بجائے خنزیر کا گوشت پکا لے دوسری صورت یہ کہ پکایا بکرے کا مگر باسی ہونے کی وجہ سے بد بو ہو جائے۔ تو ننگے سر میں ادب کے خلاف ہے۔ نمازی کیلئے ادب کے تین مرکز ہیں۔

(1) دل۔ (2) آنکھ۔ (3) ہاتھ پاؤں۔ ان تین میں ادب ہو تو وہ ادب والی نماز ہے اور مقبول ہوگی۔ اور قیمتی ہوگی۔ دل کا ادب یہ کہ نماز کے شروع سے ہی دنیوی خیال نہ آئے تو ایسی صورت میں کہا جائے گا کہ دل نے ادب کیا اگر دل میں بے اختیار

خیال آجائے تو وہ معاف ہے مگر بااختیار منع ہے اور تصورات اور خیالات سے سواء نماز کی قیمت کھونے کے اور کوئی فائدہ نہیں۔ حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک آدمی نے عرض کی کہ کچھ رقم کہیں رکھی ہے پتہ نہیں کہاں رکھی ہے۔ امام صاحب نے فرمایا دو رکعت نماز نفل نہایت خشوع و خضوع سے پڑھو پھر میرے پاس آنا۔ بس نماز شروع اور شیطان نے آکر صحیح جگہ بتلادی اور رقم اٹھالی امام صاحب نے فرمایا شیطان خبیث چونکہ انسان کا دشمن ہے تو انسان کو بہت قیمتی چیز سے روکتا ہے۔ چونکہ دو رکعت کے اجر کی قیمت تیری رقم سے کئی درجہ زیادہ تھی تو اس نے نماز کے خشوع میں خلل ڈال کر وہ کم قیمت بتلادی اور نماز کی قیمت سے محروم کرادیا۔ قرآن میں کہ یوشع ابن نون نے دیکھا کہ مچھلی کا پوزا سفر اس لئے ہوا کہ مچھلی جہاں زندہ ہو وہاں حضرت خضر علیہ السلام ملیں گے۔ دیکھو موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ پہلے چلتے تھے تھکان نہ تھی اب تھکان ہے وما انسانیہ الا الشیطن دیکھو حضرت یوشع علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے شیطان نے بھلایا۔ وانا ینسینک الشیطن۔ تو شیطان نے نماز میں شک ڈالکر رقم والی ہنڈیا کا علم تو بتلادیا مگر قیمتی نماز بگاڑ ڈالی اس سے صاف معلوم ہوگیا کہ شیطان کا خلل ہے مؤطا امام مالک رحمتہ اللہ علیہ میں ایک انصاری کا واقعہ ہے۔ کہ ایک انصاری کھجور کے گھنے باغ میں نماز پڑھ رہا تھا

درمیان میں ایک پرندہ آیا وہ اڑ رہا تھا کہ نکل جاؤں مگر باغ گنجان ہونے کی وجہ سے باہر نہ نکل سکا اور پھڑ پھڑ کرنے لگا تو انصاری صحابیؓ کی توجہ پرندہ کی طرف لگ گئی فوراً حضرت عثمان غنیؓ کے پاس آئے تو کہا کہ یہ معاملہ ہو گیا ہے تو میں یہ باغ اس اللہ کی راہ میں دیتا ہوں جس کی نماز میں حرج آیا ہے تو وہ باغ پچاس ہزار روپے میں بیچا گیا۔ تو نماز حیاء کی مکمل تصویر ہے۔ دل کا حیاء یہ کہ تصورات نہ کرے۔ آنکھ کا ادب کہ اِدھر اُدھر نہ دیکھے فقہاء نے لکھا ہے کہ قیام میں نگاہ سجدہ کی جگہ پر اور رکوع میں قدم پر۔ سجدہ میں ناک پر اور قعدہ کی صورت میں صدر پر یعنی سینہ پر۔ اعضاء کا ادب یہ کہ بلا ضرورت ہاتھ وغیرہ سے نہ کھیلے یہ اخلاق کی پہلی بنیادی چیز تھی۔ (2) چیز تواضع، حدیث پاک من تواضع للہ فقد رفعہ اللہ۔ جو اللہ کیلئے تواضع کرے اللہ اسے اونچا کرے۔ تکبر سے پستی اور تواضع سے بلندی نصیب ہوتی ہے دنیا میں تمام انبیاء علیہم السلام متواضع تھے۔ اولیا کرام و علماء کرام ربانیین متواضع تھے صدیاں ہو گئیں کہ فوت ہو گئے مگر ہمارے دل میں ان کی بلندی انکی عظمت اب تک ہے۔ انہوں نے تواضع کی اور اللہ تعالی نے انہیں بلند کیا بڑے بڑے متکبر بادشاہ ہو گذرے ہیں کیا آج ان کا کوئی مقام ہے اسی طرح اغنیاء دولتمند کروڑوں پتی سیٹھ گذرے ہیں تو عموماً رقم کی وجہ سے تواضع کم ہو جاتی ہے۔ کیا آج دنیا کے سیٹھ کی دنیا عظمت

کرتی ہے؟ مگر وہ حضرات جن کے پاس ایک وقت کا کھانا نہ تھا دنیا ان کے گیت گاتی ہے۔ یہ ہے من تواضع للہ فقد رفعہ اللہ۔ مولانا جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ مثنوی میں فرماتے ہیں کہ دنیا میں زمین کا ایک حصہ بلند ہے اور ایک پست تو بارش جو اللہ کی رحمت ہے اس کا پانی پست حصہ میں جاتا ہے اسی طرح روحانی فیوضات یہ بھی تواضع پر ہیں۔ (3) تیسری چیز مساوات نماز باجماعت میں جب چپڑاسی اور گورنر ایک ساتھ کھڑے ہونگے تو کیا مساوات اور ایثار پیدا نہ ہو گا۔ نماز میں یہ دونوں موجود ہیں مگر آج عیسائیوں کی پارلیمینٹ میں ایک دارالامراء ہے اور ایک دارالعوام اوراسی طرح گرجوں میں کہ امراء اور غرباء کے گرجے الگ الگ ہیں۔ لیکن بحمد اللہ علماء کی برکت سے یہ فرق ہمارے ہاں نہیں۔ حضرت مولانا مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ جو مناظر عیسائی مشہور ہیں۔ روم کے بادشاہ نے مناظرہ کیلئے بلوایا تھا تواس نے شکست کھائی۔ مولانا نے ایک عیسائی سے پوچھا کہ خنزیر تو ہم دونوں کے نزدیک حرام ہے لیکن کیا وجہ کہ آپ کھاتے ہیں کہا کہ ہمارے ہاں پادری کھاتے ہیں اس لئے ہم بھی کھاتے ہیں اور آپ کے ہاں مولوی نہیں کھاتا تو نماز میں مساوات اور ایثار ابھی تک موجود ہے۔ کیونکہ علماء نے ابھی تک یہ فرق نہیں رکھا کہ مسجد میں فلاں جگہ امیر کی ہے۔ اور فلاں جگہ غریب کی ہے۔ غلام محمد گورنر جنرل تھے ایبٹ آباد گئے عید آ

گئی مولوی محمد اسحاق خطیب تھے عید میں گرمی تھی تو پولیس نے ایک جائے نماز اور اوپر ایک چھتری لاکر رکھدی ابھی گورنر نہ آئے تھے پولیس موجود تھی تو مولوی صاحب آئے تو معلوم ہو گیا کہ یہ جگہ گورنر کی ہے تو مولوی صاحب نے ایک غریب آدمی کو اس جگہ بٹھا دیا تو اتنے میں گورنر آ گئے وہ مٹی پر بیٹھ گئے۔ تو مولوی صاحب نے خطبہ میں کہا کہ میں نہایت افسوس سے کہتا ہوں کہ ہم لوگ جب مر جائیں گے تو اسلام مٹ جائے گا۔ اسلام میں مساوات ہے اور گورنر ہاؤس اور مسجد میں فرق ہے مسجد میں جو پہلے پہنچے گا وہ بیٹھے گا۔ نماز کے بعد گورنر چلے گئے ایک آدمی کو بھیجا کہ مولوی صاحب کو بلالاؤ پہلے تو اور باتیں کرتا رہا اور پھر کہا کہ مولوی صاحب آپ تو تیز مزاج آدمی ہیں مجھے کہا کہ آپ نے یہ غلطی کی ہے میں نے کہا میں نے غلطی نہیں کی۔ تو ایک لفافہ میں دو سو روپیہ دیا ایک ملازم کے ہاتھ تو میں نے کہا کہ یہ تو حقیقت میں ہے ہی ہم مولویوں کا آپ تو حرام کھاتے ہیں اور ساتھ ہی لفافے پر لکھ دیا آئندہ حرکت کی تو اور زیادہ رگڑوں گا اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ پانچ منٹ دیر سے پہنچے تو امام صاحب نے جمعہ کی نماز مؤخر کر دی تو بادشاہ نے فرمایا کہ اگر غریب آدمی دیر سے آتا تو یہ رعایت اس کے ساتھ بھی کرتے امام نے کہا نہیں تو اسے معزول کر دیا۔ امیر حبیب اللہ خان پشاور آیا حکم دیا کہ معبد خان کی مسجد میں نماز پڑھونگا

اتفاق سے دیر ہو گئی۔ اور نماز کو تاخیر دیگئی تو پوچھا کہ دیر کیوں کی گئی ہے معلوم ہوا مؤذن نے تو کہا وقت ہو گیا ہے مگر امام صاحب نے آپ کے لئے تاخیر کی تو امیر حبیب اللہ نے اس مؤذن کو ایک ہزار روپیہ دیا حالانکہ یہ رقم وہ امام صاحب کو دیتے۔ اس کے بعد۔ (4) چوتھی چیز ضبط النفس ہے۔ آپ دیکھیں اگر نفس پر کنٹرول ہے تو آدمی نیک ہے ورنہ بارگاہ الٰہی میں مردود ہے معلوم ہو گیا کہ خواہشات کے سلسلہ میں نفس کو دخل ہے۔ قرآن میں بنی اسرائیل کے متعلق فخلف من بعد ھم خلف اضاعوالصلوۃ واتبعوا الشھوات فسوف یلقون غیاً۔ جو نمازی ہو گا وہ خواہشات سے کم لپٹے گا اور جو بے نمازی ہو گا وہ خواہشات میں زیادہ لپٹا ہوا ہو گا۔ تو دل، آنکھ، ہاتھ پاؤں پر ضبط ہو کہ سواء رضا خدا کے نہ صرف ہوں تو نماز کی قیمت ہے ورنہ نماز بے قیمت ہے۔

(5) تکمیل محبت الٰہی۔ نماز میں محبت الٰہی کی تکمیل ہے۔ محبت الٰہی بھی اخلاق کی جڑ ہے۔ بداخلاق برائیاں کرتا ہے مگر بااخلاق برائیاں نہیں کرتا۔ جس کو اللہ تعالی سے محبت ہو گی وہ اس کے حکم کو نہیں توڑتا اور جس کو نہیں وہ توڑے گا۔ محبت کی تین قسم ہیں۔ (1) محبت قلبی اصل محبت دل میں ہوتی ہے پھر اس کا اظہار زبان، ہاتھ وغیرہ سے ہوتا ہے۔ نماز میں یہ ہے کہ قلب میں خدا کی محبت ہے کیونکہ اتنا بڑا انتظام کرنا کہ ہر چیز کو پاک رکھنا یہ صرف

اللہ تعالیٰ سے محبت کی وجہ سے ہے تو نماز کی شرائط دلیل محبت خداوندی ہیں۔ تو نماز میں حُبّ قلبی اور حُبّ لسانی بھی موجود ہے۔ سبحانک اللھم پڑھنا حُبّ قولی کہ ان الفاظ سے اللہ کی محبت کا اظہار کرتے ہیں حُبِّ عملی کہ تعظیم کی تمام شکلیں نماز میں موجود ہیں۔ مثلاً قیام، رکوع، سجود، تشہد وغیرہ یہ شکل نماز کی عملی طور پر محبت الٰہی کا ظہور ہے۔ یقیمون الصلوۃ باقی اجتماعیت ہے وہ بڑا مضمون ہے آئندہ درس میں بیان ہو گا۔ انشاء اللہ

درس نمبر ۲
۷-۱-۱۹۶۶

نماز میں تعمیر فرد واجتماعیت

ویقیمون الصلوۃ۔ نماز کا ذکر تھا۔ اور دینی و دنیوی خصوصیات پہلے عرض کر چکا ہوں۔ آج تعمیر فرد اور اجتماعیت کا بیان ہے ہر عبادت میں ہمارا فائدہ ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کا۔ نماز میں پہلے فرد اور بعد میں اجتماعیت کا فائدہ ہے۔ ان سے پہلے یہ جانو کہ اللہ کی ملت اسلامیہ کو ایک مشین سمجھو۔ دنیا میں تمام مذاہب سے مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہے۔ انگریزوں نے امت محمدیہ کی تعداد کم کر کے بتائی تھی مگر حقیقت میں کثیر تھی۔ پھر پیدائش کے لحاظ سے مسلمانوں کی زیادہ تعداد ہے۔ 90 کروڑ ملتہ اسلامیہ کی تعداد ایک مشین ہے شوگر مل وغیرہ یہ مشینیں انسان کی بنائی ہوئی ہیں اور ملت اسلامیہ کی مشین خدا تعالیٰ کی بنائی ہوئی ہے۔ مشین کیلئے ضروری ہے کہ اس کا ہر عضو درست ہو اگر پرزے وغیرہ درست نہ ہوں تو صرف ایک پرزہ کی خرابی کی وجہ سے پوری مشین خراب ہو گئی۔ اس لئے مشین کے نتیجہ اور فوائد کیلئے ضروری ہے کہ اس کا ہر عضو درست ہو۔ 90 کروڑ

میں تمام کا درست ہونا ضروری ہے ورنہ نتائج الٹے ہوجاتے ہیں۔ جنگ اُحد کی شکست کیوں ہوئی کہ ان پچاس افراد میں سے 40 نے غلطی کی اور باقی سات سو آدمی نے غلطی نہ کی تھی تو جیتی ہوئی جنگ کا نقشہ بدل گیا۔ اسی طرح اگر مسلمانوں کے چند افراد خراب ہوگئے تو پوری ملتہ اسلامیہ تباہ ہوجاتی ہے۔ ایک تو مشین کا ہر پرزہ درست ہو دوسرا ہر پرزے کو دوسرے پرزے سے درست جوڑا گیا ہو۔ انفرادی طور پر بھی درست ہو اور دوسرے سے ربط اور جوڑ سے بھی درست ہو۔ تو 90 کروڑ میں ہر ایک کا درست ہونا ضروری ہے۔ ایک تو عام مسلمانوں اور دوسرا خالق کائنات سے جوڑ درست ہو۔ اگر جوڑ درست نہ ہو تو یہ ایک مشین میں رکھا پڑا ہوا پرزہ ہے اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ تعمیر فرد کیلئے ذاتی طور پر اور دوسرے مسلمان اور خالق کائنات کا جوڑ ہو اسکو اجتماعیت کہتے ہیں۔ نماز میں ذاتی طور پر تعمیر فرد ہے۔ تعمیر فرد میں بنیادی بات یہ کہ اللہ سے جوڑ ہو۔ جڑ جانے کے بعد دوسرے لوگوں سے جڑ سکتا ہے مثلاً آج کل ہر گھر میں بجلی ہے اور ایک مشین سے تمام وابستہ ہیں اگر اس مرکزی مشین سے ان کا تعلق ٹوٹ جائے اور فٹنگ بھی درست ہو تب بھی اندھیرا چھا جائے گا۔ مطلب یہ کہ اس کا حقیقت سے ایمانی نور یعنی اللہ رب العلمین سے نور نہیں ہے۔ نماز میں اللہ سے تعلق کے سلسلہ میں ظاہر ہے کہ نماز اللہ کے تعلق کو مضبوط کردینے والی

ہے۔ نماز کے اندر قرآن اور قرآن نماز کا ایک رکن ہے۔ فاقرؤا ماتیسر من القرآن بزرگان کی رائے کہ جو چاہے میں اللہ سے باتیں روبرو کروں تو وہ قرآن کی تلاوت کرے تو تلاوت کے وقت انسان تصور کرے کہ میں اللہ کو سنا رہا ہوں تو قرآن بندہ کو اللہ کی طرف کھینچتا ہے۔ نماز کے افعال اللہ سے جوڑنے والے ہیں کپڑے صاف، جگہ صاف پھر پیشانی اس کے آگے ٹیک دی کیا پھر اس سے تمہارا جوڑ یا محبت نہ ہوگی۔ نماز کا نور اس طرح ہے کہ موت کے وقت بھی نماز سے کوئی بھی نہ ٹال سکتا تھا۔ جنگ بدر کے میدان میں حضرت خبیبؓ نے کفار کے سردار حارث کو مارا تھا تو حارث کی بیوی نے کہا کہ ہم نے ان کو قید کرلیا تو ایک دن انہیں دیکھا کہ وہ اپنے کمرہ میں انگور کا خوشہ لئے کھا رہے ہیں پوچھا گیا کہ یہ کیا فرمایا یہ اللہ تعالی نے دیا ہے۔ وہ قید میں جکڑے ہوئے تھے ان کفار کی بچی چھری لئے کھیلتے ہوئے ان کے قریب چلی گئی اور ان کی ران پر بیٹھ گئی سب گھبرا گئے کہ خبیبؓ کو تو اپنی موت نظر آرہی ہے کہیں بچی کو چھری سے نہ ماردے تو حضرت خبیبؓ نے فرمایا تم لوگ گھبراؤمت میں مسلمان ہوں اس کو قتل نہ کرونگا یہ ہے اسلام۔ توان کو حرم سے باہر لے گئے کہ پھانسی دیجائے۔ تو دولہا کی طرح خوش جارہے تھے تو انہوں نے پوچھا خبیبؓ کوئی خواہش فرمایا نماز کی اجازت دیدو عام قاعدہ کے مطابق ذرا جلدی جلدی نماز پڑھی فرمایا

قصداً جلدی پڑھ رہا ہوں تاکہ تم یہ نہ سمجھنا کہ میں موت سے ڈر گیا۔ اس وقت ابو سفیان موجود تھا پوچھنے لگا خبیبؓ آپ کو یہ پسند ہے کہ آپ کی جگہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گرفتار ہوتے اور تو آزاد ہوتا تو فرمایا کیا بکتے ہو میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک میں کانٹا چبھے اور میں آزاد ہو جاؤں تو آپ کو درخت سے باندھ کر چالیس جوانوں نے نیزے سے بدن چھلنی کر ڈالا مگر آواز اللہ اکبر کی آتی رہی اور فرمایا اے میرے خدا میں تو اکیلا ہوں مگر تو میرے پیغمبر علیہم السلام کو یہ بات پہنچا دے۔ اتل ما اوحی الیک من کتاب کتاب کی تلاوت کرو اور اقم الصلوٰۃ اور نماز قائم کرو۔ ہر دوائی کی تاثیر ہوتی ہے۔ نماز بھی روحانی بیماری کی تاثیر رکھتی ہے۔ ان الصلوٰۃ تنہی عن الفحشاء والمنکر۔ قرآن بھی روحانی شفاء ہے وننزل من القرآن ماھو شفاء ورحمۃ المومنین ۔ واللہ یعلم بما تصنعون کہ خدا جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔ نمازی کے دل پر یہ اثر ہو جاتا ہے کہ میرا ہر فعل اللہ کے سامنے ہے ہر چیز نماز میں ہے۔ تو یہ اللہ سے تعلق ہوا اب انسان سے بھی تعلق ہو جاتا ہے ایک اس وجہ سے کہ ہر مومن اللہ کا کنبہ ہے جس طرح آدمی گھر میں ہو اور کوئی اسے تکلیف دے تو اس کے کنبہ والے اس سے بدلہ لیتے ہیں۔ حدیث شریف الناس عیال اللہ فاحسن الناس من احسن الناس عیالہ اللہ کو اس سے زیادہ کون پسند

ہے جو اللہ کے کنبہ والوں سے بھلائی کرے انما المؤمنون اخوۃ کہ تمام مسلمان بھائی ہیں۔ تو سب کو آپس میں بھائی بننا چاہیے۔ حدیث شریف کان اللہ فی عون المسلم مادام فی عون اخیہ جب تک آدمی اپنے دوسرے بھائی کی مدد میں رہے گا۔ اس وقت تک اللہ اس کی امداد کرتا رہے گا۔ تو جب تو مسلمان بھائی کو تکلیف دے گا تو اللہ بھی تجھے تکلیف دے گا المسلم اخ المسلم لایظلمہ ولا یخزلہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس کو تکلیف دیتا ہے اور نہ اس کو عاجز کرتا ہے۔ اگر تمام مسلمان آپس میں مل جل کر نماز پڑھیں گے تو آپس میں محبت بڑھ جائے گی۔ باہمی تعلق کا اثر نماز میں ہے نہ کہ اخبار اور ریڈیو وغیرہ میں۔ اگر متواتر روزانہ پانچ نمازیں اکٹھی پڑھیں اور ایک دن نہ آئے تو ضرور پوچھیں گے میاں فلاں نہیں آیا۔ اشداء علی الکفار رحماء بینھم۔ مؤمن کی شان یہ ہے کہ مسلمان کے آگے تابعدار اور کفار کے آگے تلوار مگر آج کل معاملہ الٹا ہے تو باہمی ربط نماز میں ہے۔ اگر ساری عبادات پر نظر ڈالو تو ان میں تعلق مع اللہ اور تعلق مع المسلمین کا اثر نظر آئے گا۔ ایک مہینہ ماہ رمضان میں بھوکا رہتا ہے کیا اس کو غریب کی بھوک کا پتہ نہ چلے گا کہ بھوک کس طرح ہوتی ہے؟ اور بیوی سے بھی منع کر دیا گیا ہے تو یوں پتہ چلے گا کہ غریب غربت کی وجہ سے شادی نہیں کرسکتا اس کی امداد کرے گا۔ شادی تو آسان تھی مگر ہم نے اسے مصیبت بنا رکھا

ہے۔ دارالعلوم دیوبند میں ایک طالبعلم آیا مگر اسے داخلہ نہ مل سکا تو اس نے کہا چلو میں ایسے ہی پڑھ لیا کروں گا تو مہتمم صاحب نے کہا کہ کھانا نہیں پینا کہاں سے کرو گے۔ کہا کہ کھانا پینا موجود ہے۔ پھر پوچھا کہ شادی کی ہے کہا آدھی تو کی ہے کہ ایجاب وقبول ہوتا ہے قبول تو ہے۔ مگر دیدے کوئی تو کام تیار ہے۔ شادی صرف ایجاب وقبول کا نام تھا مگر آج ہندوانہ رسمیں مروج کر رکھی ہیں۔ تو تمام عبادتوں میں تعلق مع اللہ اور تعلق مع المسلمین پایا جاتا ہے۔ روزہ سے بھوک والوں کی قدر کا اندازہ معلوم ہو گیا پھر روزہ میں خاص بات یہ ہے کہ دنیا میں انسان کے اندر تین لذتیں ہیں۔ (1) جسمانی۔ (2) دماغی۔ (3) روحانی۔ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بدنی سے دماغی اور دماغی سے روحانی لذت بلند درجہ رکھتی ہے بدنی لذتوں میں ایک کھانے کی اور ایک پینے کی اچھی آواز سنتا ہے تو اس سے بدن کو مزہ و سکون حاصل ہوتا ہے انمیں خاص کر پیٹ کی لذت کیلئے دنیا چوبیس گھنٹے محنت کرتی ہے یہ لذت شکم کا نام ہے لذت بدنی۔ نکاح کا مزہ بدنی مزہ ہے اس سے اوپر دماغی لذت ہے کہ فلاں آدمی دماغ والا ہے۔ حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کو ایک نواب نے ڈھاکہ لانے کی دعوت دی تو کلکتہ ڈھاکہ سے کافی دور ہے فرمایا کیا تم خود کلکتہ میرے استقبال کو آؤ گے۔ مولانا نے فرمایا یہ دنیا دار لوگ بہت خر دماغ آدمی ہیں کہ مولوی کو غریب ہونے کی

وجہ سے حقیر جانتے ہیں۔ اگر معیار کی یہی بات ہو تو پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تو ایک کوڑی بھی نہ تھی۔ اور حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمرؓ کے ہاں نہ تھی تو پھر ان کو بھی حقیر جانو۔ تو یہ شرط لگا کر ہم یہ ان کو سمجھاتے ہیں کہ تم خر دماغ ہو ہم اسپ دماغ ہیں۔ گدھے کے دماغ سے گھوڑے کا دماغ بہتر ہوتا ہے تو یہ لذت دماغی ہے۔ لذت دماغی کا معنی ہے (حکومت) تو یہی وجہ ہے کہ آج اقتدار کیلئے آدمی بدنی ومالی تمام تکالیف اٹھاتا ہے۔ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے شطرنج کی مثال دی کہ شطرنج اور تاش کھیلنے والوں میں ہر ایک یہ قصد کرتا ہے کہ میں جیتوں تو یہ جیت ایک دماغی لذت ہے تو اس کے مزہ میں ایسی کیفیت ہوتی ہے کہ روٹی جو بدنی لذت ہے وہ بھی یاد نہیں رہتی۔ ھدایہ ایک عربی کی کتاب ہے جو روزہ کی حالت میں 12 یا 20 سال میں سمرقند کے شہر میں لکھی گئی اور الجزائر و مصر کے درسگاہوں میں شامل ہو گئی۔ ایک گوشہ میں بیٹھ کر مصنف لکھتے صبح کا کھانا آتا رہا اور ایک فقیر کو دیتے رہے اور برتن دھوڈالتے تاکہ لوگوں کو روزہ کی خبر نہ ہو لیکن اللہ نے چاہا کہ لوگوں کو مطلع کرونگا مطلب یہ ہے کہ ہدایہ کے شوق میں 12 یا 20 سال کھانے کی لذت کو ضائع کیا معلوم ہوتا ہے کہ لذت دماغی۔ لذت بدنی سے اعلیٰ ہے۔ ان دونوں لذتوں کے متعلق امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ان دونوں میں انسان اور حیوان

شریک ہیں۔ یعنی کھانے، پینے اور ہمبستری کی لذت میں بھی حیوان شریک ہے۔ اور لذت دماغی میں بھی۔ چنانچہ مشہور ہے کہ شیر جنگل کا بادشاہ ہے شیر کو آپ کی طرح اپنے جیسے حیوانات پر حکومت ہے شیر کی حکومت فطری ہے اور آپ کی اختیاری ہے تو آپ کی حکومت شیر کی حکومت سے کمزور ہوئی۔ اگر عدم اعتماد کا ووٹ پاس کیا تو آپ کی حکومت چلی گئی۔ شیر نہ الیکشن کا محتاج ہے اور نہ کوئی جانور اس کے خلاف عدم اعتماد کا ووٹ دے سکتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالی نے حکومت بخشی ہے اس لئے اس کا ازالہ نہیں ہوسکتا۔ معلوم ہو گیا کہ انسان کے گردو پیش یہ دو لذتیں ہیں۔ اور ہیں بھی حیوان سے کم۔ ایک ہاتھی کئی وزیروں سے زیادہ کھاتا ہے معلوم ہوگیا کہ انسان کا مقصد نہ بدنی لذت اور نہ دماغی لذت ہے یعسوب یہ شہد کی مکھیوں کا بادشاہ ہوتا ہے۔ خود چیونٹیوں کا بادشاہ ہے کہتے ہیں کہ ان میں باقاعدہ عدالت موجود ہے۔ جنگ شادی وغیرہ کچھ چیزیں طنطاوی رحمتہ اللہ علیہ نے لکھی ہیں۔ قالت نملتہ یایھاالنمل ادخلوا مساکنکم لا یحطمنکم سلیمان وجنودہ وھم لایشعرون۔ اللہ تعالی نے یہ قصہ نقل کیا ہے کہ ایک عظیم الشان لشکر انسانوں کا دوسرا جنوں کا تیسرا پرندوں کا وحشر لسلیمان جنودہ کہ جمع کئے گئے لا یحطمنکم الخ کہ ان کے لشکر سے ختم نہ ہو جاؤ وھم لایشعرون انہیں ہمارا پتہ نہ ہوگا کیونکہ پیغمبر علیہم السلام ظالم تو نہ

ہوتے تھے فتبسم ضاحکا من قولہا۔ تو جب یہ پتہ سلیمان علیہم السلام کو دیا گیا تو مسکرا پڑے کہ ان کو بھی آپس میں محبت ہے۔ تو بہرحال حیوانات کے اندر حاکمانہ نظام ہے۔ انسان کی خصوصیت۔ لذت روح ہے اس لذت کے سامنے تمام لذتیں ہیچ ہیں وہ ہے لذت دیدار الٰہی امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انسان کے اندر قیمتی چیز روح ہے اور بدن خاک ہے اور خاک ہونے والا ہے۔ تو آنکھ کی لذت کان کو حاصل نہیں۔ اسی طرح تمام اعضاء کی لذت ایک دوسرے کو حاصل نہیں۔ تو روح کی لذت ہو گی اور اس کی نظیر نہ ہو گی۔ اللہ کی تجلیات کا جب دیدار ہو گا تو دنیا کی تمام لذتیں اس کے آگے ایسے جس طرح سمندر کے مقابلہ میں ایک پانی کا قطرہ۔ دو لذتیں روزہ سے تعلق رکھتی ہیں حدیث قدسی کل عمل ابن آدم لہ الاالصوم کہ صوم کے اجر کا پتہ سواء اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں۔ الصوم لی وانا اجزی بہ روزہ میرے لئے ہے اور میں اسکی جزا ہوں۔ حضرت ابی ابن کعبؓ یہ بزرگ صحابیؓ تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ اے محمد تم ابی ابن کعبؓ کو قرآن سناؤ تو عرض کی کہ کیا میرا نام بھی اللہ تعالیٰ نے لیا فرمایا پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام نے کہ ہاں تو خوشی سے گر گئے یہ تو نام لینا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا تو پھر کیا کیفیت ہو گی۔ اس امت کے سب سے بڑے قاری ابی ابن کعبؓ ہیں (حدیث)

درس نمبر ۳
۱۹۶۶-۱-۹

نماز میں اجتماعی نظام

نماز کا بیان ایک حد تک ہو چکا ہے اور تعمیر فرد بھی کہ نماز سے ایک ایک مسلمان اللہ تعالی کا مقبول بندہ اور ملت کا ہر ہر فرد درست ہو جاتا ہے۔ لیکن ہر پرزہ آپس میں درست ہو۔ اس طرح خود۔ (1) انسان (2) تمام مسلمان۔ (3) تیسرا خدا تعالی سے جڑ جائیں تو یہ تینوں جب جمع ہو جائیں تو وانتم الاعلون ان کنتم مومنین اگر ایمان کامل ہوا تو آخرت اور برزخ میں درست رہیں گے۔ یہ ان تینوں کے حاصل ہونے سے درست ہونگے۔ ایک ہے اجتماعیت۔ اجتماعی نظام کیلئے چند اشیاء ضروری ہیں۔ (1) سب سے ضروری شئی ضبط نفس ہے اگر ایک آدمی کو اپنے نفس پر قابو نہ ہو تو آج متفق ہیں مگر چند دنوں کے بعد اختلاف ہو جائے گا تو ضبط نفس ضروری ہے۔ (2) اور دوم تواضع ضروری ہے اگر ہر ایک اپنے آپ کو دوسرے سے بڑا سمجھے تو اجتماعیت نہ رہے گی تو معلوم ہو گیا کہ ملت اسلامیہ کی ہمواری تواضع سے حاصل ہوتی

ہے۔(3) سوم مساوات۔ مساوات کا معنی یہ کہ اللہ نے تو فرق رکھا ہے مثلاً ایک عالم اور ایک جاہل ہے وغیرہ۔ مگر مساوات کا معاملہ یہ ہے کہ معاملات میں تفاوت نہ کرے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کتنی بڑی تھی مگر کھانا سب سے مل کر کھاتے اسی طرح تمام خلفاء راشدین کا یہی حال تھا۔ فتح بیت المقدس کے موقع پر ایک اونٹنی پر امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کا غلام سوار تھے بیت المقدس کے قریب آخری باری غلام کی سواری کرنے کی تھی غلام نے کہا یہ تو غلط بات ہو گئی۔ طبقات ابن میں یہ واقعہ ہے تو حضرت امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ وقار ہے خدا کا حکم بجا لانا۔ تو اب حق ہے تمہاری سواری کرنے کا آخر غلام کو سوار ہونا پڑا امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ مہار پکڑے بیت المقدس جا کھڑے ہوئے تو پادری نے چابیاں بھی فوراً پیش کر دیں اور کہا کہ آپ کا نبی برحق ہے کیونکہ ہماری کتابوں میں لکھا ہے کہ غلام سواری پر اور خلیفۃ المسلمین پیدل چلتا ہوا آئے گا۔ (4) وحدت عمل۔ کہ عمل ایک ہو اور وہ یہ ہے کہ عمل ایک ہو۔ (5) امیر کی اطاعت ہو۔ جو امیر بنایا جائے اسکی اطاعت کی جائے اجتماعی نظام میں اس سے زیادہ ایک لفظ نہیں۔ نماز میں ضبط نفس کتنا ہے۔ نفس چاہتا ہے کہ چلوں۔ کھاؤں اور دیکھوں۔ مگر نماز میں یہ سب منع ہے اور مومن کو نماز میں

تعلیم دیجاتی ہے کہ جس طرح نماز میں نفس کو کچلا جاتا ہے اسطرح یہ باہر بھی کچلنا ہے۔ حدیث من تواضع للہ، فقد رفعہ اللہ تمام بادشاہوں نے تکبر کیا مگر آج ان کا نام موجود نہیں۔ آج دیکھو (12) سو سال سے زیادہ عرصہ گزرا کہ بغداد میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ فوت ہوئے مگر ان کی تقلید میں پوری دنیا مصروف ہے۔ بخارا میں کتنے بادشاہ گزرے مگر امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کے نام پر سر جھک جاتا ہے۔ایک مسئلہ میں حضرت امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کا دوسرے علماؤں سے اختلاف ہو گیا تو انہوں نے حاکم وقت سے مل ملا کر بخاریٰ سے جلاوطنی کے احکام کرا دئے۔ تو سمرقند کے لوگوں نے اپنے ہاں آنے کی دعوت دی تو ان دیگر علماؤں نے سمرقند کے لوگوں سے بھی ساز باز کر کے وہاں سے بھی منع کرا دیا تو خرتنگ کے مقام پر جنگل میں جب انہیں اطلاع ملی تو وہیں نماز نفل ادا کر کے دعا مانگی کہ یا اللہ اگر تیری زمین میرے لیے تنگ ہو گئی ہے تو مجھے اُٹھا لے ابھی یاارحم الرٰحمین ہی کہا تھا کہ جان پرواز کر گئی۔ اتنی کثیر تعداد میں لوگوں نے جنازہ میں شرکت کی کہ اب تک بخاریٰ میں اس برابر پھر کوئی جنازہ نہیں پڑھا گیا۔ پھر قبر پر کستوری کی خوشبو آتی ہے۔ جبتک دولہا والے وہاں کی مٹی نہ لائیں تو دلہن روانہ نہیں کی جاتی وہ مٹی اب حکومت روس قیمتاً دیتی ہے۔ مگر بادشاہوں کی دلوں میں عزت نہیں کیونکہ انہوں نے نہیں کی

تھی۔ تو نماز کے اندر کتنی تواضع ہے کہ ایک ہی صف میں صدر مملکت اور چپڑاسی اور ایک معمولی آدمی ایک ہی صف میں کھڑے ہیں یہ کہ سارے جسم میں چہرہ اور پیشانی معزز ہے اسے زمین پر ٹکراتا ہے مٹی پر رکھتا ہے۔ (مساوات) مساوات کا وہ منظر ہے کہ آجکل تمام قومیں مسلمانوں کی نماز پر حیران ہیں کہ آج تک دنیا میں ایسی عبادت کسی کے ہاں نہیں کہ ایک ہی صف میں تمام لوگ جمع ہوتے ہیں (وحدت عمل) تو وحدت عمل سے اتحاد ہوتا ہے اور وحدت عمل نماز میں تو یہ ہے کہ سب لوگ ایک ہی عمل کرتے ہیں۔ دیکھو نماز کی عبادت میں تنظیم۔ اتحاد۔ اتفاق وغیرہ سب کچھ ہے۔ پہلے محلہ کی مسجد میں سب لوگ جمع ہوتے ہیں تو محلہ کا اتفاق ہوا پھر ہفتہ میں ایک بار جمعہ کی نماز میں آئے۔ جمعہ کا معنی اجتماع تو اللہ تعالی نے جمعہ کی نماز کا عام اجتماع رکھا تو اس میں متعدد محلوں کے لوگ آئینگے تو اتحاد کا دائرہ اور بڑھ جائے گا آگے بین البلدی اتحاد ہو تو عیدین کی نماز رکھی تاکہ پورے شہر کا اتحاد ہو جائے۔ اسلام ایک زندہ مذہب ہے جس میں سیاست اور مذہب ہے۔ اب اللہ نے چاہا کہ پورے عالم اسلام میں اتحاد کی تنظیم ہو تو اللہ نے حج رکھی تاکہ بین الملی یا بین الاقوامی تنظیم ہو جائے۔ تو وحدت۔ عمل ضبط نفس۔ وغیرہ کے علاوہ اطاعت امیر۔ اگر ہر مسلمان اپنے آپ کو امیر سمجھے تو مساوات کیسے گی۔ حدیث

شریف کہ سفر میں بھی ایک امیر بناؤ تا کہ اس کے حکم پر چلو۔ نماز میں بھی ایک امیر ہے۔ایک امام باقی مقتدی۔ مکران کی تاریخ میں جب مسلمان آئے توان لوگوں نے کبھی اسلام کا نقشہ نہ دیکھا تھا تو محمد بن قاسم رحمتہ اللہ علیہ کی فوج میں سے محمد ہارون آدمی فوج لے کرمکران چلا گیا اس زمانہ میں ہر شخص مولوی ہوتا تھا یعنی اسلام جانتا تھا جب وہ لوگ نماز باجماعت ادا کرنے لگے تو مکرانی دیکھنے لگے تو مکرانیوں نے تاریخ میں بہت سوچ بچار کرنے کے بعد لکھا کہ یہ کیا منظر ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اگلے کی شرارت ہے۔ الحکم میں ابن عطاء سکندری رحمتہ اللہ علیہ یہ کبار اولیا میں سے ہیں لکھتے ہیں کہ نماز کے سلسلہ میں اللہ نے یہ نہیں چاہا کہ نماز تو ہم دنیا میں پڑھیں اور اللہ تعالیٰ آخرت کے بدلہ پر اکتفا کرے تو اسکی شان رحمت نے یہ گوارا نہ کیا کہ دنیا میں کچھ نہ دوں تو جب انسان نماز پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے انوار کے دروازے اس کے سینہ میں کھل جاتے ہیں۔

(1) حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کا واقعہ ہے کہ اپریشن کی ضرورت تھی فرمایا نماز پڑھتا ہوں پھر چاہے سارا بدن کاٹ ڈالو پتہ نہ لگے گا۔ کہتے ہیں کہ قرآن کے علوم نماز میں کھل جاتے ہیں اسکو عبادت کی شیرینی کہا یعنی حلاوت عبادت۔ حضرت سفیانؓ ثوری کا مقولہ کہ لو علم الناس ماکنافیہ نماز یا اور جو کچھ ہم پڑھتے ہیں اور جو مزے اور لذتیں حاصل کرتے ہیں لحار بونا بالسیف اگر مالدار لوگوں کو ان

مزوں کا علم ہو جائے تو تلوار سے لڑ پڑیں تو نماز میں ایک روحانی لذت اور پھر استقامت نصیب ہو جاتی ہے۔ یہ ایک نسخہ ہے ہر مرض کیلئے یعنی روحانی مرض کیلئے ان الصلوۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر اس پر بعض لوگوں کو شبہ پڑا کہ بعض اوقات انسان نمازی ہوتا ہے مگر گناہ کرتا ہے علماء نے اسکا جواب دیا (1) جواب یہ کہ ڈاکٹر جس طرح بد پرہیزی سے روکتا ہے تو اسکا معنی یہ نہیں کہ بد پرہیزی نہیں کر سکتا۔ کر تو سکتا ہے۔ ہر گناہ خدا کے حکم کی خلاف ورزی ہے اور مخالفت اس وقت تک نہیں ہوتی جب تک اس ذات کی دل میں عزت و محبت ہو جب نماز میں سجدہ کی حالت میں پیشانی ٹیک دی تو پھر اسکے اوپر عظمت کا کیا اظہار کرو گے۔ تو یہ نماز عظمت و محبت خدا کا مکمل نقشہ ہے۔ تو اس نقشہ کا تقاضا ہے کہ اسکی خلاف ورزی نہ کرو۔ اور بعضوں نے یہ جواب دیا کہ اگر نماز حضور قلب سے پڑھی جائے تو انسان اس وقت نماز کی حالت میں تمام گناہوں سے محفوظ رہتا ہے۔ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے کہا ہماری مسجد میں نمازی چور نکلا فرمایا نہیں چور نمازی نکلا پہلے چور تھا بعد میں نمازی بنا۔ بہر حال نماز بہت بڑی نعمت ہے۔ نماز بدنی عبادت ہے اور دوسری بدنی عبادت روزہ بھی ہے۔ پہلے روزہ کے متعلق بیان کرتا ہوں۔ آدمی کی بڑی خوش بختی یہ ہے کہ قبر میں بے گناہ پہنچے ورنہ وہ بہت بد بخت ہے جو قبر میں گناہ لے کر جائے۔ روزہ

میں اللہ تعالے نے جو گناہ سے پاک کرنے کا سامان دیا ہے وہ باقی کسی عبادت میں نہیں۔ ایک آدمی نے چوری کی قتل وغیرہ کیا اور ظاہر ہے کہ حکومت کے قانون میں ان دونوں کی علیحدہ علیحدہ سزا ہے۔ تو وہ چور پریشان رہتا ہے کہ میں اس سے کب بری ہوں گا۔ حالانکہ حقیقی حاکم رب العالمین کے جرم کرنے کا کیا حال ہو گا تو روزہ میں سارے گناہوں سے پاک و صاف ہونے کا انتظام ہے۔ حضرت ابی ھریرہؓ سے حدیث پاک ہے کہ روزہ میں تین چیزیں ہیں۔ (1) روزہ (2) تراویح۔ (3) لیلتہ القدر۔ رمضان کا مہینہ ان تین عظیم الشان نعمتوں کا خزانہ ہے۔ حدیث شریف، حضرت ابی ھریرہؓ سے من صام رمضان ایماناً واحتساباً جو اس یقین سے روزہ رکھے کہ جو اجر اللہ نے فرمایا ہے وہ ضرور ملے گا۔ گرمی وغیرہ میں ناگواری نہ ہو جس قدر تکلیف زیادہ ہو گی اجر اتنا زیادہ ہو گا۔ تو احتساباً کا معنی یہ ہے کہ روزہ پر دل سے راضی ہو بوجھ نہ جانے۔ دوسرا معنی یہ کہ اللہ تعالے کی رضامندی کا طلب گار ہو۔ شہرت اور ناموری نہ ہو تو پھر فرمایا غفرلہ ماتقدم اس روزہ سے پہلے اسکے تمام گناہ بخشے جائیں گے۔ پھر فرمایا ابو ھریرہؓ نے جو اللہ کو خوش کرنے کیلئے تراویح پڑھے غفرلہ ماتقدم اس کے پہلے والے تمام گناہ بخشے جائیں گے۔ من قام لیلتہ القدر غفرلہ ماتقدم تو روزہ۔ تراویح۔ قیام لیلتہ القدر سے پہلے والے سارے گناہ بخشے جائیں گے۔ غفرلہ ماتقدم

وتأخر یہ ایک دوسری حدیث پاک میں لفظ آیا ہے کہ وماتأخر آگے والے بھی بخشے جائیں گے۔ لیلۃ القدر کے بارہ میں علماءؒ کے کئی اختلاف ہیں بعضوں نے بارہ مہینوں میں ایک رات قرار دیا ہے یہ غلط ہے۔ کیونکہ یہ قرآن کے خلاف ہے۔ شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن کہ قرآن رمضان میں نازل ہوا۔ دوسری آیتہ انا انزلناہ فی لیلۃ القدر کہ ہم نے قرآن لیلۃ القدر میں اتارا اور یہ اس وقت درست کہ جب لیلۃ القدر رمضان کے اندر کوئی رات ہو۔ اس لئے ماہ کا تعین قرآن نے کیا حدیث شریف التمسوھا من اواخر رمضان او کماقال صلی اللہ علیہ وسلم کہ رمضان کے آخری عشرہ میں لیلۃ القدر تلاش کرو اور حضور کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل بھی یہی بتلاتا ہے۔ عن عائشہؓ کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی العشرا لاواخر جب رمضان کا آخری عشرہ آتا تھا تو پوری رات نہ سوتے تھے۔ دس دن ذوالحجہ کے اور آخری راتیں رمضان کی تو کل دس دن اور دس راتیں 12 ماہ میں عجیب قدرت رکھتے ہیں۔ ترمذی شریف کی صحیح حدیث کہ آخری عشرہ میں بھی طاق عدد میں لیلۃ القدر کو ڈھونڈو۔ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ لیلۃ القدر ہے اور اس کی نشانی یہ ہے کہ بارش ہو گی اور میں اس دن گھر میں صبح کا سجدہ کیچڑ میں کرونگا وہ 21 کی رات ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کو اپنا مذہب قرار دیا ہے۔ مگر راتیں بدلتی

رہتی ہیں۔ روایات صحیح کے مطابق مطلب یہ کہ اگر آج رات لیلۃ القدر گذری ہے تو دوسرے دن سورج کی چمک باوجود بادل نہ ہونے کے کم ہو گی۔ تنزل الملائکہ والروح فیھا باذن الخ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پورے 12 ماہ میں صرف ایک مرتبہ جبرائیلؑ لیلۃ القدر کی رات کو مع ایک کثیر تعداد فرشتوں کے آتے ہیں اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ مومن سے مصافحہ بھی کرتے ہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کہ جس رات میں عبادت کے وقت یا قرآن کی تلاوت کے وقت دل میں رقت پیدا ہو تو سمجھ لو کہ فرشتوں نے مصافحہ کیا اور مغفرت مانگی۔ اور جس رات لیلۃ القدر ہو تو اس رات کی عبادت 83 سال چار ماہ کے برابر ہے۔ کنزل العمال میں ہے ابی ابن کعبؓ اور سید الوثی رحمتہ اللہ علیہ کا استنباط ہے سورۃ میں ابی ابن کعبؓ فرماتے ہیں کہ ایک بار لیلۃ القدر کا ذکر چلا تو میں نے قسم کھا کر عرض کی کہ 27 کی رات ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہ گئے تو لوگوں نے اس دلیل سے 27 کی رات لیلۃ القدر سمجھی ہے۔ علامہ الوثی رحتمہ اللہ علیہ کا استنباط انا انزلناہ فی لیلۃ القدر وما ادرٰنک مالیلۃ القدر۔ اے پیغمبر آپؐ کو کیا پتہ ہے کہ لیلۃ القدر کی فضیلت کا وہ ہزار ماہ سے زیادہ ہے تنزل الملائکہ اس رات متعدد فرشتے اترتے ہیں اور اسکی یہ برکتیں صبح صادق تک رہتی ہیں۔ سلام ھی حتی مطلع الفجر۔ سلام ہی کے دو معنی ہیں ایک یہ

کہ اس رات میں تمام گناہ دھل گئے اور یا یہ کہ اس رات کی برکات کی وجہ سے گناہوں سے سلامتی ہوتی ہے۔ شاہ عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ نے ایک علامت یہ دی کہ صبح آفتاب کی روشنی کم ہو گی یعنی معمول سے کم ہو گی۔ چونکہ ؏ شیطان عالم بالا کو نہ جائے گا فاتبعہ شہاب ثاقب تو اس کے پیچھے ستارہ نہیں چھوڑا جائے گا تو اس رات چنگاریاں بھی آسمان پر نظر نہیں آئیں گی۔ اعتکاف سنتہ کفائی ہے۔ اگر اعتکاف کی نظر مانے تو وہ واجب ہو گا۔ سنتہ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتکاف کیا ہے جس سال حضور نبی کریمؐ نے وفات طیبہ پائی تھی تو اس سال آپ نے آخری بیس دن اعتکاف کیا باقی پوری عمر آخری عشرہ اعتکاف کیا کرتے تھے۔ سب سے زیادہ ثواب بیت اللہ کی مسجد میں پھر مدینہ طیبہ نبوی میں پھر بیت المقدس میں پھر شہر کی بڑی مسجد میں اس کے بعد پھر عام ثواب ہے۔ اگر محلہ کی مسجد خالی رہی تو تمام محلہ گناہ گار رہے گا اور ایک کی ادائیگی سے ان کو ثواب تو نہ ہو گا مگر گناہ نہ ہو گا۔ جو شخص اعتکاف کے وقت بیمار پرسی، نماز جنازہ، اور درس القرآن کو خاص کر دے تو جا سکتا ہے فطرانہ فی کس پونے دو سیر گندم رکھی یا اس وقت کے نرخ سے اسکی قیمت یہ مسکین کو دینا ہو گا اور عید کی نماز سے پہلے حدیث شریف کہ جو آدمی عید کی نماز سے پہلے فطرانہ دے تو مقبول ہو گیا اور اگر بعد میں دے تو ادا تو ہو گیا مقبول کا پتہ

نمبر ا کتے شیطان کو بھونکتے ہیں تو فرشتوں کے آنیکی وجہ سے شیطان ختم۔
شیطان اس رات کو مغلوب ہے تو ایک تو کتے نہیں بھونکیں گے دوسرا چونکہ

نہیں۔ اس میں تین باتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ اگر روزہ میں کوئی غلطی ہوئی تو یہ صدقہ کوتاہیوں کو دور کردیگا۔ (2) دوسرا یہ کہ اللہ تعالی نے ہر چیز پر زکوٰۃ رکھی ہے صرف آدمی رہتا ہے تو آدمی کے وجود کی زکوٰۃ یہ ہے کہ پونے دو سیر گندم دیدے۔ (3) سوم یہ کہ چونکہ رمضان کے بعد عید ہے اور عید کے معنی خوشی ہے اور اللہ یہ نہیں چاہتا کہ غریبوں کی عید نہو۔ تو یقینی بات ہے کہ فطرانہ دینے سے تمہاری طرح غریب آدمی بھی خوشی منائیں گے۔

درس نمبر۴
۱۹۶۶-۱-۱۲

تفاضُلِ نماز

نماز کے متعلق آج آخری درس ہے۔ نفس نماز کا فلسفہ اور حکمت کا بھی بیان ہو چکا۔ اب تفاضل نماز کہ ایک نماز دوسری نماز سے بہتر بھی ہے۔ خود قرآن کی بعض سورتیں بعض سے بہتر ہیں فضیلت والی ہیں مثلاً قل ھواللہ احد یا آیۃ الکرسی افضل کے معنی یہ ہیں کہ ان کا ثواب کثیر ہے۔ افضلیت کو تین قسموں میں تقسیم کیا۔ (1) تفاضل باہمی ہے کہ پانچ نمازوں میں کونسی افضل ہے۔ (2) تفاضل مقامی۔ (3) تفاضل زمانی۔ کس زمانہ میں نماز کا ثواب دوسرے زمانے سے بہتر ہے۔

تفاضل باہمی۔ پانچ نمازیں فرض ہیں اور برکت والی ہیں لیکن بعض بعض سے افضل ہیں۔ انبیاء علیہم السلام بھی بعض بعض سے افضل ہیں۔ سورۃ بقرۃ حافظو اعلی الصلوۃ والصلوۃ الوسطی وقوموا اللہ۔ تمام کی پابندی رکھو لیکن فصلی اور متوسط یہ دو معنی وسطی کے کئے گئے ہیں کہ درمیانی نماز کی مکمل کوشش کرو عربی زبان کا یہ

قاعدہ ہے کہ عام کلام کے بعد کوئی خاص کلام ہوتی ہے کہ مثلاً میاں فلاں کو دعوت میں بلاؤ لیکن خاص کر فلاں کو۔ اب رہی یہ بات کہ صلوۃ وسطی کونسی ہے۔ تو کل تعداد پانچ ہیں تو ہر ایک وسطی ہو سکتی ہے تو علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ لیکن علامہ الوثی رحمتہ اللہ علیہ نے روح المعانی میں لکھا ہے کہ اکثر کی رائے عصر کی نماز ہے۔ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کا قول کہ فجر کی نماز ہے۔ تو عصر یا فجر ہو گئی مگر حنفیہ عصر کے قائل ہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ایک روایت ہے کہ آپ غزوہ خندق میں مصروف تھے آپ سے عصر کی نماز قضاء ہو گئی۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے ملأ اللہ قبورھم بیوتہم ناراً جسونا صلوۃ الوسطیٰ صلوۃ العصر کہ اللہ انکے گھروں کو آگ سے بھر دے جنہوں نے صلوۃ وسطیٰ عصر کو قضاء کر دیا۔ دوسری حدیث حضرت ابی ھریرہؓ۔

تمہارے اعمال کے ریکارڈ لینے کیلئے جو فرشتے مقرر ہیں ان کا پہرہ عصر اور فجر کے وقت بدلتا رہتا ہے۔ عصر کے متعلق یہ کہ ابھی دن والے ملائکہ اوپر کو نہ گئے کہ رات والے اتر آئے پھر فجر کی نماز میں رات والا طبقہ باقی رہتا ہے تو دن والا اتر آتا ہے۔ ان دونوں وقتوں میں دونوں فرشتے پورے اکٹھے ہوجاتے ہیں باللیل و ملائکتہم باالنہار اوکما قال۔ اللہ کو تو علم ہے مگر آدمؑ کی تخلیق پر فرشتوں کو شبہ ہوا تھا غالباً وہ شبہ دور کرانا چاہتا ہے اور ملائکتہ سے اقرار لینا چاہتا

ہے کہ میرے بندوں کو کیسے چھوڑ آئے فرشتے عرض کریں گے کہ
ہمارے آتے اور جاتے وقت نماز میں مشغول تھے۔ بد بخت ہے وہ
انسان کمرہ ادنی کا مالک ہو مگر اللہ نے اپنے گھر کی توفیق نہ دی ہو
یعنی نماز کی توفیق۔ وقرآن الفجر ان قرآن الفجر کان مشہودا۔ کہ فجر کی
نماز میں خوب دل لگا کر قرآن سنو کیونکہ فرشتے اسکو سننے کیلیے آتے
ہیں۔ بد بخت ہیں وہ لوگ جو گھروں میں بیٹھے ہیں اور چند روز کیلئے
ہیں مگر نماز نہیں پڑھتے۔ کیا شاستری کا حال نہیں دیکھا لا یستأخرون
ساعۃً۔ وما تدری نفس بای ارض تموت کسی کو علم نہیں کہ زمین کے
کس ٹکڑے پر موت آئے گی۔ اگر پیغمبر علیہم السلام نہ آتے تو
انسان ختم ہو جاتا۔ یہود، نصاری، مسلمان مُردوں کو دفناتے ہیں اور
ہندو خبیث جلاتا ہے اور آگ بھی رشتہ دار لگائے گا۔ جب پیغمبر علیہ
السلام کا دامن چھوٹ جاتا ہے تو انسان بد ترین صورۃ میں پھنس
جاتا ہے۔ اور مجوسی تو گدھوں مردار جانور کے سامنے رکھتے ہیں یہ
ہے پیغمبروں کا دامن چھوڑنا۔ قرآن الم نجعل الارض کفاتاً ہم
نے زندگی اور مرنے کیلئے زمین کافی بنائی ہے۔ فاقبرہ ثم اذا شاء
انشرہ۔ منہا خلقنکم وفیہا نعیدکم اسی سے بنایا اور اسی میں داخل
کرینگے اور پھر اٹھائیں گے۔ پھر یہود و نصاری کے لحاظ سے اسلام میں
پاکیزگی ہے جب نزع کے قریب ہو تو سورۃ یسین پڑھو تا کہ شیطان
سے ہٹ کر اسکی توجہ اللہ سے جڑ جائے۔ غسل اور کفن صرف اسلام

میں ہے نہ کہ یہود و نصاری کی طرح۔ اس مسئلہ پر حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے مناظرہ ہوا ایک ہندو کا کہ مٹی میں دبانے سے عفونت و بدبو ہو جاتی ہے۔ جلانا بہتر ہے آپ نے فرمایا زمین میں دفنانے سے بدبو زمین میں بند ہو جاتی ہے مگر جلانے سے تو بدبو باہر پھیلتی ہے۔ زمین سے پیدا ہیں تو مرنے کے بعد بھی زمین میں جائیں گے۔ بارش سمندر سے ہے تو پھر دریاء کہاں جاتے ہیں سمندر میں ہی جاتے ہیں نہ؟ تو یہ خدا تعالی کا قانون ہے کہ جو چیز جس سے لیگئی اس کو لوٹا دیگئی۔ ایک بزرگ کا قول ہے کہ زمین ایک معنی میں ماں ہے وہ ہماری پرورش ماں کی طرح کرتی ہے تو روح تو عالم بالا میں چلی گئی باقی بدن تو اس کو ماں زمین کے حوالہ کر دیا۔ پھر تیسری حکمت یہ کہ جلنے میں بے پردگی ہے مگر قبر میں بے پردگی نہیں۔ (4) چوتھی حکمت یہ کہ موت کے بعد ہمارا تعلق مٹی سے ہو نہ کہ آگ سے۔ انسان کا مادہ تخلیق مٹی سے ہے اور شیطان کا مادہ تخلیق آگ سے تو ہندو وغیرہ کی یہ دلیل ہے کہ دنیا میں بھی شیطان ہیں اور آگے بھی شیطان کے حوالہ کر دیا مٹی بنانے والی چیز ہے اور آگ جلانے والی چیز ہے۔ مٹی کا تو بگاڑ بھی بنانے والا ہے جس طرح تخم مٹی میں ڈالو تو گل سڑ کر تعمیر بنتی ہے۔ تو زمین کا کام تعمیر اور آگ کا کام تخریب۔ پھر بدبخت نے آخری جملہ کہا ہے ہائے میرے باپ ہائے میرے رام۔ بدبخت یہ دونوں مدد

نہیں کرسکتے۔ ابو جہل جب بدر کے مقام پر نرغے میں آیا تو کہا کہ ہائے ھبل تو ایک شخص کو خواب میں آیا کہ مجھے کہا گیا کہ بدبخت اگر یہاں بھی اللہ کا نام لیتا تو بچ جاتا۔

خدا سے مانگ جو کچھ مانگنا ہے اکبر

تو تفاضل مقامی کے لحاظ سے بھی ؏

نماز اگر مسجد میں ادا کی جائے تو دس گناہ ثواب۔ بیت المقدس میں تو پانچ سو گناہ ثواب۔ مسجد نبوی میں تو ایک ہزار گنا۔ مسجد الحرام مکہ شریف میں تو ایک لاکھ گنا اور جہاد یا مورچہ میں بیس لاکھ گنا ثواب ہے تاکہ مسلمان کو جہاد کی رغبت رہے اجر کمائے یہ تو ہماری بدبختی ہے کہ شیطان نے دنیا کیلئے چست اور آخرت کیلئے سست بنایا۔ مکان کے اعتبار سے نماز کا بڑا درجہ ہے۔ تفاضل زمانی زمان کے اعتبار سے قرآن سے استنباط۔ لیلۃ القدر خیر من الف شہر عزت والی رات ہزار ماہ سے زیادہ ہے۔ دو صحابہ کرامؓ کو لیلۃ القدر والی شب میں کھارا پانی میٹھا معلوم ہوا ہے اور درختوں وغیرہ کا جھک جانا بھی گاہے گاہے درست ہے۔ ایک رات ہزار ماہ کی راتوں سے بہتر ہے منذری میں کہ مسجد الحرام میں ایک نماز کا ثواب لاکھ کے برابر ہے تو ایک روپیہ مسجد الحرام میں دینا لاکھ کے ثواب کے برابر ہے۔ اسی طرح لیلۃ القدر میں ہر عبادت کے اجر میں اضافہ ہے۔ متحدہ ہندوستان کے بہت بڑے قاری تھے انہیں ایک سو

روپیہ ماہوار تنخواہ پر قلات میں مقرر کیا تو انہوں نے کہا کہ ساری عمر ایک صد روپیہ ہی رہی ہے اس سے بڑھی نہیں فرمایا کہ میں یتیم تھا میری ماں دعا کرتی تھی کہ یا اللہ میرے بچہ کی تنخواہ ایک سو روپیہ کر تو یہ ماں کی دعا ہے اب بڑھاؤ سہی تو نہیں بڑھے گی۔ تو اگر لیلۃ القدر نظر آ جائے تو خدا سے کیا مانگنا چاہیئے۔ مسلم شریف کی روایت ہے کہ یہ سوال حضرت بی بی عائشہ صدیقہؓ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے کیا۔ تو آپ نے فرمایا اللھم اِنکَ عفوٌ تحبّ العفوَ فاعفُ عَنّی۔ پیر ملک ایاز کا واقعہ کہ غزنوی نے ایک شاہی جشن منایا کہ جو کچھ جس کا جی چاہے شاہی خزانہ سے لیلے تو کسی نے پیسے کسی نے گھوڑے وغیرہ لئے مگر ایاز رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں ہاتھ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے کندھوں پر رکھ کر عرض کی مجھے تو آپ چاہییں۔ تو اس طرح اگر خدا ہمارا ہو گیا تو سب کچھ ہمارا ہو گا۔ صحیحین کی حدیث شریف کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو کوئی مشکل آ پڑتی تو نماز ادا کرتے تھے۔ یہ عمل بعینہ قرآن کے مطابق تھا واستعینوا بالصبر والصلوۃ کہ اگر کوئی تکلیف آ پڑے تو صبر کرو اور نماز پڑھو۔ امام منذری رحمۃ اللہ علیہ نے صلوۃ الحاجۃ ایک باب باندھا ہے عثمان ابن حنیف کی حدیث ہے کہ جس کو کوئی مشکل آ پڑے وضو کر کے دو رکعت نفل پڑھ کر ان الفاظ سے دعا کرے۔ اللھم انی اتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ

اللھم شفعہ فیما وان تقضی لی حاجتی یا محمد انا اتوجہ بک الی اللہ۔ ایک شخص حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں آیا اس کی آنکھ خراب تھی تو یہی مذکورہ بالا دعا پڑھنے کو فرمائی تو آنکھ درست ہو گئی۔ عثمان ابن حنیف فرماتے ہیں کہ ایک غریب شخص آیا کہ بار بار جاتا ہوں مگر سیدنا حضرت عثمان غنیؓ توجہ ہی نہیں فرماتے تو یہ مذکورہ بالا کا طریقہ انہیں بتایا پھر جب گیا تو حضرت عثمان غنیؓ تشریف لے آئے توجہ فرمائی اور کام بھی کر دیا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ سے کسی انگریز نے سوال کیا کہ آپ نے فرمایا قرآن میں سب کچھ ہے اور سب کچھ ہو سکتا ہے اگر انسان قرآن پڑھے تو کیا ہل جوتے بغیر ہل ہو سکتا ہے آپ نے فرمایا ہاں قرآن میں ایسی برکت ہے تو انگریز نے ایک تانبے کا پیسہ نکالا اور کہا کہ اسے سونا بنا دکھاؤ تو حضرت شاہ صاحب نے ہاتھ میں لیکر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر پھونک ماری تو سونا ہو گیا تو انگریز نے کہا کہ کوئی اور بھی کر سکتا ہے فرمایا مولوی کا قصور ہو گا مگر بسم اللہ کا تو کوئی قصور نہیں۔ ایک اور طریقہ ہے کہ بیس رکعت نماز نفل پڑھے اس کے بعد سجدہ میں سات مرتبہ آیتہ الکرسی پڑھے اور قل ھو اللہ سات مرتبہ اسی سجدہ کی حالت میں پڑھے اس کے بعد سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر دس مرتبہ پڑھے پھر اپنی دعا مانگے۔ محمود غزنوی رحمتہ اللہ علیہ نے سومنات کے مندر کے

معرکہ کے موقعہ پر دعا مانگی غائبی امداد میں سیاہ بادل آئے اور فتح نصیب ہوئی خود پاکستان کے بحری بیڑہ نے بھارت کا اڈہ تباہ کیا واپسی پر پاکستانی بیڑہ کو خطرہ لاحق ہوگیا تو خدا تعالی نے سیاہ بادل بھیجے اور خطرہ ٹل گیا ہمارا جہاز ہی انہیں نظر نہ آیا۔ حضرت عباسؓ سے ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک نماز بتلاؤں تو اللہ تعالی کے قریب ہوجائے گا۔ اور گناہ ختم ہوجائیں گے جمعہ یا کسی دن صلوۃ التسبیح پڑھ پہلی رکعت میں سورۃ تکاثر۔ دوسری میں والعصر۔ تیسری میں قل یاایھاالکفرون۔ چوتھی میں قل ھواللہ احد۔

درس نمبر۵
۳۰-۱-۱۹۶۶

انفاق فی سبیل اللہ

ومما رزقنٰہم ینفقون تقویٰ کا تیسرا ستون انفاق فی سبیل اللہ ہے۔ آیتہ کا معنی کہ ہم نے جو کچھ دیا ہے راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں۔ عربی زبان اور شرعی اصطلاح میں رزق ہر اس نعمت کا نام ہے جو خدا نے انسان کو بخشی ہے۔ اس نعمت سے دیدینا انفاق فی سبیل اللہ ہے۔ (1) منفق راہ خدا میں خرچ کرنے والا۔ (2) منفق جو چیز خرچ کی جائے اور۔ (3) منفق علیہ جس پر چیز خرچ کیجائے۔ (4) منبع رزق یعنی رزق کا سرچشمہ۔ (5) اور ہے انفاق فی سبیل اللہ کا طریقہ۔ منفق و انفاق کا مسئلہ ایسا ہے کہ اس پر تمام ادیان عالم متفق ہیں۔ ہندو و یہود وغیرہ سب خیرات کرتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ اسلام میں منفق کیلئے ایمان شرط ہے۔ اگر ایک آدمی دس کروڑ راہ خدا میں دے لیکن ایمان سے محروم ہے تو اجر ایک کوڑی بھی نہیں ملے گا۔ جس کا ایمان نہیں وہ اللہ سے باغی ہے تو باغی کی تمام نیکیاں برباد ہوتی ہیں۔ کسی حکومت کا کوئی

ایک فرد اگر بغاوت کرے اور بغاوت سے پہلے اسکی بہت بھلائیاں ہوں مگر بغاوت کے بعد وہ سب بھلائیاں کالعدم ہو جاتی ہیں۔

(2)۔ انفاق کی قیمت اس وقت ہے جب اللہ سے تعلق ہو۔ بعض روایات میں ہے کہ دنیا میں کافر کو خیرات کامعاوضہ مل جاتا ہے موت کی سرحد کے آگے نہ ملے گا۔ تو ایک شرط ایمان کی دوسری شرط یہ کہ اخلاق ہو کہ دینے میں صرف خدا تعالی کی رضا مقصود ہو۔ دیگر کوئی مقصد نہ ہو۔ امام منذری رحمتہ اللہ علیہ سے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ ایک آدمی بہادری کی شہرت حاصل کرنے کیلئے جہاد کرے تو فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بہادری کے خیال سے کوئی اجر نہیں۔ اجر لاشریک ہے وہ نیک کام میں شریک کو جائز نہیں سمجھتا اس لئے انفاق میں مقصود محض رضا الٰہی ہو یہ ہے اخلاص کا درجہ اور۔ (3) تیسری چیز ہے نیت کہ اس مال کے دینے میں جو معاوضہ آگے ملے گا دیتے وقت اس کا تصور ہو کہ ادنی دیکر اعلی لونگا۔ ان اللہ یربی اللقمۃ اوللتمرۃ کما یربی احد کم۔ اللہ تعالی لقمہ دیتا رہتا ہے یہاں تک کہ احد کا پہاڑ ہو جاتا ہے۔ تو انفاق کا معاملہ ایسا لین دین ہے جس میں سراسر نفع ہے۔ حضرت مفتی محمد حسن رحمتہ اللہ علیہ لاہور میں ایک بزرگ تھے پاؤں پر پھوڑا نکلا پاؤں کاٹنا تھا بیہوشی کرانے سے انکار کر دیا بس متوجہ الی اللہ ہوئے اور پاؤں کاٹ لیا گیا۔ تو چیک

اپ پر معلوم ہوا کہ نبض جیسے آپریشن سے پہلے تھی ویسے آپریشن کے بعد چل رہی تھی۔ حضرت نے فرمایا پاؤں کاٹنا ایک مصیبت ہے اور ہر مصیبت پر معاوضہ ملتا ہے تو میں اس معاوضہ میں غرق تھا پاؤں کاٹنے کی تکلیف کا پتہ ہی نہیں چلا۔ منفق کیلئے نیت۔ اخلاص اور ایمان ضروری ہیں اور یہ چیزیں بیان ہوئیں۔ باقی ہے منفق کہ کیا چیز خدا کی راہ میں خرچ کی جائے۔ امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سے وہ چیزیں مراد ہیں جن سے ہم دوسروں کی اعانت کر سکتے ہیں۔ جمیع معاونتہ التی اتاھم اللہ من نعمہ الظاہر والباطنتہ یہ ہے امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت۔ ممارزقنھم فرمایا نہ کہ من اموالھم تخصیص نہیں کی بلکہ جو کچھ ہم نے دیا ہے خرچ کرتے ہیں یہ کچھ کا معنی من تبعیض کیلئے ہے۔ اور اگر من تبعیض کیلئے ہو تو معلوم ہو گیا کہ جو کچھ دیا ہے خرچ کرتا ہے۔ منفق کہ اللہ کے راہ میں وہ صرف کریں جو کچھ اللہ تعالی نے دیا ہے۔ (1) مال۔ (2) قوت بدنی۔ (3) اولاد۔ (4) جاہ و عزت کہ ایک آدمی لوگوں میں مقبول ہو یہ بھی عطیہ حق ہے۔ (5) منصب حکومت۔ (6) علم یہ سب چیزیں و ممارزقنھم میں شامل ہیں ان سب کے متعلق فرمایا ینفقون کہ خدا کے راستے میں خرچ کرتے ہیں اس لئے قرآن کے مقدس حکم پر ہمارا عمل جب ہو گا جب ہم ان چیزوں کو خدا کے راہ میں خرچ کریں گے۔ انفاق ہر ادیان میں ہے مگر اسلام نے

صحیح معنوں میں پیش کیا۔ انفاق کو مال کے سلسلہ میں کچھ مثبت اور کچھ منفی چیزیں ہیں۔ کہ کون سی چیزیں دیں راہ خدا میں اور کونسی نہ دیں۔ جو موجود ہونا ضروری ہے وہ مثبت اور جو نہ ہونا وہ منفی۔ مثبت میں پہلے یہ کہ مال حلال ہو یا ایہا الذین آمنو انفقوا من طیبات اے ایماندارو جو چیزیں تم نے کمائی ہیں یا ہم نے اگائی ہیں ان میں سے تم دو۔ حدیث شریف کہ اللہ تعالی پاک ہے اور چیز بھی پاک ہی پسند کرتا ہے۔ ھدایہ شریف میں ہے کہ اگر مال حرام کا ہو تو نیت ثواب کی نہ کرے بلکہ مسکین کو دیتے وقت نیت کرے کہ یا اللہ میں گناہ سے نجات حاصل کر رہا ہوں آخر ایک دن قبر میں جانا ہے۔ مثبت میں دوسری چیز۔(2) حلال کے علاوہ محبوب چیز ہو۔ یعنی گھر میں دو قسم کے کھانے پکے ہیں تو راہ خدا میں عمدہ کھانا دو یہ حقیقت میں خدا تعالی کو دینا ہے نہ کہ مسکین کو تو خدا کی شان کو تو دیکھو۔ اس کا یہ معنی نہیں کہ کم درجہ کی چیز کا ثواب نہیں ان اللہ لایضیع اجرالمومنین۔ کامل نیکی اس وقت ملے گی جب محبوب چیز خیرات کر دو۔ ایک صحابیؓ نے لن تنال البر حتی تنفقوا مما تحبون کی آیت پاک نازل ہوئی تو اس کا ایک کنواں تھا عرض کی یا رسول اللہ اس سے مجھے اور کوئی چیز پیاری نہیں میں اسے خیرات کرتا ہوں آپ نے فرمایا تو اس میں سے اپنا حصہ بھی رکھ اور غریب رشتہ داروں میں بھی تقسیم کر چنانچہ ایسا ہی کیا گیا آگے بیان آئے گا کہ

رشتہ دار کو دینے میں زیاد ثواب ہے۔ (3) چیز اظہار حب کہ دیتے وقت دل میں خوشی محسوس کرے پیشانی میں شکن نہ ڈالے۔ یطعمون الطعام علی حبہ الخ حدیث شریف حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے ایک دن بکری ذبح کی تھی آپ تشریف لائے تو میں نے عرض کی لا یبقی الا الکتف صرف کندھے کی بوٹی ہے باقی راہ خدا میں دیدیا فرمایا نہیں یوں کہو کہ بکری پوری سب باقی ہے مگر اس کے کندھے کا گوشت نہیں یعنی جو چیز راہ خدا میں صرف کی وہ باقی ہے باقی سب غیر باقی ہے یہ تین مثبت چیزیں ہیں جنکو انفاق کے وقت پیش نظر رکھنا چاہیئے۔ منفی تین ہیں المن۔احسان جتلانا۔ والاذی۔زبان سے ستانا۔ والریاء۔نمائش کرنا یہاں تک کہ جس کو خیرات دیجائے اور وہ تم سے برائی کرے تو اسے احسان مت جتلاؤ۔ لا تبطلو اصدقتکم بالمن والاذی تم اپنی خیرات کو برباد نہ کرو احسان۔ ایذا اور ریاء سے یہ کل چھ ہو گئیں انفاق کیلئے باقی ساتویں چیز کہ رضا الٰہی اور تزکیہ قلب ہو وابتغاء مرضات اللہ وتثبیتاً جو لوگ اللہ تعالیٰ کے رضا اور نفس کو خوگر اور عادی بنانے کیلئے دیتا ہے۔ الشیطان یعدکم الفقر الخ شیطان تم کو غربت کا ڈر دیتا ہے حدیث شریف کہ ہر روز صبح کے وقت ایک فرشتہ دعا کرتا ہے کہ یا اللہ جو خیرات دے اس کا بدلہ اسے بخش دے اور جو نہ دے اسے برباد کر یہ دوسرا فرشتہ کہتا ہے تو اسلام میں نفس کو عادی بنانا ہے۔ پہلے تو

نفس بے چین ہوتا ہے مگر بعد میں عادی ہو جاتا ہے۔ حدیث پاک ہے کہ نزع کے وقت تک خدا کو نہ بھولو اور نہ نفس سے بے خبر رہو نفس ایک سانپ ہے مگر سامان نہ ہونے کی وجہ سے خاموش ہے جس وقت سامان ملا تو یہ فوراً ابھرے گا ہمارا نفس فرعون سے کم نہیں۔ من انفسکم کہ نفس کی اصلاح کرتے رہو۔ یہ منفق مال کا بیان تھا مال کے بعد قوت بدنی کہ قوت بھی خداداد ہے اسے بھی راہ حق میں صرف کرنا چاہیئے۔ حدیث دلوان تلقی اخاک بوجہ طلیق اور کچھ نہ کرسکو تو اپنے بھائی سے کشادہ پیشانی سے ملو تاکہ دل خوش ہو جائے و تعاونوا علی البر والتقوی بدن کا انفاق یہ کہ اگر کوئی آدمی نیک کام کرتا ہو تو تم اس کے ساتھ مل جاؤ۔

حدیث شریف کہ تم کنواں سے پانی نکال کر اپنے بھائی کے ڈول میں ڈالدو تو یہ بھی قوت بدنی کا خرچ ہے۔ حضرت موسی علیہ السلام نے دو لڑکیوں کے جانوروں کو پانی پلایا فسقی لھما یہ حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادیاں تھیں۔ سایہ میں آکر بیٹھ گیا اور کہا کہ اے خدا تو جو بھی خیر اتار دے میں اس کا محتاج ہوں حضرت شعیب علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو روزی ٹھکانہ اور شادی بھی ہو گئی۔ انی لما انزلت الی من خیر شئی فقیر بزرگوں نے کہا ہے کہ اس آیت کے ورد سے مصیبت ٹل جاتی ہے حدیث شریف اتباع الجنائز یہ بھی بدنی قوۃ کے انفاق فی سبیل اللہ سے تعلق رکھتی

ہے آگے عیادۃ المریض کہ مریض کی طبع پرسی یہ نہ ہو کہ صرف دوست کے پاس جاؤ اور غیر کے پاس نہ جاؤ تو یہ جانا خدا کیلئے نہ ہوا۔ بلکہ روایات سے یہ ثابت ہے کہ کافر کی بیمار پرسی پر بھی ثواب ہوتا ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہودی کے لڑکے کو پوچھنے گئے تو اس کو فرمایا اسلم تم اسلام لاؤ ساتھ باپ بھی بیٹھا تھا تو بچہ نے باپ کی طرف نگاہ ڈالی تو باپ نے کہا کہ محمدؐ کی بات مان لو تو وہ مسلمان ہو گیا۔ آج تو مسلمان بدی سے نہیں ہٹتا۔ تو مطلب یہ کہ عیادۃ المریض۔ سلام عند اللقاء ملاقات کے وقت سلام کہنا غیر کو بھی کرنا چاہیئے کیونکہ دوست کو تو کافر بھی کرتے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا ای الاسلام خیر ان تطعم الطعام وان تقرو السلام علی من جس کو جانتا ہو اور نہ جانتا ہو اور ایک روایت میں ہے ان ناشئۃ اللیل ھی اشد الخ کہ بستر سے اٹھو اور راہ خدا میں تہجد پڑھو اور یہ کہ چھینک پر الحمد اللہ پڑھو۔ یہ بدنی قوت کے خرچ میں مسلمان کا حق ہے میں نے اسی طرح کیا تو بمبئی میں ایک نو مسلم ملا جو پہلے عیسائی تھا اس نے کہا کہ اس چھینک کی حدیث سے مسلمان ہوا ہوں۔ وہ ڈاکٹر تھا کہنے لگا کہ چھینک میں بعض اوقات گردن کی رگ کٹ جاتی ہے تو اگر چھینک کے بعد زندہ رہے تو شکرانہ کے طور پر الحمد اللہ کہو یرحمک اللہ کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر رحم کیا ڈھاکہ میں میں نے ایک نو مسلم کو دیکھا وہ یہ حدیث کہ کتے کے

برتن کو سات دفعہ دھوؤ تو میں نے غور کیا کہ یہ بات کس طرح ہے
مگر آج مسلمان انکار حدیث کا فتنہ بنا رہے ہیں قرآن و حدیث الگ
نہیں ہوسکتے۔ کافر حدیث کی وجہ سے مسلمان ہو رہے ہیں مگر آج
اپنے ہاں فتنہ انکار حدیث ہے تو اس ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ میں
نے تحقیق کی کہ ہر کتے کے منہ میں جراثیم ہیں برتن میں منہ ڈالنے
کے بعد وہ جراثیم برتن میں منتقل ہو جاتے ہیں تو کیمیائی تحقیقات
کے بعد کتے کے لعاب کے ازالے کے لئے کیا چیز ہو تو اس کا علاج
نشادر ہے اب یقینی بات کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی
امت جنگل و سمندر وغیرہ میں سفر کرتی ہے۔ تو ہم نے تحقیق کی کہ
نشادر کہاں سے پیدا ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ مٹی کی ہر چیز میں نشادر
ہوتا ہے اس لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مٹی
سے صاف کر لو مٹی نشادر کا کام کرے گی۔ نظر بخشیں چناں بستم
جہاں گرفت تماشا لخ آپ کی روشنی تمام جہان میں پھیل گئی مگر ہم
نے تماشا سے فراغت حاصل نہیں کی حضرت خدیجہ الکبریٰ رضؓ کہ جو
آدمی حیران ہو اس کی اعانت کرو مثلاً ایک شخص کی گٹھڑی نہیں
اٹھتی تو اسکی اعانت کرو اسی طرح مریض کے علاج کے سلسلہ میں یہ
تمام بدنی قوت کے متعلق ہیں۔ (3) مال ہے یہ بھی بدنی قوت سے
تعلق رکھتی ہے رسالہ قشیر یہ میں حضرت ابراہیم ادھم جو بلخ کے
بادشاہ تھے ان کا ایک ساتھی بیمار ہوا تو دونوں کا ایک مشترک گدھا

تھا اور عرب کا گدھا گھوڑے کا کام دیتا ہے تو ابراہیم ادھم رحمتہ اللہ علیہ نے وہ گدھا فروخت کر کے بیماری پر خرچ کر دیا تو ساتھی نے کہا اب سفر کس طرح کریں گے فرمایا میرے کندھے پر یہ ہے انفاق فی سبیل اللہ بدنی قوت کا تو آخر اس مریض کو تین منزل کندھے پر لے گئے۔ (4) چوتھی چیز اولاد ہے یہ بھی و ممار قسم ہے بہت لوگ دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ اولاد صالح عطا کر۔ اولاد کو راہ خدا میں صرف کرنے کا یہ معنی کہ انہیں دین سکھاؤ یعنی خدا اور نبی کی بات سکھا دو۔ اگر ایک بات بھی انہیں روزانہ سیکھائی جائے تو زیادہ ہو جاتی ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کہ پنگھوڑے سے لیکر قبر تک دین سیکھنے کا موقع ہے حدیث شریف میں ہے کہ اگر آدمی خدا تعالی کا درس سننے کیلئے یا سنانے کیلئے جائے اور موت آگئی تو جنت واجب ہے قوا انفسکم و اھلیکم نارا۔ روح المعانی میں علامہ الوثی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ تُؤدِّبُوھم و تعلموھم اولاد کو علم دین اور ادب سکھاؤ۔ امام منذری رحمتہ اللہ علیہ نے طبرانی سے منقول سب سے بڑے راوی حضرت ابی ھیریرہؓ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ مدینہ کے بازار میں گئے اور فرمایا بندہ خدا یعنی لوگو تم یہاں ہو اور مسجد نبوی میں میراث صلی اللہ علیہ وسلم تقسیم ہو رہی ہے۔ لوگ بھاگے پہنچے دیکھا کہ میراث تو تقسیم نہیں ہو رہی وہ واپس لوٹے تو حضرت ابی ھریرہؓ نے پوچھا مسجد نبوی میں کیا دیکھا کہا کہ درس قرآن ہو رہا

ہے فرمایا یہی میراث رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے تو چنانچہ لوگ جاکر
درس میں شامل ہو گئے۔ تو دنیا کے کمانے سے نہیں روکتے مگر قبر
سے آگے جو ہمیشہ کیلئے رہنا ہے وہاں کیلئے اولاد کو تیار کرو۔

درس نمبر ۶
۴-۲-۱۹۶۶

مُنفَق عَلیہ کا بیَان

ومما رزقنھم ینفقون۔ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کا بیان ہے۔ (1) ایمان بالغیب۔ (2) یقیمون الصلوۃ۔ (3) انفاق فی سبیل اللہ اس میں تمام مذاہب متفق ہیں۔ یہ بین الاقوامی نیکی ہے۔ گذشتہ درس میں منفق۔ منفق کا بیان تھا اب منفق علیہ کا بیان ہے کہ مال کو کس پر خرچ کریں شریعت نے کسی معاملہ کو مبہم نہیں رکھا اگر آدمی مسکین چاہے کافر ہو یا مومن کو خیرات دے تو سب کو صحیح ہے یہ ہے اللہ تعالی کی رحمت کا دائرہ جو وسیع ہے۔ جمع الفوائد میں ہے الناس عیال اللہ کہ الناس عیال اللہ کہ تمام اولاد آدم اللہ کا کنبہ ہے۔ کنبہ وہ جو رشتہ دار اور بال بچے وغیرہ ہوتے ہیں اس سے وسیع اور فراخ مذہب کونسا ہوسکتا ہے۔

فاحسن

اللہ کے ہاں اچھا آدمی وہ ہوسکتا ہے جو اللہ تعالی کے کنبہ سے بھلائی کرے۔ الناس کا لفظ آیا ہے نہ کہ مومن کا۔

خیرات یا انفاق کی دو قسم ہیں۔ (1) انفاق واجب۔ (2) انفاق غیر واجب۔ مثلاً زکوۃ یہ خدا کی راہ میں خرچ کرنا لازمی ہے۔ اور ایک ہے عام خیرات جو غیر ضروری ہے زکوۃ کیلئے شرط ہے کہ مومن ہو اور مسکین ہو غنی نہ ہو اس کو دی جاتی ہے۔ اور باقی جو تمام کو دیجائے وہ خیرات ہے نہ کہ زکوۃ۔ کفارہ وغیرہ دونوں میں فرق مراتب بھی ہے۔ شریعت پر جتنی نظر ڈالی جائے تو اتنی باریکی نظر آتی ہے۔ ایک جگہ صدقہ کا ثواب زیادہ اور دوسری جگہ کم ہے۔ ثواب کی کمی بیشی کیلئے تین چیزیں ہیں۔ (1) قرابت (2) حاجت۔ یعنی رشتہ دار کو دینا اگر صدقہ واجب ہے اور اجنبی اور رشتہ دار محتاج کو دیا تو مراتب میں فرق ہے۔ اور صدقہ غیر واجب میں بھی یہی حال ہے۔ حضرت عبداللہؓ ابن مسعود بڑے صاحب علم صحابی تھے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں رشتہ داروں کے بعد ان کی آمد و رفت زیادہ تھی بعض لوگ تو آپ کو رشتہ دار جانتے تھے۔ ان کی بیوی زینبؓ مالدار تھیں تو ان کے ذہن میں خیال آیا کہ غیروں کو تو دیتی ہوں کیا شوہر کو بھی دے سکتی ہوں۔ تو حضرت بلالؓ جو اس وقت موجود تھے۔ ان سے کہا کہ یہ مسئلہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کردو۔ مگر میرا نام ظاہر نہ ہو جب حضرت بلالؓ نے عرض کی تو آپ نے فرمایا وہ کونسی عورت ہے عرض کی زینبؓ ہے فرمایا کونسی زینبؓ عرض کی زوجہ عبداللہؓ

ابن مسعود تو شارحین نے کہا کہ نام نہ بتلانا کا معنی یہ کہ خود نہ بتلانا اگر آپ پوچھیں تو پھر بتلا دینا کیونکہ حکم نبوی کا جواب تو فرض ہے۔ فرمایا لھا اجران اگر خاوند کو دیگی۔ تو اس کے دو اجر ہیں۔ (1) اجر القرابتہ۔ (2) اجر الصدقتہ۔ واتی المال علی حبہ ذوی القربی والیتمی والمساکین وابن السبیل قرآن نے قرابت دار کو پہلے ذکر کیا۔ قرآن نے انسان کے ذاتی جذبہ کے ساتھ کتنی مناسبت کی۔ ذاتی فطرت بھی انسان کی یہی ہے کہ قریب کو بھوکا نہ رکھو۔ اسلام دین فطرت ہے تو فطرت جس کو دینا پسند کرتی ہے ایک قرابت ہو اور دوسری حاجت۔ قرآن کا اعلان ہے کہ سب سے زیادہ محتاج کو صدقہ دو تو فقہاء نے فرمایا کہ جس بستی کی زکوٰۃ ہو وہ اسی بستی پر خرچ کرو مگر یہ کہ دوسری بستی سے اس میں زیادہ محتاج ہوں۔ یہ قانونی دلیل ہے کہ اللہ تعالی زیادہ ثواب اس صورت میں دیتا ہے جہاں محتاج زیادہ ہوں۔ ذی مسغبتہ یتیماً ذامقربتہ اومسکینا ذامتربہ۔ وماادرک مالعقبہ آخرت کی گھاٹی کو کیوں نہیں عبور کرتے۔ ایک تو یہ ہے کہ گردن آزاد کرنا۔ قحط کے دونوں میں کھانا کھلانا یتیم کو جو رشتہ دار ہو۔ اور ایسا مسکین جو مٹی میں لپٹا ہوا ہو یعنی نہایت ہی غریب ہے۔ و لیأکل طعامک الاتقیاء ایک صحابیؓ نے پوچھا ہمارا طعام کون کھائے فرمایا متقی۔ روزی کے تمام سر چشموں کا منبع کیا ہے۔ ومما رزقنھم ینفقون جو ہم نے دیا ہے خرچ کرتے ہیں۔ یعنی اپنی

چیز خرچ کرواتا ہوں۔ منع اس لئے فرمایا۔ کہ دنیا آسانی سمجھے کیونکہ دوسرے کی چیز دینا آسان ہے حدیث۔ کہ دنیا کی تمام چیزیں لعنتی ہیں الا عالم و متعلم کہ دین سیکھنے اور سکھانے والے کے سوا۔ تو قرآن نے فرمایا ومما رزقنھم کہ اس کی اپنی روزی بلکہ جو ہم نے دی ہے یہ منع رزق ہوا۔ وما بکم من نعمۃ فمن اللہ تمام نعمتیں جو تمہارے پاس ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کی ہیں۔ جب اللہ کی ہوئیں اور اللہ ہم پر مہربان ہے تو اس لئے انفاق میں بخل نہ ہونا چاہیئے۔ پھر اسلامی نکتہ نگاہ سے صدقہ و خیرات مال ختم کرنا نہیں بلکہ ایک تجارت ہے جو نفع دینے والی ہے۔ اور اس کے برابر اور کوئی نفع مند تجارت نہیں۔ قرآن ھل ادلکم علی تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم۔ تم کو ایسی تجارت نہ بتلادوں جو نفع بخش اور نجات دہندہ ہو تجارت میں آدمی ایک سو روپے کی چیز خریدتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ شاید دوسرے وقت میں یہ سوا سو روپے کی بن جائے۔ اس تجارت پر تمام کرہ ارضی کے تاجر مشغول ہیں۔ انسانی تجارت میں چند باتیں ہیں۔ انسانی تجارت میں نقصان کا احتمال ہوتا ہے۔ اور نقصان کے علاوہ معمولی نفع ہوتا ہے۔ مثلاً ایسی تجارت کم ہوتی ہے کہ سو کے بدلہ سو نفع ہو۔ تیسری بات یہ کہ منفع ناقصہ ہے اور منفع دائمہ نہیں۔ یا مر کر قبر میں تو کمائی چلی جائے گی۔ یا ویسے ہی ختم ہوجائے گی اور پھر چوتھی چیز یہ کہ دنیا کی تجارت میں محنت و مشقت ہے ظاہری بھی کہ فلاں فلاں جگہ

سے سامان خرید او غیرہ اور مشقت روحانی بھی کہ ہر وقت کا خطرہ کہ نہ جانے کیا ہوگا۔ دنیا کی تجارت ان تمام خطرات مین گھری ہوئی ہے۔ اللہ نے ایک اور تجارت لگا دی کہ اس میں نقصان کا قطعاً احتمال نہیں۔ اب اگر اللہ تعالی کی خوشنودی کیلئے صدقہ دیدیں تو بے فکر رہیں اس میں کوئی نقصان نہیں کیونکہ یہ معاملہ انسانی نہیں بلکہ خدائی تجارت ہے۔ حدیث شریف الصدقہ :

ایک مسلمان کی خیرات پہلے اللہ تعالی کے ہاتھ میں جاتی ہے بعد میں فقیر کے ہاتھ میں جاتی ہے تاکہ نفع کا یقین ہو تو ایک تو خطرہ کا احتمال نہیں اور نقصان کا احتمال نہیں اس کے علاوہ عام نفع سے اس کا منافعہ کہیں بڑھ کر ہے۔ صدقہ کے علاوہ ایک اور چیز بھی ہے مسلمان کو قرض دینا۔ ترغیب و ترہیب کی حدیث میں ہے کہ یہ صدقہ سے بڑھکر ہے ابن ماجہ میں روایت ہے۔ لیلتہ اسری یبیع اس شب کو یعنی معراج کی شب کو مکتوباً علی باب الجنتہ جنت کے دروازہ پر لکھا تھا الصدقتہ بعشر امثالہا کہ صدقہ کم از کم دس گنا ثواب والقرض بثمانیتہ عشر اور قرض اٹھارہ گنا ثواب ہے حالانکہ قرض میں دیتا ہے اور لیتا ہے مگر صدقہ میں واپس لینا ہی نہیں سوچ کے بعد معلوم ہوا کہ قرض کے ثواب کا زائد ہونا غالباً ایسے ہے کہ صدقہ میں پریشانی نہیں بس صدقہ دیا اور آگے لیں گے کوئی پریشانی نہیں مگر قرض میں رقم دی اور لینے تک پریشانی رہے

گی۔ خدا جانے واپس ملے گی یا نہ ملے گی اور کب ملے گی اس تکلیف کی وجہ سے اجر زیادہ دیا۔ حدیث شریف کہ پریشانی میں زیادہ ثواب ہے۔ دوسری وجہ یہ کہ واللہ اعلم صدقہ اپنی منشائے مطابق دیا اور قرض دوسرے کی منشائے مطابق۔ مثلاً صدقہ تو کہیں دو آنہ وغیرہ دیدیا۔ مگر قرضدار کی ایک ایسی حاجت بھی ہوتی ہے کہ ہزار دیا اس سے زائد کی رقم ضرورت ہوتی ہے تو اپنی منشاء کو اس کی منشائ پر قربان کر دیتے ہیں۔ پھر دس گنا کم از کم ثواب ہے۔ مثل للذین ینفقون فی سبیل اللہ اموالکم کمثل حبۃ انبتت سبع سنابل فی کل سنبلۃ ماۃ حبۃ یعنی سات سو گنا ثواب واللہ یضاعف لمن یشاء خدا اس سے بھی ڈبل کرتا ہے واسع علیم اللہ اس سے بھی فراخی کرنے والا ہے سات کا 14 سو اور 14 کا 28 سو من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالہا جو ایک نیکی کرے دس گنا ثواب دیتے ہیں ایک روپیہ کا ثواب اس دس کے برابر۔ دس گنا سات صد کے برابر۔ سات سو گنا 14 سو کے برابر۔ 14 سو گنا 28 سو کے برابر۔ 28 سو گنا۔ پانچواں درجہ حدیث شریف سے معلوم ہوا درہم یغلب ماۃ الف ایک روپیہ لاکھ روپے پر غالب ہے۔ قالوا ما ھو یارسول صلی اللہ علیہ وسلم جھد المقل ایک کروڑ پتی اللہ کی راہ میں ایک لاکھ روپیہ صدقہ دیتا ہے اور ایک غریب آدمی جس کی پوری کمائی ہی ایک روپیہ ہے وہ اللہ کے راستے میں دیدیتا ہے تو اللہ تعالی تو جانتا ہے کہ کروڑ پتی کے لاکھ

روپیہ دیدینے سے غریب کا ایک روپیہ دینا مشکل ہے۔ تو اس لئے
ثواب کی زیادتی فرمائی۔ تو انفاق فی سبیل اللہ کے پانچ درجے
ہوگئے۔ مراتب کچھ تو نیتہ پر مبنی ہیں۔ ہر چیز میں درجات ہوتے
ہیں اللہ تعالی نے سب چیزیں مراتب سے رکھی ہیں۔ ادنی درجہ
والے کو دس گنا اس سے اوپر سات سو گنا اسی طرح 28 سو گنا تک
نیت پر دارومدار ہے۔ انفاق کا طریقہ بھی اللہ تعالی نے کتنا آسان
رکھا ہے تجارت بھی اپنے لئے ہے خدا تعالی کیلئے نہیں مگر سب ذمہ
داریاں اللہ تعالی نے اپنے ذمہ لی ہیں۔ ایک تو تجارت میں یہ قاعدہ
ہے کہ جتنا مکانیت میں تفاوت ہوگا اتنا ہی فائدہ ہوگا مثلاً قلات سے
سیب ملتان لائیں تو زیادہ نفع ہوگا اسی طرح آم یہاں سے لے
جائیں وغیرہ۔ (2) تفاوت زمانی جتنا زمانہ زیادہ گذرتا ہے اتنا فائدہ
بڑھتا جارہا ہے جولائی میں خرید کر جولائی میں بیچو تو کم فائدہ اور اگر
محفوظ کر کے جنوری میں بیچو تو بہت فائدہ ہے۔ معلوم ہوگیا کہ مکان
و زمان کے لحاظ سے جتنا فاصلہ ہوگا فائدہ بڑھتا چلا جائے گا۔
ومما رزقنھم ینفقون۔ انفاق فی سبیل اللہ یہ تجارت ہے دنیا سے
آخرت کو چیز بھیجنا جو اصلی وطن ہے۔ اس مسافر خانہ میں عارضی
چند روز کیلئے آئے ہیں یہ ایک وسیع مسافر خانہ ہے۔ دنیا کی کل
تجارت دنیا کے دائرہ میں ہی ہے۔ لیکن انفاق فی سبیل اللہ یہ دنیا
سے آخرت کو بھیجنا ہے۔ آخرت کا فاصلہ اور زمانہ بھی دور ہے تو

اس لئے اللہ تعالی نے کثیر نفع فرمایا پھر عجیب بات کہ دنیا کی تجارت کی منتقلی میں کرایہ صاحب تجارت پر مگر یہاں بہت سی چیزیں صدقات کی شکل میں اصلی وطن کو بھیج رہے ہیں مگر کرایہ خدا تعالی کے ذمہ ہے یہاں آپ کا بھوکا بھائی ہے اس کو دیدو بس وہاں پہنچ گیا۔ صدقہ ہر مذہب میں ہے مگر اور مذاہب میں یہ تفصیلات کہاں ہیں۔ یہاں دنیا میں شک ہے اور وہاں تو شک ہی نہیں ومن احسن من اللہ حدیثا اللہ تعالی سے کون سچا ہے الشیطان یعدکم الفقر یہ شک ہے۔ نظام معاشی ایک بنیادی مسئلہ ہے۔ یورپ نے سوچا کہ اب تو ہم آسمان پر اتر رہے ہیں تو معاشی نظام میں دخل اندازی کی کوشش کی۔ روزی تو اللہ تعالی دیتا ہے یورپ کیا دے گا۔ یورپ تو روزی کی تقسیم نہیں جانتا۔ تقسیم رزق، تقسیم ضروریات حیات، تقسیم دولت، اموال اور دولت کے متعلق دنیا میں دو نظام رائج ہیں۔ (1) سرمایہ دارانہ نظام جو یورپ اور امریکہ کے اندر ہے جس سے مالدار امیر تر اور غریب غریب تر ہوتا چلا جا رہا ہے۔ روس وغیرہ میں اشتراکی نظام ہے۔ کہ تمام کام حکومت کے پاس ہوں رعیت کے سارے لوگ حکومت کے فرمان کے مطابق کام کریں اور ضروریات زندگی کے مطابق حکومت تنخواہیں دیگی یہ ہے اشتراکی یا سوشلزم یا کمیونزم نظام۔ ویٹ نام میں نظام کی جنگ ہے۔ کہتے ہیں یہ دونوں نظام جذباتی ہیں۔ اور انسان ہے

بھی جذباتی۔ انسان چونکہ جذباتی ہے جب ایک جانب روح کرلیتا ہے دوسری طرف مڑتا نہیں سرمایہ داروں کی طرفداری کرکے پورا نظام سرمایہ دارانہ بنایا صرف امراء کیلئے۔ دوسری قوم جذبہ میں آئی غریب کی طرفداری کی امراء کو قتل کیا تو اشتراکی نظام بنایا۔ مگر اسلام جذباتی نہیں حق پر ہے۔ یہ دونوں حق پر نہیں۔ راہ بین بین ہے ایک نظام اکتنازیت (یورپی)۔ اشتراکیت (روسی)۔ اقتصادیات (اسلام) والذین یکنزون الذھب والفضۃ الخ یہ قرآن نے اکتنازیت سرمایہ دارانہ نظام کی تردید کی ہے ترجمہ جو لوگ سونے چاندی کو اکٹھا کرتے ہیں اور غربا کا خیال نہیں کرتے۔ یعنی غیر کا حق نہیں جانتے۔ تو ان کو دردناک عذاب سنادو کہ یہ سونا چاندی جہنم سے سیک کر داغیں گے۔ اشتراکیت بھی درست نہیں کیونکہ ایک شخص کے پاس جائز شخصی ملکیت ہے تم چھین لو تم کون ہو۔۔ ملک خدا کا ہے تقسیم بھی وہی کرے گا۔ قرآن ولاتا کلوا اموالکم بینکم بالباطل الخ تم ایک دوسرے کا مال باطل طور پر نہ کھاؤ وتدلوا بھا الی الحکام اور اس معاملہ کو حکومت کے پاس نہ لے جاؤ۔ تاکہ لوگوں کا مال نہ کھا جائیں۔ حضرت علیؓ کی وصیت حضرت امام حسنؓ و حضرت امام حسینؓ کو بلایا فرمایا الارض للہ زمین سب اللہ کی ہے۔ جو چیز اللہ کی تقسیم بھی وہی کرے گا ما ارید من رزق الخ میں نے روزی کا سامان کرنا ہے اور عبادت تم کرو۔ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون ہم تو

عبادت کیلئے بنائے گئے ہیں۔ اکبر رحمتہ اللہ علیہ تمہارے مذہبی دعوے جو کچھ ہیں میں یہ سمجھونگا۔ عقیدوں کا اثر فکر معیشت پر کہاں تک ہے۔ والمال عاریتہ مال اللہ تعالیٰ کی امانت ہے جو آتی ہے جاتی ہے۔ لو کان عن قوۃ او من الغالبتہ روزی اگر قوت سے ہوتی تو باز چڑیا کی روزی کو اڑا لیتے۔ غنی کے لفظ پر علامہ زمخشری رحمتہ اللہ علیہ نے بحث کی ہے کبھی کبھی اللہ تعالیٰ دولت بیوقوفوں کو دیدیتا ہے۔ برما میں ساگوان کی لکڑی کا بہت بڑا تاجر تھا جو ہر مذہب کی خدمت کرتا تھا دیوبند کے مدرسہ کی بھی خوب خدمت کرتا تھا مولانا مرتضیٰ حسن رحمتہ اللہ علیہ اس کے پاس گئے وہ تخت سے اتر کھڑا ہوا اور مولانا کو اوپر بٹھایا۔ بکا کائینکا اس کا تکیہ کلام تھا۔ کہنے لگا مولانا دولت اور مال اچھی چیز نہیں مولانا نے فرمایا اگر اچھی چیز ہوتی تو تم کو ملتی۔ تمہیں تو بات کرنے کا ڈھنگ بھی نہیں۔ حضرت خواجہ عبدالقدوس رحمتہ اللہ علیہ ایک مرتبہ تقریباً سات دن سے بھوکے تھے اتفاقاً سہارنپور میں آئے ایک بنگلہ میں ظہر کی نماز ادا کی تو نماز میں شیطان نے وسوسہ ڈالا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ عظیم الشان بنگلہ تو ہندو کو دیا اور تو اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے کھانے کو روٹی بھی نہیں۔ ایک جھٹکا سا لگا بیہوش ہو کر گر گئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہندو کا کفر اور دولت تجھ کو دیدیں اور تیرا فاقہ اور ایمان اس کو دیدیں۔ بیہوش ہو گیا کہ کہیں اللہ تعالیٰ آرڈر نہ دے دیں کہتے ہیں چالیس دن اور کھانا نہ کھایا۔ سرمایہ دارانہ نظام، اشتراکیت اور اعتدالیت اسلامی نظام۔

درس نمبر ۷
۶-۲-۱۹۶۶

سرمایہ داری اور سوشلزم

کل ہم سرکاری دعوت پر ہیڈ سلیمانکی گئے بورے والہ کے راستہ سے ظہر کی نماز وہیں پڑھی پھر جہاد کے مورچوں پر گئے عشاء ہو گئی تو رات 4 بجکر 20 منٹ پر گھر پہنچا چونکہ درس نہ ہونے کا اعلان نہیں کیا تھا اس لئے میں نے کہا کہ ضرور واپس جاؤنگا۔ دینی خدمت کیلئے ہمارے اکابرین نے بہت تکالیف اٹھائی ہیں حضرت مدنی رحمتہ اللہ علیہ وغیرہ نے ہیڈ سلیمانکی پر ایک پل دیکھا جس پر بھارت نے بارش کے قطروں کی طرح بم گرائے ہیں مگر پھٹا ایک بھی نہیں اور نہ ہی کوئی بم پل پر پڑا۔ 17 روزہ جنگ میں شہیدوں کی تعداد کل پندرہ (15) ہے۔

ومما رزقنہم ینفقون۔ ایک سرمایہ دارانہ مغربی بلاک کا معاشی نظام ہے اور ایک اشتراکی جو مشرقی معاشی نظام ہے۔ اور ایک اسلامی نظام ہے انسان جذباتی ہے حد سے نکل جاتا ہے۔ مگر اللہ تعالی حکمت کے تحت کام کرتا ہے پہلے ان دونوں کو قرآنی دلیل سے رد کیا اب عقلی پہلو سے روشنی ڈالتا ہوں ۔ سرمایہ دارانہ کا خلاصہ یہ کہ

وسائل معاش اور اسباب رزق پر چند امراء کا قبضہ ہو اور دوسری چیز یہ کہ ایک کوڑی بھی بلا سود نہ دی جائے تاکہ امیر امیر تر ہو جائے اور غریب غریب تر ہو جائے۔ اور یہ گناہ پھیلتا پھیلتا ہم تک پہنچ گیا اس کو اکتنازیت کہتے ہیں۔ یہ سرمایہ دارانہ نظام ازروئے عقل ہر پہلو سے غلط ہے۔ تعلق مع النفس۔ تعلق مع اللہ۔ تعلق مع الانسان کی وجہ سے ایک اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیا یہ تعلق مع اللہ ہو گیا۔ اور ایک ہمارا نفس ہے تو تعلق مع النفس ہو گیا۔ تیسری چیز تعلق مع الانسان ہے کہ دنیا میں ہم ایسے کام کریں کہ تمام انسانیت کو فائدہ پہنچے۔ (1) خدائی حقوق۔ (2) اپنے نفس کے حقوق۔ (3) دیگر انسانوں کے حقوق۔ دیگر انسانوں کے حقوق کے نقطہ نظر سے یہ سرمایہ دارانہ نظام غلط ہے۔ سب سے اول تعلق مع اللہ ہے معنی یہ کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا کہنا مانا جائے باقی سب کو ترک کر دیا جائے اور کسی وقت بھی انسان ایسا خلل و عمل نہ کرے کہ اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کچھ اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ کے مامورات۔ نماز و غیرہ کو ترک کر دیا جائے اور دوسری یہ کہ منہیات کا مرتکب ہو یعنی گناہ کرے۔ حدیث شریف ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے حق کو کس وقت چھوڑ سکتا ہے۔ حدیث شریف حب الدنیا راس کل خطیئۃ مال اور حب دنیا ہر برائی کی جڑ ہے۔ حلال کمائی چاہے جتنی کماؤ۔ یہ حب الدنیا میں نہیں آتی۔ حب الدنیا یہ کہ مال

الٰہی قانون کے خلاف کمائے اور صرف کرے۔ قرآن پاک میں اس مضمون کی طرف اشارہ ہے کلا ان الانسان لیطغیٰ۔ انسان سرکشی پر آمادہ ہوجاتا ہے ان راہ استغنیٰ کہ جب میں غنی ہو گیا ہوں مال کی کثرت کی وجہ سے گناہ بڑھ جاتے ہیں۔ چور کے اندر چوری کا محرک کیا چیز ہے وہ یہی ہے کہ اسے مال سے محبت ہے۔ جب مال جائز طریقہ سے نہیں ملتا بس چوری سے کمالیا۔ رشوت لینے والے اسے حرام جانتے ہیں حلال تنخواہ کے باوجود رشوت لیتے ہیں۔ معلوم ہو گیا کہ دنیا سے محبت ہے یہ منہیات کا معاملہ ہے اور مامورات کا معاملہ یہ کہ بہت سے انسان نماز و غیرہ عبادات میں سستی کرتے ہیں مگر دنیا کے کاموں میں سستی نہیں کرتے وجہ یہ کہ دین سے دنیا کی محبت زیادہ ہے۔ تو سرمایہ دارانہ نظام سے ام الامراض حب دنیا پیدا ہوتی ہے کہ نہیں؟ یقینی بات ہے کہ پیدا ہوتی ہے۔ مجموعی طور پر اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو جائز حق میں رزق میں مساوی رکھا ہے ولکم فی الارض مستقر ومتاع الی حین۔ کسی کو مخصوص نہیں کیا وسخر لکم فی السموت والارض۔ اللہ تعالیٰ نے سب چیزیں تم سب کیلئے مقرر کی ہیں۔ وجعلنا لکم فیہا معایش۔ خدا سب کا ہے صرف ایک کو خاص نہیں کیا۔ تو وسائل رزق اور اسباب معاش جائز طریقہ سے ہر پر مقرر کئے نہ کہ کسی خاص شخص کو۔ امریکہ وغیرہ میں زمین خاص طبقہ کیلئے ہے۔ اسی طرح دارالعوام اور دارالامراء علیحدہ علیحدہ

ہیں۔ اور امیر و غریب کے گرجے الگ الگ ہیں۔ قربان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ اس نے وہ روشنی لائی جس نے ہزاروں سال کی برائی دور کی کلکم من آدم و آدم من تراب۔ تم آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے ہیں۔ لافضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا اسود علی الاحمر الا بالتقوی۔ گر تقوی خدا تعالی کو مقبول و منظور ہے۔ یہ ہے مساوات اسلامی۔ ہم چمن اسلام سے پیدا ہوئے ہیں ایک شاخ کی پتیاں ہیں۔ اصل بات یہ کہ تمام انسانوں کا خدا اور آخری نبی امی ایک ہیں اس لئے ہم مسلمان ایک ہیں۔ چہ گل صد برگ بارا گلاب کے پھول کی سو پتیاں ہوں تو خوشبو ایک ہے ہمارا نبی ایک ہم ایک ہیں یہ ہے مساوات اسلامی۔ بد بختی سے کفار کو اور تو کوئی چیز ہاتھ نہیں آئی صرف اتنا کیا کہ مسلمانوں کو آپس میں لڑایا۔ یہ ایک جدا مضمون ہے آگے آئے گا۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کیلئے
نیل کے ساحل سے لیکر تابخاک کاشغر۔

اب سرمایہ دارانہ نظام میں مال کی محبت زیادہ ہوتی جاتی ہے کیونکہ وسائل رزق پر قبضہ ہے جس کے پاس ہزار ایکڑ ہے تو آئندہ سال بڑھتی چلی جائے گی۔ تو امیر امیر تر اور غریب غریب تر ہوتا جائے گا۔ بڑی چیز یہ کہ الٰہی حقوق کی پامالی ہوجاتی ہے۔ اور دوسری چیز یہ کہ جب سود کا نظام ہے تو اس لحاظ سے خدا تعالی کے سارے

حقوق ختم ہو جاتے ہیں۔ احل اللہ البیع و حرم الربوا اللہ نے سود کو حرام اور تجارت کو حلال کیا ہے تو تعلق مع اللہ خراب ہو گیا۔ بہرحال اختصاراً یہ کہ اللہ کی ماموراتِ اور منہیات سے روکنے والی محبت دنیا ہے بوجہ سرمایہ دارانہ نظام کیونکہ جب اللہ کا حکم آئے تو اس کے حکم کو دنیا کی محبت سے ٹکرایا جاتا ہے مثلاً سود لینا۔ دوسری نفسیاتی چیز ہے مثلاً ایک انسان پاکیزہ اس وقت بنتا ہے۔ (1) کہ محبت الٰہیہ مال پر غالب ہو تو یقیناً کامیابی ہے۔ (2) دوسرا یہ کہ محبت آخرت محبت دنیا پر غالب ہو۔ سرمایہ دارانہ نظام جس میں سود ہے اس میں دنیا کی محبت آخرت کی محبت پر غالب ہو جاتی ہے۔ تو اس نظام میں حقوق نفس اور حقوق اللہ دونوں ادا نہ ہوئے کیونکہ نفس کو پلیدی سے بچایا جائے مگر سود سے تو یہ مرض بڑھتی ہے۔ سب انسانوں میں ایک برادری ہے اگر مؤمن ہو جائے تو دو برادریاں ہیں۔ایک انسان ہونے کی وجہ سے دوم مؤمن ہونے کی وجہ سے ان المؤمنون اخوۃ جب برادری ہے تو ہمدردی۔ قربانی اور ایثار کا تقاضہ ہے اور نفع عام کو نفع خاص پر ترجیح دینا یعنی تمام مسلمانوں کا نفع مراد ہو نہ کہ صرف اپنا ہو۔ جب کسی انسان پر مصیبت یا آفت آپڑتی ہے تو وہ قرض مانگتا ہے تو سود خور سود لگا کر رقم دیتا ہے۔ تقسیم کے بعد سود ہندو کا مسئلہ تھا مگر اب مسلمان لینے لگے ہیں ہندو سے مسلمان زیادہ لیتے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ روزی حرام

قلب میں جو کچھ نور تھا سب ختم ہو گیا۔ سود میں ہم نے دیکھا کہ ہمارے مال میں اضافہ ہو گیا اور یہ اضافہ کیوں ہوا۔ کہ ایک آدمی کو مصیبت و آفت پہنچی تھی اس نے اس سے قرض لیا تو سود خور ہر وقت سوچتا ہے کہ لوگوں پر آفت و مصیبت عام ہو تاکہ میرا سودی کاروبار چلے۔ تو جس آدمی کی زندگی ایسی ہو کہ دوسرے کے غم پر اس کی خوشی ہو تو اس کا کیا حال ہے ایک آدمی کے ہاں شادی تھی اس نے مولوی صاحب کو نہ بلایا۔ اتفاق سے اس کا باپ مر گیا مولوی صاحب کو چالیس دن روٹی آتی رہی چالیس دن بعد محلہ میں دوسرا آدمی مر گیا پھر وہاں سے چالیس دن روٹی آتی رہی اسی طرح کچھ عرصہ موت کا سلسلہ جاری رہا تو لوگوں نے دعا کیلئے عرض کی تو دوسرا مولوی صاحب اٹھا خدا سے خیرمت مانگو بلکہ شر مانگو تاکہ ہمیں بھی ٹکڑا ملتا رہے۔ شادی خوشی پر تو ہمارا حصہ ہی نہیں۔ اسی طرح سود خور کا حال ہے وہ بھی یہ کہتا ہے کہ لوگ پریشان ہوں تاکہ میرا سودی کاروبار چلے۔ تو معلوم ہو گیا کہ سرمایہ دارانہ نظام انسان دشمنی سکھاتا ہے۔ اس نظام سے انسانوں کی برادری ختم ہو جاتی ہے۔ مسلمان سود کو گناہ تو جانتا ہے مگر یورپ تو اسے گناہ بھی نہیں سمجھتا۔ حالانکہ سود توراۃ میں حرام ہے اس معاملہ میں تو پادریوں پر مولوی کو داد دو کیونکہ مولوی نے آج تک یہ مسئلہ نہیں بدلا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فتنہ کئے ہوئے اترے مگر پوری عیسائی

قوم بے ختنہ ہے خنزیر توراۃ میں حرام مگر کھاتے ہیں۔ اس لئے کہ پادری کھاتے ہیں اور چونکہ مولوی نہیں کھاتے تو عوامِ اسلام بھی نہیں کھاتی۔ پادری خود بھی سود کھاتے ہیں اور قوم کو بھی کہتے ہیں کہ کھاتے جاؤ۔ تو سرمایہ دارانہ نظام سے سود کی عزت پیدا ہوگئی۔

ہیگل یہ یورپ کا رہنے والا ہے۔ یہ نظام اشتراکی کا بانی ہے پھر دوسرے ملکوں میں پھیلا۔ اس سے معلوم ہوگیا کہ یورپ کے اندر جذباتی طور پر سرمایہ دارانہ کے مقابلے میں اشتراکی نظام پیدا ہوا۔ نہ کہ اعتدالی۔ اشتراکی نظام یہ کہ شخصی ملکیت ختم اور سب کچھ حکومت کے قبضہ میں ہو اور وہ اسے مساویانہ تقسیم کرے۔ اب اسی اشتراکی نظام سے تمام مغربی بلاک خائف ہے کہ یہ پھیل نہ جائے۔

لفسدت الارض۔ اللہ نے فرمایا کہ اگر میں ایک سے دوسرے کو نہ توڑوں تو زمین فاسد ہو جائے۔ گورنر خواجہ ناظم الدین سے کہا گیا کہ آپ اسلامی نظام قائم کریں کہنے لگا کہ اب تو ماحول ختم ہو گیا ہے۔ میں نے کہا کہ مولوی۔ عوام اور نصف سے زیادہ انگریزی پڑھنے والا طبقہ بھی اسلامی قانون چاہتا ہے۔ تو معلوم ہوگیا کہ 5 پانچ فیصد سے بھی کم کو تمہاری حکومت میں برتری ہے۔ میں نے کہا دیکھو کہ اشتراکی نظام کی پوری دنیا مخالف تھی تو اشتراکی نظام بنانے سے پہلے عیسائیوں نے دین کو بھی توڑنا شروع کیا اور حضرت عیسیٰؑ اور خدا تعالی کے بھی مخالف ہوگئے کہ نہ خدا ہے نہ عیسیٰؑ ہیں۔ لیکن

جہاں تک اشتراکیت کی حقیقت ہے وہ بالکل نہ پھیلتی مگر کم بختوں نے غریب کی آواز اٹھائی ہے کہ مزدوروں کی بھلائی ہے۔ آج اقبال رحمتہ اللہ علیہ کی آواز سے مزدوروں پر انسان کی بھلائی کو سنو۔

اس کے آب لالہ گوں کی خون دہقاں سے کشید
تیرے میرے کھیت کی مٹی ہے اسکی کیمیا
باطلس قبا خواجہ از محنت او
جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روزی
اسی کھیت کے ہر خوشہ گندم کو جلا دو

ایک صاحب نے کہا کہ جو آدمی مختلف نظریات رکھتا ہے۔ ایک عیسائی نے ایک کتاب لکھی ہے کہ سب سے مظلوم کتاب قرآن کریم ہے۔ کیونکہ ہر شخص اپنی منشاء کے مطابق اس سے معانی نکالتا ہے۔ وہ نہیں جانتا کہ قرآن ایک اعتدال ہے اور اعتدال اس وقت کہ کچھ اس سے لو اور کچھ اس سے لو۔ کچھ سرمایہ دارانہ سے اور کچھ اشتراکیت سے۔ تو اعتدال پیدا ہوگا۔ اب دوسرے درس میں بغیر تعصب کے اشتراکیت پر نگاہ ڈالیں گے۔

درس نمبر ۸
۱۱-۲-۱۹۶۶

سوشلزم

اس سے پہلے درس میں اسلام اور قرآن کی روشنی میں معاشی نظام کا بیان تھا کہ دنیا میں دو نظرئے ہیں۔ سرمایہ داری اور اشتراکیہ سرمایہ داری کا مختصر بیان گذر گیا۔ اب اشتراکیہ بیان ہو گا۔ آج کل خود مسلمانوں پر اشتراکی تحریک کا اثر پڑ رہا ہے۔ اور جو لوگ اسلامی نظام سے واقف نہیں وہ مائل ہو رہے ہیں۔ اشتراکی کا معنی یہ کہ ذرائع رزق اور معیشت کے اسباب پر حکومت کا قبضہ ہو۔ فزین لھم الشیطن اعمالھم۔ جب ایک غلط شئی کو کچھ خوشنما نہ بنایا جائے یا ہر دلعزیز نہ بنایا جائے تو یہ کیسے انجام پائے۔ تو اس میں ایک آواز ہے کہ یہ غریب نواز تحریک ہے۔ چنانچہ یہ تحریک مذہب اور خدا کے خلاف ہے اس میں مذہب اور خدا کی کوئی حقیقت نہیں۔ تو یہ دو خطرناک گمراہی کے مرتکب ہو گئے۔ اشتراکی نظام یہ چاہتا ہے کہ سب اولاد آدم کو مال میں برابر کیا جائے۔ یہ غلط ہے۔ اول وجہ یہ کہ یہ فطرت سے جنگ ہے اور جو فطرت سے لڑے گا وہ

شکست کھائے گا۔ البتہ اسلام دین فطرت ہے اس کا بیان آگے آئے گا۔ قبل یہ تحقیق کرنی چاہیئے کہ مال کمانے والی چیز کونسی ہے۔ وہ دو قوتیں ہیں۔ (1) قوۃ فکریہ۔ (2) قوۃ جسمانیہ۔ مال خود بخود آسمان سے نہیں اترتا بلکہ یہ دو قوتیں کماتی ہیں۔ آپ خیال کریں کہ حکومت کے جتنے ملازمین ہیں اکثر قوۃ فکریہ سے مال کماتے ہیں۔ اور دوم نمبر پر قوۃ جسمانیہ سے کمانے والے ہیں ان کا نام عمال ہے یعنی کام کرنے والے۔ مزدور تو جس مزدور کی قوۃ زیادہ ہوگی ہاتھ پاؤں زیادہ طاقتور ہونگے۔ وہ زیادہ کمائے گا۔ اور کمزور شخص کم کمائے گا۔ کل کسان وغیرہ کماتے ہیں ان کیلئے تعلیم کی ضرورت نہیں۔ تو مال ان دو قوتوں کا نتیجہ ہے اور یہ دونوں بھی خدا تعالی کی بخشش ہیں۔ تو مالی مساوات کا مطالبہ کرنا خلاف عقل ہے۔ کیونکہ اگر قوۃ فکری وقوۃ جسمانی مساوی ہوں تو تب مالی مساوات ہوسکتی ہے اگر یہ متفاوت ہوں تو پھر یہ کرنا کہ نتیجہ برابر ہوجائے یہ فطرت کے خلاف جنگ ہے۔ باقی فطری چیز کی حکمت یہ بعد میں بیان کروں گا۔ (مال) جس کا ذریعہ فکر و جسم ہیں۔ تو جب یہ تمام انسانوں کی برابر ہوں تو مال بھی برابر۔ لیکن خالق فطرت نے یہ دو طاقتیں کم و بیش رکھی ہیں۔ جسمانی اور دماغی طاقت میں کوئی برابر نہیں بہت بڑا فرق ہے معلوم ہوگیا نعمت کے خالق نے نظام متفاوت رکھا۔ ایک کو قوۃ بدنی قوی عطا فرمائی ہے دوسرے کو

نہیں۔ اسی طرح قوۃ فکریہ بھی۔ یہی وجہ ہے کہ ایک باپ کے دو بیٹے ہوتے ہیں برابر رقم دیکر دونوں کو کاروبار کرایا جائے تو آپ نے اکثر دیکھا ہوگا کہ ایک نفع تو نفع اصل رقم بھی ضائع کردیتا ہے اور دوسرا کئی گنا مال بڑھا لیتا ہے۔ یہ اس لئے کہ ان کی تخلیق قوۃ فکریہ میں کم وبیشی ہے۔ باپ نے تو مصنوعی اشتراکیت کی کہ دونوں کو برابر امداد دی مگر قوۃ الٰہیہ نے مصنوعی مساوات کو توڑ دیا ایک کو تو بہت کم نفع دیا اور دوسرا مالامال ہوگیا۔ یہ اس بات کا نتیجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دماغی روشنی فرق سے اور متفاوت پیدا کی ہے اس لئے روس نے انسانی فطرت کی گہرائی پر نگاہ نہیں ڈالی اور جذبہ میں آکر اشتراکی نظام قائم کیا حالانکہ وہ بھی نہ چل سکا۔ اس وقت لینن کی بہت سی چیزیں ختم کردی گئی ہیں۔ تنخواہوں وغیرہ میں فرق ہے مطلب یہ کہ یہ فطرت سے جنگ ہے اور دوسری چیز یہ کہ خلاف انسانیت بھی ہے اس لئے اس نظام نے شکست کھائی۔ دیکھو انسان اور حیوان میں بڑا فرق ہے۔ انسان حیوانات کے ذریعہ کماتا ہے۔ تو مقام حیوانیت یہ ہے کہ انسان اسکو اپنی کمائی میں استعمال کرے اور اسکی روزی اپنی طرف سے دیدے۔ مثلاً گھوڑا پندرہ روپے کمائے تو سارے پندرہ روپے گھوڑے کے نہیں ہوتے کیونکہ حیوان صاحب عقل نہیں تو انسان حیوانات سے کمائے گا اور اسے کھلائیگا لیکن انسان تو سب برابر ہیں۔ اگر ایک حکومت یہ کاروائی

کرے کہ انسانوں سے کمائی کا کام لے کسی کو زراعت اور کسی کو کارخانے وغیرہ میں لگا دے پھر تمام آمدنی حکومت سنبھال لے اور لوگوں کو روزی اپنی طرف سے دے تو یہ تو حیوانیت ہے یوں تو انسان انسانی مقام سے گر کر حیوان بن گیا اور عجیب بات یہ کہ اگر یہ نظام درست ہوتا تو انسان میں تو مالکیت کی صفت ہے حیوان میں تو نہیں۔ تو پھر یہ کام کر کے انسان کو تو حیوان بنانا ہوا۔ کیونکہ اس صورت میں انسان یہ سمجھتا ہے کہ ہمارا کپڑا اور روزی وغیرہ حکومت کے ہاتھ میں ہے تو انسان انسان کا پوجاری بن گیا خدا کا نام تو آئے گا ہی نہیں کیونکہ روزی رسانی سے تو خدا تعالی کی محبت بڑھتی ہے مگر یہاں تو روزی رسانی حکومت نے اپنی طرف منتقل کرلی۔ گرچہ برلب ہائے او نام خدا است۔ ایک خلاف انسانیت دوسرا خلاف محبت الٰہی۔ اس دوران میں چالاکی یہ کی جاتی ہے کہ میاں وہاں تو مزدور کی روزانہ کمائی بیس روپے اور یہاں دو روپے ہے یہ دھوکہ ہے کیونکہ وہاں ضروریات معاش حکومت کے ہاتھ میں ہیں تو اب اگر مزدور کی مزدوری کی قیمت 20 روپیہ کردی دوسری طرف (2) روپیہ کی چیز کو بیس روپیہ کردیا۔ یہاں سن لائٹ 8 آنہ کی ٹکیہ وہاں سات روپے ہے یہ بھی ایک دھوکہ ہے کہ وہاں مزدوری زیادہ ہے چوتھا نقصان یہ کہ پیغمبر علیہم السلام کے سوا سب طاقت غلطی کرسکتی ہے بے انصافی اور ظلم کرسکتی ہے۔

اب اگر اشتراکی نظام ہو تو حکومت کی غلطی کی اصلاح کیسے ہوگی کیونکہ میری معیشت کا نظام تو اس کے ہاتھ میں ہے۔ اس کا معنی یہ ہوا کہ اس نظام سے انسان کی حریت اور آزادی کا جذبہ دب جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ روس کے پورے ملک میں حکومت کے خلاف ایک لفظ نہ کوئی لکھ سکتا ہے اور نہ کوئی بول سکتا ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ کو اطلاع ہوئی کہ مصر کے گورنر لوگوں پر سختی کرتے ہیں۔ آپ نے فرمان بھیجا کہ تم نے ان کو کب غلام بنایا ہے ان کی ماں نے تو ان کو آزاد جنا ہے۔ یہ ہے حریت و آزادی۔ ایک مرتبہ خطبہ دے رہے تھے تو فرمایا اگر میں غلطی کروں تو تم کیا کرو گے تو ایک بدو نے نیام سے تلوار نکال لی کہ اسی وقت گردن اڑا دوں گا تو فرمایا جب تک یہ حریت یعنی آزادی مسلمانوں میں باقی ہے تو اسلام باقی رہے گا تو اسی طرح حاکم وقت کے سامنے عوام سر بسجود ہو تو آزادی کہاں۔

دین و دانش را غلام ازراں دہد

تابدن را زندہ دارد جاں دہد

طوالت میں نہیں جاتا سمجھ دار کیلئے اشارہ کافی ہے۔ پانچویں چیز سلب ہمت ہے کہ طاقت چھن جاتی ہے اشتراکی نظام میں۔ شخصی اختیار کا خیال تو انسان کے اندر ایک بجلی سی کی قوت بھر دیتا ہے کہ میں نے جو کچھ کمانا ہے وہ اپنے لئے کمانا ہے۔ تو شخصی

اعتبار سے اللہ تعالی نے ایک قوت رکھی ہے جو انسان کو مال کی کمائی پر آمادہ کرتی ہے۔ اورجب آدمی یہ سوچے کہ میں جتنا بھی محنت سے کماؤں مجھے حکومت کے لنگر سے دال روٹی اور سال بھر کے کپڑے ملیں گے تو اس سے کمانے کا جذبہ مجروح ہوتا ہے اور ہمت سلب ہوجاتی ہے کیونکہ اس میں شخصی کمائی کا اعتبار نہیں۔ چھٹی غلطی یہ کہ انسان کی ترقی کا مدار اس پر ہے کہ آدمی مال پر حکومت کرے نہ کہ مال اس پر حکومت کرے۔ حدیث شریف کہ برا ہے وہ شخص جو بچاری ہے نقدی کا۔ تو ہم یہ خیال و تصور کریں گے کہ ہم اپنے مال کے حاکم ہیں۔ اب اگر اللہ تعالی کے حاکم بنانے کے بعد اشتراکی نظام سے محکوم مال بن جائیں تو پھر اس میں روس کی رپورٹ کے مطابق کہ دو فیصدی کمانے والے کو ملتا ہے۔ اور 98 فیصدی حکومت کو ملتا ہے کیا یہ اشتراکیت ہے؟ اب قرآن کی روشنی کی طرف آتے ہیں۔ قرآن نے اشتراکی مساوات کو غلط ٹھرایا ہے۔ دو مساواتیں ہیں۔ (1) استحقاقی مساوات۔ (2) قانونی مساوات۔ یعنی فائدہ اٹھانے کے معاملہ میں مساوات ہونی چاہئے اللہ تعالی نے جو تمام چیزیں پیدا کی ہیں ان سے تمام انسانوں کو فائدہ اٹھانے کا برابر حق ہے ولکم فی الارض مستقر ومتاع الی حین۔ تم سب کو زمین میں رہنا ہی ضروری ہے اور فائدہ بھی اٹھانا ہے۔ وجعلنا فیھا معایش ۔ خلق لکما فی الارض جمیعا۔ ان تین

آیتوں سے معلوم ہوا کہ استحقاق ہے۔ یعنی زمین آدمؑ کو ملی تو زمین کے فائدہ سے تمام اولاد آدم کو حق ہے کمانے کا۔ اب اس کے تحت ایک بات ہے مطلب یہ کہ زمین اور اس کی کل چیزیں کل انسان کیلئے ہیں۔ اور دوسری آیت میں بیان کیا انظر کیف فضلنا بعضہم علی بعض۔ کہ ایک لاکھ پتی ہے اور دوسرا کھانا بھی نہیں رکھتا۔ ورفعنا بعضکم فوق بعض لیتخذوا بعضکم بعضا سخریا۔ تاکہ ایک دوسرے سے کام لے سکیں اس لیے ایک کو دوسرے پر فوقیت سے رکھا۔ ایک کو تجارت کی اجازت ہو اور دوسرے کو نہ ہو اسی طرح اسلام میں تمام معاملات۔ کل کے اخبار میں کہ فرانس کی عورتیں خوشیاں منا رہی ہیں کہ صدر ڈیگال نے یہ حق دیا ہے کہ عورت جو کمائے گی وہ بینک میں جمع کرا سکے گی۔ اے بدبختو یہ تو نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم نے 14 سو سال پہلے حکم دیا ہے۔ آگے ڈیگال نے ایک لفظ کہا ہے کہ البتہ عورت خرچ کرنا چاہے تو خاوند کے مشورہ سے خرچ کر سکتی ہے اس سے وہ تمام چیز ختم ہو گئی۔ مطلب یہ کہ جو دین فطرت سے ہٹا وہ گڑھے میں پڑا۔ (2) قانونی مساوات۔ کہ جو حقوق عورت کی ملکیت کے ہوں۔ مثلاً عورت بھی چیز بیچ سکتی ہے اور مرد بھی تو ایسی چیزوں میں عورتیں اور مرد برابر ہیں۔ خواجہ ناظم الدین رحمۃ اللہ علیہ قلات میں آئے تو فرمایا سوالاً کہ وراثت میں عورت اور مرد کا حصہ برابر نہیں؟ میں نے کہا کہ اگر

مساوات ہوتی تو فطرت کے خلاف ہوتی۔ یعنی فطرت کے لحاظ سے
غلط ہوتی۔ دین کے حصول اور پڑھانے میں عورت اور مرد میں کبھی
فرق نہیں۔ باقی جہاں فطرت کا تقاضا ہے وہاں فطرت کے لحاظ سے
کم و بیشی ہے۔ میں نے کہا شادی کے بعد مرد کیا بنے گا کہا کہ
خاوند۔ پھر باپ تو میں نے کہا کہ کیا اسلام میں یہ قانون نہیں کہ
شادی کے بعد بیوی کے تمام اخراجات شوہر کے ذمہ ہوتے ہیں۔
تو شوہر کا معنی یہ کہ بیوی بچوں کا بوجھ اٹھانا۔ بیوی کا معنی یہ کہ اپنا
بوجھ دوسرے کے گلے میں ڈالنا۔ تو اللہ تعالی نے فرمایا للذکر مثل
حظ الانثیین۔ کیونکہ فطرت کا تقاضا یہ ہے۔ پھر کہا کہ مجھے تسلی ہو گئی
کیونکہ میں غریب تھا میرا والد غریب تھا۔ ماں امیر تھیں ماں کی
وراثت سے چیز آئی میں نے تعلیم حاصل کی اور گورنر بنا۔ آج لوگ
کہتے ہیں کہ عورتوں کو عہدہ کیوں نہیں ملتا میں کہتا ہوں کہ اسلام
فطری ہے عام طور پر اللہ تعالی نے عقل و فکر کی طاقت اور جسمانی
قوت بھی خاص حکمت کے ماتحت مرد کو زیادہ دی ہے۔ یہ کسی
وقت بیان کروں گا۔ کیونکہ اسلام معاشرے کو درست رکھنا چاہتا
ہے اور معاشرہ تب درست ہوگا جب تنظیم ہو تو اس لئے فرمایا
الرجال قوامون علی النساء بخاری و مسلم شریفین کی حدیث اس قانون
کے تحت فان لم یکونا رجلین فرجل وامرٔتان ممن ترضون من الشہداء
ان تضل احدیھما۔ اس حدیث اور قرآن کی آیت گذشتہ میں بتلایا

گیا ہے کہ مرد اور عورت کی تعلیم کا مسئلہ عام ہے۔ لیکن دین فطرت موجود ہے میں یہ کہتا ہوں کہ آج کل تعلیم عام ہے مگر اس کے باوجود اس ملک کو چھوڑو یورپ وغیرہ کو دیکھو کہ کیا مرد پروفیسر، انجینئر، فوجی آفیسر وغیرہ کی تعداد کثیر ہے یا عورتوں کی۔ معلوم ہو گیا جو دین فطرت نے عقلی تفاوت کا اعلان کیا تھا وہ آج بھی موجود ہے۔ باقی قوت جسمانی کہ پنجاب میں گاما پہلوان تو تھا۔ گامی پہلوانی تو نہ تھی۔ اگر عورت کو کمانڈر انچیف بنایا جائے اور عین جنگ کے دوران اسے وضع حمل کی تکلیف ہو جائے تو وہ کیا جنگ لڑے گی جبکہ جنگ میں ایک منٹ کی کوتاہی شکست کا سبب بن جاتی ہے۔ ایک شخص آیا کہ عورت کو عقل کم کیوں دیا؟ میں نے کہا کہ پھر تیرے کنٹرول میں کیسے آتی۔ بہرحال اسلام میں استحقاقی اور قانونی مساوات ہے۔ لیکن مالی مساوات میں ایک ہے مصنوعی مساوات جیسے والد نے اپنے دو بیٹوں کو رقم دی اور باقی فطری مساوات اگلے درس میں بیان کروں گا۔

درس نمبر۹
۱۳-۲-۱۹۶۶

اسلام کا اعتدلانہ نظام

ومما رزقنھم ینفقون۔ اس سے پہلے درسوں میں معاشی اور نظامِ زندگی کے متعلق جو دنیاوی قانون تھے ان کی تردید کی گئی اب نظامِ اسلام کا بیان ہے۔ اسلام دین فطرت ہے تو ہماری زندگی کیلئے اسلام نے جو نظام دیا ہے اس سے اگر جو قوم ہٹ جائے تو وہ برباد ہوئی۔ سرمایہ دارانہ گمراہی ہے۔ ورفعنا بعضھم فوق بعض ------ سخریا۔ تو سرمایہ دارانہ نظام فطرت کے خلاف جنگ ہے۔ اگر کلی کے پاس دولت ہو تو وہ سامان نہیں اٹھائیگا بلکہ مالکِ سامان کو کھیگا کہ تو میرا سامان اٹھا۔ اسی طرح اگر مکان بنانا ہو تو مزدور کے پاس اگر پیسہ ہو تو کھے گا۔ ہم تم سے کوئی کم ہیں۔ یہ نظامِ باہمی۔ اس لئے قرآن نے کہا (سورۂ زخرف میں دیکھیں) رزق میں بعض کو بعض پر فوقیت رکھی تا کہ ایک دوسرے سے کام لے سکیں۔ باہمی نظام قائم ہو۔ حالانکہ مزدور اور کام کروانے والا دونوں حاجتمند ہیں۔ صرف غریب مزدور ہی بھوک کی محتاجی نہیں

رکھتا بلکہ امیر آدمی بھی غریب کا محتاج ہے۔ اب اسلام نے دونوں نظام کی تردید کی اور ایک معتدل نظامِ معاش قائم کیا۔ جس کیلئے اسلام نے چند اصول پیش کئے تاکہ ایک پاکیزہ فطری نظام پیدا ہو جائے۔ چنانچہ سرمایہ دارانہ نظام میں دولت ایک خاص طبقہ کے پاس آجاتی ہے۔ لکیلا یکون دَولۃً بین الاغنیاء میں چاہتا ہوں کہ اللہ کی دولت صرف امیروں تک چکر نہ کرے بلکہ غریب تک پہنچے۔ خون سے شخصی اور مال سے جماعتی زندگی قائم ہے۔ جعل اللہ لکم قیاما اس سے اللہ تعالےٰ نے تمہارا قیام رکھا ہے۔ اسے نادان بچہ کے حوالے نہ کرو۔ معلوم ہو گیا کہ دولت اگر دوسرے طبقہ تک نہ پہنچے تو موت ہے۔ اس لئے قرآن نے اشارہ کیا لکیلا یکون دولۃ بین الاغنیاء۔ تحدید فی الاکتساب کہ کمائی پر پابندی لگائی جائے تاکہ اعتدال رہے گرانی کبھی نایابی کیوجہ سے ہوتی ہے۔ "اور جب چیز ملے نایابی نہ ہو اور پھر بھی زیادہ قیمت پر تو یہ افراط زر کیوجہ سے ہوتی ہے۔" کیونکہ دولت بہت ہے آدمی یہ خیال نہیں کرتا کہ کیا بھاؤ ہے بس دکاندار نے مانگے اور اس نے دیدئے۔ تو افراطِ زر گرانی کا سبب ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام گرانی پیدا کرتا ہے اور اسلام اسے روکتا ہے۔ اسلام نے سود کو حرام اور تجارت کو حلال کیا۔ حدیث پاک۔ لعن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اٰکل الربوا و موکلہ۔ قرآن واحل اللہ البیع و حرم الربوا۔ حدیث پاک لعن رسول اللہ صلے اللہ علیہ

وسلم علی الراشی والمرتشی والرائش۔ یعنی اسلام نے حرام کمائی سے منع کیا۔ جوا بازی میں یورپ کی رپورٹ پچاس ارب روپیہ ہے۔ الرجس من عمل الشیطن تو تحدید فی الاکتساب سے اسلام نے حرام کمائی کے سب دروازے بند کر دئے۔ ایک تو تحریک دولت قائم کی کہ دولت کو حرکت دو بند کر کے مت رکھو۔ دوم تحدید فی الاکتساب قائم کیا۔ آپ نے یہ تجربہ کیا ہو گا کہ جنگ کے بعد گرانی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ جنگ سے پہلے ساری دولت حکومت کے پاس ہوتی ہے اور جنگ کے بعد یہ پوری دولت مختلف ذرائع سے عوام میں پھیل جاتی ہے تو اس سے افراط زر پیدا ہوا جو گرانی کا سبب ہے۔ پہلے زمانہ میں کھانے والوں کی تعداد کم تھی تو زمین بھی تھوڑی آباد تھی اب زمین بھی بہت آباد اور کھانے والے بھی بہت ہیں۔ تو پہلے زمانہ میں افراط زر نہ ہونیکی وجہ سے ارزانی تھی۔ جس حکومت میں ضروریات زندگی کی ارزانی ہو وہ اچھی حکومت ہے اور اگر گرانی ہو تو لعنتی حکومت ہے۔

اکبر رحمتہ اللہ سے علاؤ الدین رحمتہ اللہ تک اشیاء خوردو نوش کی قیمتیں:

اکبر رحمتہ اللہ کے زمانہ میں گائے کا گوشت دو(2) پیسہ میں چار(4) سیر تھا۔ سلطان عالمگیر اورنگ زیب رحمتہ

اللہ علیہ اکبر کے پڑپوتے تھے، دو(2) پیسہ میں گائے کا گوشت آٹھ سیر تھا۔ محمد تغلق رحمتہ اللہ کے زمانہ میں گائے کا گوشت ایک(1) پیسہ میں تین(3) سیر تھا۔ اکبر رحمتہ اللہ کے آخری دور میں ایک(1) پیسہ میں چار سیر تھا۔ محمد تغلق رحمتہ اللہ کے دور میں عمدہ سے عمدہ کپڑا ایک(1/00) روپیہ میں تیس(30) گز تھا۔ اکبر رحمتہ اللہ کے وقت میں جوار چھ(6) آنہ من، باجرہ پانچ (5) آنہ من، دودھ (10) آنہ میں ایک من۔ عالمگیر رحمتہ اللہ کے زمانہ میں مکھن دو(2) آنہ سیر۔ محمد تغلق رحمتہ اللہ کے زمانہ میں موٹی تازی مچھلی دو(2) آنہ میں ڈیڑھ سو۔ محمد تغلق رحمتہ اللہ کے زمانہ میں گھی ایک روپیہ(1/00) من، علاؤ الدین رحمتہ اللہ کے زمانہ میں ایک روپے کا تینتیس(33) سیر۔ اکبر رحمتہ اللہ کے وقت سرسوں کا تیل ایک روپے میں تین(3) من۔ اسی کے زمانہ میں بھینس دو (2) روپے کی اور مرغا و مرغی دو (2) پیسہ میں۔ ان دوروں میں بیس فیصدی بھی اسلام مشکل تھا مگر ارزانی کتنی تھی۔ ترمذی شریف کی حدیث پاک ہے۔ الجالب مرزوق والمحتکر ملعون جو واجب قیمت پر تجارت کرے وہ رزق دیا گیا اور جو ذخیرہ اندوزی کرے گا وہ ملعون ہے تو اسلام نے ذخیرہ اندوزی کی انسداد کی بندش کی کیونکہ اس سے بھی افراطِ زر ہوتی ہے۔ آگے اشتراکی نظام کی خرابیاں بھی اسلام نے دور کیں۔ اشتراکی نظام میں چونکہ آدمی حصہ شریک نہیں ہوتا تو وہ دل

سے کام نہیں کرتا اسلام نے شخصی ملکیت قائم کی تا کہ حریت اور
آزادی قائم ہو یہ تحدیدات ہو گئے۔ تا کہ سرمایہ دارانہ کی خرابی نہ
ہو۔ تحدید فی الانفاق بھی کیا۔ کہ مال تیرا نہ تیرے باپ کا جس طرح
اللہ تعالٰی کہے اسی طرح خرچ کرو تا کہ بچت ہو اور غریبوں اور دینی
کاموں پر خرچ ہو۔ (1) پہلی چیز یہ کہ ناجائز کاموں میں خرچ نہ کرو۔
ولا تبذر تبذیرا ان المبذرین کانوا اخوان الشیطین۔ یہ لفظ کافر کے لئے
نہیں بولا گیا۔ یعنی فضول خرچی، شراب نوشی وغیرہ یہ شیطانی کام
ہیں۔ اور شیطان یہ چاہتا ہے کہ غریب کیلئے کچھ نہ بچے۔ چونکہ ناجائز
مصارف میں خرچ کرنیوالا انسان شیطان کے طریقہ پر چلتا ہے تو اس
لئے یہ شیطان کا بھائی ہوا۔ جائز مصارف کی بھی تحدید کی گئی کہ جائز
مصارف بھی ضروری میں ہو۔ قرآن کلوا واشربوا ولا تسرفوا۔ کہ کھاؤ،
پیو مگر غیر ضروری دائرہ میں نہ جاؤ وہ اسراف ہے تمام نبیوں علیہم
السلام کی زندگی مبارک سادہ تھی۔ صحابہؓ اور اولیا کرام کی بھی سادہ
تھی۔ سادہ زندگی کے متعلق امام منذری رحمتہ اللہ البزازۃ
---------- جو سادہ مکان، سادہ خوراک، اور سادہ کپڑے
رکھے گا اسے پیغمبری کا چوبیسواں (24) حصہ مل گیا۔ النبی اکل خشناً
الخ پیغمبر علیہ الصلوۃ و السلام نے سادہ پہنا اور سادہ کھایا حضرت ام
المؤمنین سیدنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں کہ جو کے
آٹے کیلئے چھلنی نہ تھی بس پھونک مارتے تھے صاف ہو گیا تو

درست ورنہ اسی طرح کھالیا۔ اقبال رحمتہ اللہ ع

تیری خاک میں ہے اگر شرر تو خیال فقر وغنا نہ کر
کہ جہاں میں نانِ شعیر پر ہے مدارقوۃِ حیدریؓ

امیر المومنین سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے گوشت کھانا ترک کر دیا کہ جب تک میری پوری قوم گوشت نہ کھائے گی میں نہ کھاؤں گا۔ یہ اندرا گاندھی ہے کہ جب تک کیرالہ کی پوری قوم چاول نہ کھائیگی میں نہ کھاؤنگی۔ اے مسلم افسوس کہ کافر نے ہماری چیز لے لی ہے۔ مگر تو امریکہ کے حکم پر چل کر لعنتی بن گیا۔ من ترک لباس شہرۃ جو قیمتی لباس ترک کر دے قیامت کے دن اللہ تعالےٰ اسے پکارے گا من ای الخ کہ فلاں نے یہ کپڑوں کا ڈھیر رکھا ہے تم اٹھالو۔ دیکھو! سادہ زندگی بخل نہیں۔ درمیانی چال چلنا آدھی دولتمندی ہے۔ سیدنا حضرت فاروق اعظمؓ کا فرمان کہ جو درمیانہ خرچ کرے کبھی تنگدست نہ ہو گا۔ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کے وقت گوشت کا بھاؤ چڑھ گیا فرمایا چڑھا ہوا نرخ گرا دو کہا کہ کس طرح ارخصوا بالترک کہ کھانا چھوڑ دو۔ مسلمان نے نظامِ معیشت میں بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نظام نہ اپنایا بلکہ انگریز کے لعنتی نظام پر چلتا ہے۔ چوہدری شہاب الدین نے دعوت دی ڈلہوزی گئے تو چند کمرے ایسے تھے کہ ایک میں مرغیاں دوسرے میں تیتر پھر بٹیر اسی طرح ہر میوہ وغیرہ کے کمرہ وغیرہ

بھرے پڑے تھے۔ دعوت کے بعد کہا کہ حضرت دعا کرو کہ قرضہ اتر جائے میں نے کہا کہ اتنا خرچ کیوں رکھا ہے؟ سالانہ آمدنی ایک لاکھ ستر ہزار تھی۔ میں نے کہا یہ قرض عذاب ہے تم نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی ترک کی اور انگریز کی زندگی اختیار کی اس لئے یہ سزا ہے۔ قرآن ولا تجعل یدک مغلولۃ الی عنقک تم اپنے ہاتھ کو گردن سے نہ باندھو کہ جائز خرچ بھی نہ کرو یعنی بخل نہ کرو۔ آگے فرمایا ولا تبسطہا کل البسط فتقعد ملوما محسورا پہلی صورت میں بخیل نہ بنو گے دوسری صورت میں غریب ہو جاؤ گے اس وجہ سے اسلام نے توسط رکھا اور زندگی کا لائحہ عمل اس طرح بنایا کہ غریب امیر ہو جاتا ہے۔ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے ہارون الرشید رحمۃ اللہ نے کہا کہ اللہ والے کی زیارت کرنی ہے۔ آج تو حاکم کا فرض ہے کہ بزرگوں کا مذاق اڑائے۔ تو پہلے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں لے گئے وہ سادہ بزرگ تھے فرمایا مجھے بلا لیتے۔ پھر حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ کے پاس گئے رات گئے کو تلاوت قرآن پاک میں مشغول تھے۔ امام صاحب ان کے ہم جماعت ہیں۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا دروازہ کھولو امیر المؤمنین زیارت کو آئے ہیں۔ فرمایا چلے جاؤ جتنی دیر باتیں کرونگا اتنی دیر تلاوت نہ کر لوں۔ تو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کی والدہ کے پاس چلے گئے تو ماں نے کہا بیٹے دروازہ کھولنا بادشاہ ملاقات کو آئے ہیں کہا اماں جان نہیں کھولتا،

والدہ نے کہا نہیں بخشونگی تو پھر کھولا، مگر چراغ بجھا دیا تو مصافحہ کے وقت امیر المومنین رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھ نرم تھے، کہا کہ یہ ہتھیلی کتنی نرم ہے کاش کہ یہ جہنم سے بچ جاتی بادشاہ نے کہا چراغ کیوں بجھایا۔ فرمایا میں نے قسم کھائی ہے کہ دنیا دار کا چہرہ نہ دیکھونگا۔ بادشاہ نے نصیحت کے بارے میں عرض کی۔ فرمایا صدیقؓ صادق، عمرؓ عادل، عثمانؓ سخی اور علیؓ کی جگہ بٹھایا ہے وہ شجاع تھے تم بھی ایسے بنو۔ عرض کی کوئی اور نصیحت فرمایا جو عمر میں زائد ہوں انہیں والدین سمجھو اور اگر برابر تو بھائی بہن جانو اور جو کم اسے بیٹا بیٹی۔ حضرت کو بادشاہ نے کچھ رقم دینا چاہی تو آپ نے انکار کر دیا۔ فرمایا باپ نے ایک مکان دیا تھا تو اس سے بارہ (12) چونیاں موجود ہیں۔ میں نے دعا کی ہے کہ یا اللہ جب حلال رزق ختم ہو جائے تو مجھے اٹھا لے تو ایک چونی ایک ہفتہ میں خرچ ہوتی تھی۔ جب چونیوں کے حساب سے دن پورے ہوئے تو حضرت امام ابو یوسف رحمتہ اللہ نے اپنے گھر پر فرمایا کہ حضرت داؤد طائی آج فوت ہوگئے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد قاصد آیا کہ حضرت داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ فوت ہوگئے ہیں۔ تو معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالےٰ نے جو اسلام کا قانون بنایا کہ نہ اسراف کرو نہ بخل کرو۔ بغداد کے مدرسہ نظامیہ میں حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ درس دیتے تھے جس میں تین سو کامل علماء اور سینکڑوں امراء شریک درس تھے۔ آپ پر اللہ تعالےٰ کی

محبت کا غلبہ ہوا یہ سب کچھ چھوڑ کر گھر سے جنگل کو نکل گئے صبح شاگرد درس میں آئے تو آپ نہ تھے تو گھر سے معلوم ہوا کہ ایک لوٹا اور لاٹھی لیکر چلے گئے ہیں۔ تو قاضی ابو بکر بن آپ کے شاگرد ہیں فرماتے ہیں کہ ہمیں ایک جنگل میں ملے ان کے ہاتھ میں ایک لوٹا ایک برچھی اور ان کے بدن پر گودڑی تھی۔ میں نے کہا کیا بغداد کی مدرسی اس سے اچھی نہ تھی تو مجھے تعجب کی نگاہ سے دیکھا تو فرمایا ترکت ھواء اللیلیٰ وسعد المنزل میں نے لیلی اور سعدا کے عشق کو دور کیا۔ میرے تقاضوں نے اس بات پر ابھارا کہ یہ جنگل تیرے محبوب خدا کی جلوہ گاہیں ہیں اس میں جا کر خدا کو راضی کر۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں نہر پر گیا تو دیکھا ایک بدو چلو سے پانی پی رہا ہے تو میں نے کہا کہ میرے پاس کٹورا اب بھی فالتو ہے تو کٹورا پھینک دیا۔

حضرت انسؓ سے کہ ام المؤمنین سیدنا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے دو موٹے کپڑے نکال کر دکھائے فرمایا حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جان مبارک ان موٹے کپڑوں میں قبض ہوئی ہے۔ تو اسلام نے ناجائز مال کمانے کو روکا اور تحدید فی الانفاق بھی روکا کہ بے ضرورت خرچ نہ کرو۔

درس نمبر ۱
۱۸-۲-۱۹۶۶

انفاق فی سبیل اللہ

انفاق فی سبیل اللہ کا بیان تھا اور معاشی زندگی میں اسلام نے جو نظام بنایا ہے وہ دنیا بھر کے نظاموں سے بہتر ہے تو گذشتہ درس میں گذرا کہ اسلام نے پہلے یہ اقدام کیا کہ مسلمان کا مال بے جا صرف نہ ہو۔ مال سے انسان کی زندگی وابستہ ہے۔ (1) گناہ میں صرف ہونا ولا تبذر تبذیرا۔ (2) صورت یہ کہ ضرورت میں صرف کرو تو بھی اندازے سے اس کو اسراف کہتے ہیں کلوا واشربوا ولا تسرفوا۔ سادہ زندگی گذارنا یہ ایمان کی بشارت ہے۔ مکان، کھانا، پینا اور پہننا اگر سادہ ہو تو یقینی بات ہے کہ قبر تک ایمان ہے۔ یہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک ہے۔ تو اسلامی نظام میں ایک تحفظ مال کیا کہ مسلمان کا مال محفوظ رہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی سادہ رہی۔ باقی فرعونوں کو دیکھو وہ تمہارے لئے نمونہ نہیں۔ ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ تم اپنی زندگی کے ہر پہلو میں حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھو یعنی

ان کا طریقہ پکڑو۔ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم خود اس لئے بھوکے رہتے کہ اور سیر ہو جائیں۔ اور ہم۔ کہ ہم پیٹ بھر لیں دوسرے بھوکے مر جائیں۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ گھر سے نکل آئے پوچھا کہ ایسے بے وقت کس چیز نے گھر سے نکالا عرض کی جس چیز نے آپکو نکالا۔ یعنی بھوک نے۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی۔ تو تینوں ایک انصاری کے ہاں گئے وہ اتفاقاً باہر گیا ہُوا تھا صرف بیوی تھی تو بیوی نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی کہ یااللہ آج مجھ سے بھی کوئی خوش قسمت ہے کہ یہ تینوں میرے مہمان آئے۔ پھر تین قسم کے خرما لائے۔ تمر، رطب، حسب۔ یہ عربی میں کھجور کے نام ہیں۔ پھر بکری ذبح کرنے لگے فرمایا دودھ والی نہ کرنا۔ کھانا تناول فرمانے کے بعد حضرات شیخینؓ سے فرمایا تم نے خرماء اور گوشت کھایا۔ عرض کی ہاں تو قسم خدا کھائی پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا قیامت میں ان تینوں نعمتوں کی پوچھ ہو گی کہ ان تین کا شکرانہ ادا کیا کہ نہ۔ ان کے شکرانہ کیلئے دعا فرمائی۔ الحمد للہ الذی اطعمنی ھذا ورزقنی من غیر حول منی ولاقوۃ۔ فرمایا ہر نعمت کا شکر ضروری ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کی زندگی کس درجہ کی تھی۔ بخاری کی حدیث شریف ہے کہ آپکی خدمت اقدس میں ایک محتاج آیا۔ تو باری باری امہات المومنین

کے گھر آدمی بھیجا کہ کچھ کھانے کو ہے ہر گھر سے یہ جواب آیا
ماعندنا الاالماء صرف پانی ہے۔ تو آپ نے فرمایا کوئی ہے جو
میرے مہمان کو آج رات کھانا کھلا دے ایک انصاری مہمان کو
لیگئے بیوی سے پوچھا کہ کچھ ہے اس نے کہا صرف بچوں کیلئے ہے نہ
میرے لئے نہ آپکے لئے تو انصاریؓ نے کہا کہ میں حضور صلے اللہ
علیہ وسلم کے مہمان کو لایا ہوں ترکیب یہ ہے کہ پہلے بچوں کو بہلا کر
سلادو۔ پھر کھانا مہمان کو دیدو۔ عرب کے دستور کے مطابق میزبان
بھی ساتھ کھاتا ہے تو چراغ کسی بہانے سے بجھا دینا بس مہمان کھاتا
رہیگا میں ایسے بیٹھا رہونگا۔ چنانچہ ایسے کیا گیا۔ اللہ کریم کو یہ حرکت
پسند آئی وحی آئی جبرائیل نے آ کر کہا کہ آپ کے فلاں انصاری
صحابیؓ کی مہمان نوازی سے عالم بالا میں خوشی پھیل گئی ہے۔ عجب
اللہ من فعلکما کہ اللہ تعالےٰ اس فعل سے خوش ہوا۔ مال کی حفاظت
ضروری ہے اگر نہ ہو تو مسکین کو کیا دو گے۔ حضرت سیدنا ام
المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالے عنہا کا ہار اڑھائی یا تین روپیہ کا
تھا گر گیا۔ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تلاش کرو فوج
کا عظیم الشان قافلہ تڑپتی ہوئی دھوپ میں تلاش کرتا رہا پانی بھی
نہیں تھا۔ آج کا آدمی ہوتا تو کہتا چھوڑو دو روپیہ کا تو تھا کیا ہو گیا۔ تو
امت کیلئے نمونہ چھوڑا کہ کم سے کم قیمت کی چیز بھی ضائع نہ کرو۔
نھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عن الضاعۃ المال کہ مال کو ضائع نہ

کرو۔ حضرت تھانوی رحمتہ اللہ کی ملفوظات میں واقعہ ہے کہ ایک بار
خواجہ عزیز حسن رحمتہ اللہ میرے ہمراہ تھے ایک بڑا افسر اسی کمرہ
میں تھا۔ وہ کھانا کھانے لگا تو اس سے ایک بوٹی گر گئی اس نے جوتی
سے اسے سیٹ کے نیچے دھکیل دیا تو میں نے سوچا یہ تو نبی صلے اللہ
علیہ وسلم کی حدیث کے خلاف ہے تو میں نے خواجہ عزیز حسن رحمتہ
اللہ علیہ کو کہا کہ اٹھاؤ میں صاف کر کے کھاتا ہوں۔ انہوں نے کہا یہ کیا
کہے گا فرمایا اپنے نبی کی سنت پر عمل کرنے میں ان بیوقوفوں کی
باتوں کی پرواہ نہیں کرتے تو وہ شخص دیکھ کر شرمندہ ہوا تو پوچھنے
لگا آپ کہاں جا رہے ہیں فرمایا تھانہ بھون تو کہا وہاں مولانا اشرف
علی ہیں انہیں جانتے ہو آپ نے کہا میں ہوں تو اسے تعجب ہوا
کیونکہ حضرت کا نام تو بہت مشہور تھا مگر سادہ لباس دیکھ کر تعجب
کرنے لگا تو اس نے ایک علمی سوال کر دیا تاکہ علمیت کا اندازہ ہو
جائے پوچھا کہ حدیث شریف میں بیان ہے کہ جس گھر میں
بلاضرورت کتا اور تصاویر ہوں وہاں رحمت کا فرشتہ نہیں آتا، عام
برکت والے فرشتے نہیں آتے باقی کراماً کاتبین تو نہیں بھاگتے تو
اس طرح وہ گھر مرنے سے بھی محفوظ ہو گیا۔ یعنی عزرائیل علیہ
السلام جب نہیں آئیں گے تو موت بھی نہیں ہو گی۔ تو اصل
جواب تو یہ تھا جو میں نے کہا کہ ملائکہ کے خاص گروہ کی بندش ہوتی
ہے۔ لیکن مولانا تو حکیم الامت تھے فرمایا کہ جو کتے کی جان نکالنے

آئیگا وہی اہل خانہ کی بھی نکالنے آئے گا۔ مطلب یہ کہ مال ضائع کرنے سے شریعت نے منع کیا ہے۔ پھر تحفظِ مال کے بعد تحرکِ مال کہ مال کو حرکت دو۔ قوم و ملت کیلئے دولت اور مال ایسی چیز ہے جیسے بدن کیلئے خون ضروری ہے۔ تو شخصی زندگی کیلئے خون اور ملی زندگی کے لئے دولت ایک برابر ہیں۔ جعل اللہ قیاماً کہ مال نادانوں کے ہاتھ نہ دو یہ تو تمہاری زندگی کے قیام کیلئے ہے اگر چند اشخاص کے پاس دولت ایک جگہ جمع ہو جائے اور اولاد آدم میں اس کی حرکت بند ہو جائے تو قومی و ملی حیات برباد ہو جاتی ہے۔ یہ ہے تحرک مال یہ ہیں رہنماء تمام اقوام عالم کیلئے نبی امی صلے اللہ علیہ وسلم کی حکیمانہ باتیں۔ یہ دلیل ہے کہ یقیناً اللہ تعالےٰ کی فرمائی ہوئی ہیں کیونکہ یہ باتیں اُمی سے نہیں ہو سکتیں۔ تو تحرک مال ایک جبری اور ایک اختیاری۔ کہ مال اختیار سے رضامندی سے حرکت کرے نہ کہ جبر سے اشتراکی ممالک تحرک کے قائل ہیں مگر جبری تحرک کہ سرمایہ داروں سے بذریعہ طاقت مال لیکر تحرک کیا جا رہا ہے۔ شریعت میں یہ منع ہے تاکہ لڑائی وغیرہ نہ ہو۔ آج دو بلاک ہو گئے مغربی بلاک اور مشرقی بلاک ان میں لڑائی کی اتنی کش مکش ہے کہ اب آپ اور ہم بھی دنیا کے بقاء کی زیادہ امید نہیں رکھتے کیونکہ کام تیار ہے بس بٹن دبانے کی دیر ہے اور کرہ ارضی پر کوئی جاندار نہ ہو گا۔ جس طرح ذوالحج کی 9،8 کو بکری کی زندگی ہے آج انسان کی بھی وہی

حالت ہے یہ زندگی زندگی نہیں یہ کھانا کھانا نہیں۔ سابقہ دو عظیم جنگوں کا پورا اسلحہ آج کے ایک بم سے کم حیثیت رکھتا ہے۔ اللہ فرماتا ہے کہ ہم جس کو تباہ کرنا چاہیں تو آسمانی فوج کی ضرورت نہیں خود ان کو کہونگا کہ اپنی تباہی کا سامان بنالو آج امریکہ اور روس ایک دوسرے کو دھمکیاں دے رہے ہیں۔ یہ لعنتی اور بیوقوف سائنس ہے کہ انسان کا کرۂ ارضی پر زندہ رہنا مشکل میں ڈال دیا ہے۔ اسلام نے مال کی حفاظت اور تحرک پیش کئے۔ مگر آج دنیا کی اکثر دولت انسان کی تباہی کے اسلحہ پر صرف ہورہی ہے۔ بہرحال اللہ تعالےٰ کو پتہ ہے کہ وہ ان دو بلاکوں کو کہاں لے جانا چاہتا ہے۔ تو تحرک کا معنی یہ کہ مال کو حرکت دو تاکہ قومی وملی زندگی قائم رہے اور اسلام نے تحرک رضائی یا اختیاری فرمایا نہ کہ جبری۔ خون جگر بناتا ہے جگر کے بعد دل صاف کرتا ہے اور دھکیلتا ہے۔ یہ قلب کی حرکت اختیاری ہے یا کہ جبری۔ کسی نے دل کو حکم تو نہیں دیا کہ حرکت کرو اگر پورے انسانی بدن میں خون ٹیکوں کے ذریعہ داخل کیا جائے کیا یہ دل کی حرکت کا کام دے سکتا ہے نہیں کیونکہ اس سے تو انسان کا بدن بھی چھلنی ہوجائے گا۔ اسلام نے تو ایسے اصول رکھے کہ چاہے تیرے پاس پانچ پیسہ ہوں یا پانچ ارب روپیہ ہوں تو یہ تصور دل میں ہو کہ وما بکم من نعمت فمن اللہ کہ یہ سب اللہ تعالےٰ کی نعمتیں ہیں۔ (1) ایک یہ تصور کہ چیز کی ملکیت اللہ تعالےٰ کی

ہے۔ مال میں بخل اس وقت ہوتا ہے جب یہ جانے کہ یہ میرا ہے۔ نہیں اسلام نے کہا کہ مال تو اللہ کا ہے نہ کہ تیرا انا للہ و انا الیہ راجعون کہ بیوی ، بیٹا، مال وغیرہ گیا تو خدا کی چیز گئی اپنی نہیں گئی۔ یہ میری کا لفظ جو ہے غموں کی جڑ ہے۔ تو ایک مالکیت اور دوم نافعیت کا تصور صرف اللہ تعالٰی کی طرف منسوب کرے۔ ایک عیسائی سے ملاقات ہوئی وہ بڑا سیاح تھا اس نے کہا مالدار لوگوں کو غمگین پایا اور درویش لوگوں سے ملاقات ہوئی تو نہ دولت نہ تنخواہ نہ زمین مگر خوشی تھی اس کی کیا وجہ ہے؟ کہ مالدار غمی میں اور بے مال خوشی میں پھٹ رہا ہے۔ میں نے کہا (1) نمبر ایک خوشی یہ ہے کہ ایک شخص کا بینک آف انگلینڈ میں دس کروڑ پونڈ سرمایہ پڑا ہے اور چیک بک بھی انگلینڈ میں ہے اور وہ ہندوستان میں آ جائے اور گاؤں میں چلا جائے تو وہاں کھانے پینے کی چیز نہیں اگر ہے تو پیسہ نہیں اس کو افلاس اور غربت کی تکلیف ہو گی کہا نہیں کیونکہ وہ کہیگا اب نہیں کھایا تو کیا ہوا رقم تو پڑی ہے۔ تو میں نے کہا کہ مسلمان کا یہ تصور ہے کہ جو کچھ صدقہ خیرات کیا وہ اربوں برس اللہ تعالٰی کے بینک میں محفوظ رہے گا نہ اس بینک پر کوئی قبضہ کر سکتا ہے اور نہ بینک فیل ہو سکتا ہے تو عارضی بھوک کوئی پریشانی نہیں دیتی۔ (2) دوسری یہ کہ سب چیز اللہ تعالٰی کی جب اللہ تعالٰی درویشوں کا ہے تو چیزیں بھی درویشوں کی یہ ہؤا ایمان۔ سلطان محمود

رحمتہ اللہ علیہ کا واقعہ کہ فرمان جاری کیا کہ جس کو جو پسند ہو وہ لیلے مگر ایاز رحمتہ اللہ علیہ نے کسی چیز کی بجائے بادشاہ کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو اس نے کہا کہ اس نے چیزوں کو نہیں بادشاہ کو پسند کیا۔ خدا اپنا تو خدائی اپنی ہو گئی۔

درس نمبر۱۱
۲۰-۲-۱۹۶۶

قانونِ اسلام برائے غرباء

گذشتہ درس میں یہ بیان تھا کہ قرآن پاک ہماری دینی و دنیاوی رہنمائی کرتا ہے۔ چنانچہ معاشی مسئلہ جو پوری دنیا سے حل نہ ہو سکا اسے قرآن پاک نے بہترین طریقہ پر حل کر دیا۔ انسان نے سرمایہ دار۔ اور اشتراکی نظام بنائے۔ یہ دونوں غلط ہیں کیونکہ جذباتی ہیں۔ اسلام کے معتدلانہ نظام میں توازن قائم کیا گیا۔ لیکن دشمنی کے دارومدار پر نہیں محبت کے دارومدار پر۔ غریب امیر کو لڑانا فساد ہے اور اس سے انسانی تنظیم میں خلل پڑ جاتا ہے۔ تو کچھ قوانین ایسے رکھے کہ مال کا کچھ حصہ امیروں سے غریبوں کو منتقل ہو۔ اور اخلاقی حیثیت یہ کہ آدمی خود بخود اپنے غریب بھائیوں کا خیال رکھے۔ غریبی کا علاج امریکہ کے پاس بھی نہیں وہاں بھی بہت غریب ہیں۔ یورپی بلاک بھوک میں مبتلا ہیں یہ اس لئے کہ انسان کا شیطانی نظام رائج ہے۔ بندہ اور مخلوق یہ خدا تعالی کے ہیں خدا تعالی کا قانون ہی اس کی صحیح ہمدردی کر سکتا ہے۔ قرآن کا نظام رائج ہو تو

تو غریب نہ ملے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رحمت ہیں قرآن بھی رحمت ہے۔ جب انسان اس رحمت سے محروم تو پھر زحمت کا شکار ہوجاتا ہے۔ غرباء کیلئے اسلام نے جو قانون دیا اس کو استعمال نہیں کیا جارہا۔

قانون حق جہاد۔ یہ ایک ایسی چیز ہے کہ اس سے مسلمان کی دولت کیلئے اور کوئی چیز بڑھ کر نہیں۔ جہاد میں جو مال حاصل ہوتا ہے۔ (1) جو لڑائی کے بعد ملے وہ غنیمت ہے۔ (2) اور دوسرا جو بغیر جنگ لڑے ملے وہ فئی ہے وہ سب غریب لوگوں کا ہے۔ جنگ کے بعد دشمن کا جو مال آئے تو اس کا پانچواں حصہ غرباء کا ہے تو معلوم ہوگیا کہ اسلام کا قانون جنگ کی دولت کو بھی چکر دیتا ہے۔ لکی لایکون دولتہ بین الاغنیاء۔ تاکہ غریب تک بھی پہنچے۔ یوم غنمتم للہ قانون فئی اور قانون غنیمت یہ حق المساکین ہے۔ (3) معدنیات کا قانون۔ کہ زمین سے جو چیز نکلے، سونا، لوہا، تانبا، وغیرہ حدیث پاک وفی الرکاز الخمس کہ زمین کی ہر نکلی ہوئی چیز سے غریب کا پانچواں حصہ ہے۔ قرآن غلط نہیں تم غلط اور جھوٹے ہو۔ آج کہتے ہو کہ زمین کی پشت پر غریب بڑھتے جارہے ہیں وہ تو مالک ہے تو زمین کے پیٹ سے جو چیز نکلے غریب کا پانچواں حصہ ہوا۔ (4) چوتھا قانون زکوۃ کہ اڑھائی فیصد غریب کا اگر نہ دیا تو غریب کا حق کھا رہا ہے۔ یہ صرف یہاں تک بھی نہیں حیوانات

میں بھی ہے۔ کہ پانچ سے پچیس تک ایک بکری تفصیل فقہ میں ہے
طول نہیں دیتا۔ تیس بھینس یا گائے تو ایک سالہ بچہ دیدو غریب
کو۔ واتو حقہ یوم حصادہ تو پانچواں قانون یہ کہ جب فصل کاٹو تو
غریب کا حق ادا کرو۔ وفی اموالھم حق معلوم السائل والمحروم۔ کہ
غریب کو اس کا حصہ دو اور فرمایا کہ عمدہ حصہ دو نہ کہ خراب ہو۔ اگر
بارانی زمین ہو تو یا دریا کی سیلابی زمین ہو یا قدیم نہروں سے تو
حدیث پاک ہے کہ دسواں حصہ دے۔ ابن عمرؓ کی حدیث پاک کہ
ماسقت السماء اوکان باوفیہ العشر۔ اور جس کی سیرابی میں تکلیف ہو
تو اس سے غریب کو بیسواں حصہ دیدو یعنی کنواں یا نہر ٹیوب ویل
وغیرہ سے سیرابی ہوتی ہو۔ یہ ہے قانون معاشرات حبوبی۔

6۔ قانون لقطہ اور مال غیر ماروثہ۔ جو چیز مالک سے
گم ہوجائے اور مالک کا پتہ نہ چلے تو اسلامی بیت المال میں داخل ہو کر
مسکینوں پر تقسیم ہو جائے۔ اسی طرح ایک آدمی مرجائے اور
وارث نہ ہوں تو غریب کو تقسیم کردو۔ ایک آدمی بلا عذر روزہ
توڑے تو ایک قانون رکھا کہ ثواب سے تو محروم ہو گیا گناہ دھولو وہ
یہ کہ ایک روزہ کے بدلے ساٹھ مسکینوں کو دو وقت کھانا کھلایا
جائے۔ ثواب سے محروم کا مطلب یہ کہ روزہ توڑنے والا اگر یہ
کرے کہ ساری عمر روزہ رکھوں کہ توڑے ہوئے روزے کے اجر کو پہنچ جاؤں
تو ساری عمر روزہ رکھنا اس ایک رمضان شریف کے روزے کے

اجر کے برابر نہیں ہوسکتا۔ دوسرا کفارہ یہ کہ بعض لوگ جہالت کی وجہ سے بیوی کو ماں یا بہن کہہ دیتے ہیں تو اس وقت بیوی حرام ہوگئی مگر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے سے بیوی حلال ہوجاتی ہے۔ فمن لم یستطع اطعام مساکین اور کسوتھم او تحریر رقبہ فکفارتہ اطعام عشرہ مساکین اور قسم توڑنے کے لئے دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے یہ قانون کفارات ہیں یہ جو کچھ کہا ہے یہ صدقہ واجب ہے نہ کہ نفلی مثلاً ایک تو یہ کہ مسکین کو دو تو ثواب نہ دو تو کوئی حرج نہیں۔ اور ایک یہ ہے کہ واجب ہے عیدالفطر پر فطرانہ اور عیدالاضحی پر تیسرا حصہ گوشت دو تاکہ ان کی بھی عید ہوجائے۔ یہ قانونی اور جبری نظام ہے۔ اگر یہ نظام رائج کردیا جائے تو ایک غریب نہ رہے گا۔ آج نماز میں قرآن ہے مگر عملی زندگی میں نہیں اگر ہوجائے تو یورپ بھی اسلامی نظام رائج کرے گا۔ یہ ہماری بدبختی ہے کہ ہم نے اسلام پھیلانے کو دبائے رکھا یہ بھی بدبختی ہے کہ آج ہم اس میں ترمیم کرتے ہیں۔ اب اختیاری سلسلہ کہ جس کو صدقہ نفلیہ کہتے ہیں نہ کہ واجبیہ، صدقہ نفلیہ میں اسلام نے مسلمان کو یہ ہدایت دی کہ دنیا عارضی وطن ہے اور آخرت اصلی وطن ہے اپنے مال کو اصلی وطن میں منتقل کرو تو اس کا طریقہ یہ کہ غریب کو دو۔ کمثل حبتہ انبتت من کل سنبلتہ تم یہاں غریب ہو مگر یہاں ایک روپیہ دو اور آخرت اصلی وطن میں سو سے لیکر 28 سو تک ملے گا۔ جس درجہ

کا خلوص ہو گا موت کے بعد اتنا درجہ ملے گا۔ تو مسکین کو دینا
حقیقت میں اپنی دولت کمانا ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ اگر محنت
سے کمایا ہوا روپیہ ہے تو ایک کا ثواب لاکھ گنا ہوجائے گا۔ امام
سیوطی رحمتہ اللہ علیہ درھم یغلب مائتہ الف درھم جو محنت سے کما کر
غریب یا مسکین کو دے گا۔ تو ایک کا بدلہ لاکھ ملے گا۔ وجہ یہ کہ
اس نے محنت سے کمایا تھا۔ اختیاری قانون میں ویسئلونک ماذا
ینفقون۔ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ کتنی رقم خیرات کریں؟
قل العفو کہ ضرورت سے جتنا بچا ہوا ہے سب دیدو تمہارا فائدہ ہے۔
مولانا عبیداللہ سندھی رحمتہ اللہ علیہ جب روس میں لینن کے سامنے
معاشرہ پر تقریر کر رہے تھے تو جب یہ آیت پڑھی اور ترجمہ کیا تو
لینن سجدہ میں پڑ گیا کہنے لگا اے مسلم تو روس میں یہ قانون پہلے کیوں
نہ لایا۔ افسوس کہ اب میں اشتراکی نظام قائم کر چکا۔ اب قوم مجھسے
متنفر ہو جائے گی۔ اگر یہ فلسفہ ہے کہ خون چکر کاٹے تو زندگی ہے
ورنہ نہیں تو دولت چکر کاٹے تو زندگی ہے ورنہ نہیں تو اسلام نے
چکر کیلئے قانون معاشرات بنائے یہ تو حرکت فی الحیٰوۃ تھی مگر اللہ
نے چاہا کہ حرکت فی المساۃ بھی ہو کہ مرنے کے بعد بھی اسلام
دولت بکھیرتا ہے تو دولت بہتوں کو پہنچتی ہے اس لئے غریبی
ختم ہو جاتی ہے۔ مغربی یا مسیحی قانون مرنے کے بعد یہ تھا کہ اربوں
روپے کا مالک اگر مر جائے تو اسکی جائداد صرف بڑی اولاد کو ملے گی

خواہ وہ بیٹا ہو یا بیٹی باقی کو بس گذر اوقات کیلئے ملے۔ اور ہندو کے قانون میں مرنے کے بعد مذکر کا حصہ ہے مونث محروم اسلام نے ازروئے قرآن حصص مقرر کئے۔ ذوی الفروض عصبات کہ مقرر حصص کے بعد باقی رشتہ داروں کے تین سلسلے رکھے۔ یعنی تین سلسلوں کے رشتہ دار رکھے۔ مثلاً اگر بیوی مر جائے اولاد ہو تو شوہر کا چوتھا حصہ اور اگر اولاد نہ ہو تو نصف ایک باپ، باپ کی عدم موجودگی میں دادا کا حق ہے۔ چوتھا اخیانی بھائی جو ماں کے لحاظ سے شریک ہے ذوی الفروض تو چار مرد ہوئے۔ اور چند ذوی الفروض عورتیں بھی ہیں۔ بیوی اگر اولاد ہو تو ثمن اور اولاد نہ ہو تو ربع حصہ لے گی۔ بیٹی بھی حصہ لے گی بیٹی نہ ہو تو بیٹی کی بیٹی لے گی۔ بہن جو کہ ماں باپ ایک ہوں اس کو اعیانی کہتے ہیں یا باپ ایک ہو تو اسکو علاتی کہتے ہیں اور ماں کی عدم موجودگی میں ماں کی ماں تو بہرحال حصہ لیں گے ان کے بعد قانون یہ ہے کہ جو بچ جائے پھر بیٹے کا حق اس کے بعد بیٹے کا بیٹا پھر تیسرے نمبر پر بھائی پھر اس کا بیٹا چچا پھر اس کا بیٹا پھر بہن کی اولاد، پھوپھیاں یہ ذوی الارحام ہیں یہ ہے اسلام کا قانون۔ آج بعض لوگ الٰہی قانون میں ترمیم کی خاطر کہتے ہیں کہ یتیم پوتا کی جائداد بھی نکالی جائے۔ یتیم کا لفظ اس لئے بولتے ہیں کہ یتیمی کے درد کی وجہ سے لوگ اسلام بگاڑنے میں آسانی سے تیار ہو جائیں گے۔ بس یتیم کے لفظ سے صرف لوگوں کو جذبہ

دلاتے ہیں اور انہیں کوئی دلچسپی نہیں۔ یہ تو شیعوں کا قانون بھی نہیں۔ ان عائلی قوانین بنانے والوں کو خدا کی قسم دیکر پوچھو کہ تم نے یتیم کو کبھی ایک چونی بھی دی ہے مگر اسلام کے بگاڑنے میں یتیم کا درد نکل آیا ہے۔ آج جو یتیم پروری کی تحریک کر رہے ہیں خود ان کا سینہ یتیم پروری سے محروم ہے۔ (2) یہ کہ خدا زیادہ یتیم پرست ہے کہ تم؟ (3) تیسرا یہ کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تیرا علم زیادہ ہے؟ قانون عقلمندی اور حکمت سے بنتا ہے نہ کہ بے عقلی سے۔ دو مسئلے ایسے ہیں کہ بین الاقوامی مانتے ہیں عربی زبان میں میراث لینے والے کو وارث اور چھوڑنے والے کو مورث کہتے ہیں۔ وارث کیلئے زندہ ہونا ضروری ہے۔ مسئلہ یہ کہ ملکیت کو منقسم کیا جائے۔ جب زندہ ہی نہیں تو ملکیت کہاں اور مورث کیلئے مرنا ضروری ہے کیونکہ اگر زندہ ہے تو اس کی ملکیت قائم ہے۔ تیسرا قاعدہ یہ بھی مسلم ہے کہ قریب تر کی موجودگی میں بعید تر کو وراثت نہیں ملے گی۔ مثلاً باپ کی موجودگی میں دادا کو نہیں۔ ماں کی موجودگی میں نانی کو نہیں وغیرہ اب اگر ایک شخص مرا اس کے دو بیٹے زندہ ہیں اور ایک پہلے مرا ہوا تھا مگر اس کا بیٹا ہے تو قانون کے لحاظ سے یہ بعید ہے اس لئے یہ وراثت سے محروم ہے اگر اس کا باپ اس کے دادا کے بعد مرتا تو پھر یہ پوتا خود بخود لیتا پھر تو پوتے کا سوال ہی نہیں باقی یہ کہ اللہ تعالی کار ساز ہے یتیم پر

اسکی شفقت تھی یتیم کے وارث سچے تھے ان کیلئے وصیت حرام قانون وصیت کے تحت دادا بیٹے کو وصیت نہیں کر سکتا مگر پوتے کو وصیت کر سکتا ہے۔ اسلام نے یہ فیاضی کی کہ وراثت سے تو محروم ہوا مگر وصیت کے دائرہ میں لایا کہ ہر دادا تیسرا حصہ وصیت کی سکتا ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ او عالمی قوانین بنانے والو اور یتیموں کے خیر خواہ بننے والو اگر مرنے والا غریب ہے اسکی جائداد بھی نہیں تو یہاں تم نے یتیم کا کیا تدارک کیا۔ دیکھو اس حالت میں کہ یتیم بچہ رہ جائے اور باپ غربت میں مر گیا اور دادا بد بخت بھی وصیت نہ کرے تو اسلام کا قانون یہ کہ اسے بیت المال سے دیا جائے۔ جس دولت سے آج تم پتلون کوٹ اور شراب اڑاتے پھرتے ہو وہ ان یتیموں کا حق ہے اس سے معلوم ہوا کہ پہلے قانون وصیت سے یتیم کا تدارک کیا گیا اور بعد میں بیت المال سے نہ صرف مسلمان کیلئے بلکہ ذمی کافروں کی لئے بھی۔ سیدنا حضرت فاروق اعظمؓ مسجد سے نکلے ایک نابینا یہودی بھیک مانگ رہا تھا تو فرمایا تمہیں سالانہ وظیفہ نہیں ملا تو حکم دیا کہ جتنے غریب ہیں خواہ مسلم خواہ کافر ہوں ان کا سارا خرچ حکومت بیت المال سے ادا کرے۔ حضرت امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ قانون الخراج میں لکھا ہے ای مازم او ذمی افتقر بحیث اھل مذھبہ فعیل ھوالخ جو کافر غریب ہو گا جب تک اسلامی مملکت میں ہیں تو ان کا خرچ اخراجات حکومت ادا کریگی۔ کیا دنیا میں ایسا کوئی قانون ہے؟

درس نمبر۱۲
۲۵-۲-۱۹۶۶

صفتِ متقین ۴

والذین یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک۔
اللہ تعالی سے ڈرنے والے وہ لوگ ہیں جو قرآن اور ان کتابوں پر ایمان لاتے ہیں جو تیرے سے پہلے نبیوں پر نازل ہوئیں۔ اور آگے نبوت کا دروازہ بند ہے اس لئے ذکر نہیں کیا یہ تقوی والوں کی چوتھی نشانی ہے۔ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی تمام گذشتہ نبیوں پر ایمان رکھتا ہو۔ اس کو جامع ایمان کہتے ہیں۔ اسی طرح قرآن اور باقی تمام آسمانی کتابوں پر ایمان رکھتا ہو کہ یہ کتابیں اللہ تعالی کی طرف سے تھیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حق ناقابل تقسیم ہے۔ حق کہیں بھی ہو اس پر یقین رکھنا چاہیئے۔ یہ نہیں کہ یہ ہمارے پیغمبر کی کتاب اور وہ دوسرے پیغمبروں پر نازل ہوئیں۔ بلکہ حق تو جہاں ہو اس کو خدا کا کلام سمجھنا چاہیئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلام تعصب کو ختم کرنا چاہتا ہے۔ حدیث

الانبیاء اخوۃ من علاتھم وامھاتھم شتی کہ ہر پیغمبر ایک دوسرے کے

بھائی ہیں باپ ایک اور مائیں مختلف ہیں۔ یہ اشارہ ہے کہ اصول تمام کا ایک ہے عقائد و اخلاق وغیرہ یہ سب ایک ہیں اور شریعت علیحدہ علیحدہ ہیں یعنی فقہی مسئلے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر آنے والے نبی نے گذشتہ نبی کی تصدیق کی۔ عیسائی اور یہود لڑ رہے ہیں مگر عیسی علیہ السلام توراۃ کی تصدیق کر رہے ہیں۔ مصدقا المامعکم یہ نبی نے فرمایا انبیاء علیہم السلام میں کوئی جھگڑا نہیں لیکن امتوں نے لڑائی کی اس سے معلوم ہوا کہ جس کتاب اور نبی کو اللہ تعالی نے بھیجا ہو تو اس کی شان اتنی بڑھی ہوجاتی ہے کہ ان سب پر یقین اور ایمان رکھے یہ عظمت اللہ تعالی کی کتاب اور نبوت کے لگ جانے سے ہوئی۔ کرہ ارضی پر انسانی مذاہب کی اولین دو قسمیں ہیں۔ (1) الہامی مذاہب۔ (2) غیر الہامی مذاہب۔ الہامی جو وحی الہام سے اور غیر یہ کہ جو الہام سے تعلق نہ رکھتے ہوں۔ دوسرا نام یہ کہ سماوی مذاہب اور ارضی مذاہب۔ سماوی وہ جو اللہ تعالی نے بھیجے ہوں اور ارضی وہ جو انسان نے بنائے ہوں۔ سماوی یا الہامی فقط تین ہیں۔ اسلام۔ یہودیت۔ عیسایت اور ارضی مذاہب بنیادی طور پر دو قسم کے ہیں۔ (1) منگولین۔ (2) آریہ۔ منگولین مذاہب چین اور روس میں ہے۔ منگولین مذاہب میں ایک کنفوشس متھ مذہب ہے یہ حضرت عیسی علیہ السلام سے چھ سو سال قبل چین میں ایک حکیم نے بنایا اور اس کے ماننے والوں کی تعداد دنیا میں 36 کروڑ ہے اور دوسرا مذاہب

شنلومتھ ہے اس مذہب کے ماننے والے اکثر جاپان میں ہیں ان کی تعداد پانچ کروڑ ہے۔ تو منگولین میں دو مذہب ہوئے۔ اور آریہ مذہب جو وسط ایشیاء سے ایران اور ایران سے سندھ پھر ہندوستان میں آیا اس میں ایک مذہب۔ بدھ مذہب ہے جو جاپان سے لیکر سمرقند تک پھیلا ہوا ہے اسکی تعداد 15 کروڑ ہے عموماً چین، جاپان اور ہندوستان میں بدھ مذہب کے ماننے والے ہیں۔ مہاتما بدھ، یہ بدھ مذہب میں پیدا ہوا دنیا میں ہندو کی صحیح تعداد 28 کروڑ ہے۔ بدھ، ہندومت، جین مت، سکھ، پارسی، یہ سب آریہ مذاہب ہیں اور سب غیر سماوی ہیں دنیا میں سکھوں کی تعداد 63 لاکھ ہے۔ آسمانی مذاہب صرف تین ہیں۔ اسلام، یہودیت اور نصرانیت ان میں قدیم تر یہودیت ہے پھر عیسائیت پھر اسلام ہے دنیا میں یہودیت کی تعداد دو کروڑ ہے عبداللہ ابن مدوسی کہتے ہیں کہ عیسائیوں کی تعداد 52 کروڑ ہے۔ تو اس سے معلوم ہو گیا کہ دنیا میں سب سے زیادہ تعداد مسلمان کی ہے۔ عبداللہ ابن مدوسی کے مطابق اہل اسلام کی تعداد 90 یا 95 کروڑ ہے۔ بہرحال اہل اسلام کی تعداد زیادہ ہے روس میں عیسائی نے اپنا مذہب ترک کر دیا مگر مسلمان اپنے مذہب پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ پٹرول میں دنیا کی 56 فیصد زمین پر مسلمانوں کا قبضہ ہے مگر ایک بدبختی یہ ہے کہ ایک نہ ہونگے متحد نہ ہونگے۔ 1920ء میں مسلمان دو فیصد آزاد اور 98 فیصد غیر قوموں

کے غلام تھے۔ چودہ اور اٹھارہ کی جنگ ہوئی تو عبداللہ ابن مدوس لکھتے ہیں کہ ان دو عظیم جنگوں کے بعد اللہ تعالی مسلمانوں پر رحم کرنے لگا اور عیسائیت پر غضب خدا ہوا کہ ان جنگوں کے بعد مسلمان 13 فیصد غلام رہے ہیں۔ عسیٰ ان تکرھوا شیئاً فھو خیر لکم۔ اور عیسائیوں کا زوال اس طرح ہوا کہ 90 کروڑ غیر عیسائی قومیں انکی غلام تھیں آج تقریباً وہ آزاد ہیں تو عیسائی حکومت سمٹ گئی اور 35 کروڑ عیسائی روس کے قبضہ میں ہیں جو مذہب ترک کر گیے ہیں۔ یہ زوال ہوا۔ رقبہ میں سب سے زیادہ افریقہ ہے یہ ایشیا اور یورپ سے رقبہ میں دونوں سے زیادہ ہے۔ ایک پادری نے عالمی کانفرنس میں بیان دیا کہ افریقہ میں عیسائی حکومتیں بارش کی طرح روپیہ برسا رہی ہیں لیکن نتیجہ یہ کہ اگر ایک عیسائی بناتے ہیں تو ہزار مسلمان ہو جاتے ہیں۔ آگے لکھتے ہیں کہ اسلام کی طاقت سے لڑنا اور اس کو مٹانا ناممکن ہے۔ (کاش کہ مسلمان یہ یقین رکھتا) والئی مصر عبد الناصر نے افریقہ میں 4 لاکھ مبلغ بھیجے ہیں انہوں نے دو کروڑ مسلمان کئے۔ ہمارے حکمرانوں نے کیا کیا ہے اگر یہ پکے مسلمانوں کو گالی دینا ترک کر دیں تو یہ بھی بہت ہے۔ انڈونیشا اور پاکستان یہ دونوں سب سے بڑی اسلامی سلطنتیں ہیں۔ مالدیب بحر ہند میں ایک جزیرہ ہے یہ ایک مسلمانوں کی چھوٹی سی حکومت ہے مگر اتحاد نہیں۔ آج کی بدبخت حکوت توصرف علماء کو گالی دینا جانتی ہے۔ اتحاد کا تو نام

ہی نہیں۔ والذین یؤمنون بما انزل الیک مومن کیلئے کن مذاہب کی کتابوں پر یقین لانا ضروری ہے تو میں نے کہا کہ سماوی کتابوں اور مذاہب پر یقین رکھنا ضروری ہے۔ نہ کہ غیر سماوی پر یہود نے توراۃ مانی اور انجیل کا انکار کیا اور انجیل والوں نے قرآن اور توراۃ کا انکار کیا مگر مسلمانوں نے سب کو مانا و مھیمنا کہ یہ سب کو لپیٹے ہوئے ہیں یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاء علیھم السلام ایک دوسرے کی تائید کرتے رہے۔ حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی۔ سب برحق ہیں ہر ایک اپنی فقہ پر چلے ان کا انکار نہ کریں گے اور یہ ایک دوسرے کی تعریف بھی کرتے ہیں۔ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے پوچھا مالک رحمتہ اللہ علیہ سے کہ آپ نے امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کو دیکھا کہا ہاں امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کی دلیل میں اتنا زور تھا کہ اگر وہ مسجد نبوی کے ستونوں کو کہے کہ یہ سونے کے ہیں تو وہ ثابت کر دے گا۔

ایک مرتبہ موسم سرما میں حج کے موقع پر امام مالک رحمتہ اللہ علیہ اور امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ میں بحث ہوئی تو امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کو پسینہ آ گیا فرمانے لگے ان کے علم فقہ کے دبدبے کی وجہ سے پسینہ آ گیا ہے قسم بخدا ان جیسا کوئی فقیہ نہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کو قاضی القضاۃ کا عہدہ دیا گیا۔ انکار کر دیا یہ ہے تقوی کا مقام یہ صرف اس لئے کہ ممکن ہے کہ قیامت میں

حساب کتاب لمبا ہو جائے مگر آج تو نوکری پر مرتے ہیں قبر وغیرہ کا تو خیال نہیں۔ حتی کہ امام صاحب کو شہید کر دیا گیا۔ منصور نے جوش میں آ کر کہا کہ آپ یہ عہدہ کیوں قبول نہیں کرتے فرمایا اس قابل نہیں۔ اس نے کہا جھوٹ بولتے ہو فرمایا کہ جھوٹے کو یہ عہدہ نہیں ملتا۔ من بعدی اسمہ احمد عیسیٰ علیہ السلام نے امت کو تاکید کی کہ میرے بعد احمد نامی پیغمبر آئیں گے ان کو ماننا جب آجائیں لیکن قوم نے دشمنی کی۔ اسی طرح چاروں امام برحق اور درست ہیں مگر ماننے والوں نے لڑائی کی اور قرآن میں آیا ہے کہ شیطان لڑائی کرواتا ہے جس دن امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ پیدا ہوئے اسی دن امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ فوت ہوئے۔ خود میرے ہاں طلبہ مشکوۃ شریف پڑھتے تھے تو ایک جگہ آیا رواہ الشافعی رحمتہ اللہ علیہ تو دوسرے دن ایک لڑکے کی کتاب پر حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کا نام کھرچا ہوا تھا میں نے اسے بھگا دیا اور اسے کہا کہ تم اس قابل نہیں ہو کہ تم کو حدیث کا درس دیا جائے۔ بغداد میں شافعیوں اور حنفیوں میں لڑائی ہو گئی تو شافعیوں نے کہا کہ ہمارا امام آیا تمہارا بھاگ گیا اور حنفیوں نے کہا کہ ہمارا امام جب تک رہا تمہارا امام شکم مادر سے باہر نہ نکل سکے۔ یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ ابو عبداللہ رحمتہ اللہ علیہ دامغانی حنفی تھے اور ابو اسحاق شیرازی رحمتہ اللہ علیہ شافعی تھے۔ خطیب بغداد لکھتے ہیں کہ ایک بار دامغانی جا رہے تھے مغرب کا

وقت ہو گیا تو وہ ابو اسحاق شیرازی کی مسجد میں چلے گئے۔ شافعی مسلک میں اذان کے کلمہ شہادت چار چار مرتبہ ہیں دامغانی رحمتہ اللہ علیہ جب آئے تو ابو اسحاق رحمتہ اللہ علیہ بڑے احترام سے ملے اور مؤذن سے کہا کہ تم حنفی مسلک کی اذان دینا یہ ہے مذہب کیونکہ ہیں تو دونوں حدیث سے ثابت مگر اب تو لڑائی ہی لڑائی ہے آج اگر راستے میں نماز کا وقت ہو جائے نماز قضاء کر دیں گے دوسرے مسلک والے کی مسجد میں نہیں جائیں گے۔ تو جب نماز کا وقت ہوا تو آپ نے حضرت دامغانی رحمتہ اللہ علیہ کو مصلے پر کھڑا کر دیا انہوں نے شافعی مسلک پر رفع یدین سے نماز پڑھائی یہ ہے فراخدلی اور وسعت قلبی کہ تعصب نہیں۔ اسی طرح سلسلہ قادریہ۔ چشتیہ۔ نقشبندیہ۔ سہروردیہ سب حق پر ہیں۔ بغداد میں حنفی اور شافعیوں کی بڑی لڑائی ہوتی ہے مورخ نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ اتنی شدید لڑائی ہوئی کہ خون کی ندیاں بہہ گئیں۔ دیکھو حضرت شیخ معین الدین چشتی اجمیری رحمتہ اللہ علیہ نے ارادہ کیا کہ تمام عمر مدینہ شریف ٹھہروں گا مگر تین رات مسلسل خواب میں حکم ہوا کہ تم ہندوستان چلے جاؤ تو سفر کرتے کرتے بغداد سے گذر ہوا تو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ سے استفادہ کیا یہ بزرگوں کی تعریف ہے مگر آج کل تو لڑائی ہے۔ ہندوستان میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلسہ میں 90 فیصد ہندو تھے۔ تقریر کے بعد

ہندوؤں نے بوسہ دیا مگر آج مولوی کو دیکھو کہتا ہے کہ میاں اگر فلاں مولوی کی تقریر سنی تو نکاح نہیں رہے گا۔ اب انشاء اللہ تعالیٰ اتفاق مولوی کی روش پھیلتی جا رہی ہے خدا کرے ہو جائے۔ انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرامؓ میں لڑائی نہیں۔ تو تمام آسمانی کتابوں پر ایمان لائیں گے۔ مگر عمل صرف قرآن پر ہو گا۔ جس طرح سکندر مرزا کو صدر پاکستان تو کہیں گے مگر قانون صدر ایوب کا چلے گا۔

درس نمبر ۱۲
۲۷-۲-۱۹۶۶

توراۃ و انجیل تحریف شدہ ہیں

قرآن نے تورات، انجیل کی تعریف کی۔ اور ساتھ ہی یہ اعلان کیا کہ ان میں تحریف بھی ہوئی ہے۔ یعنی لوگوں نے اس میں تبدیلی کر دی ہے۔ قرآن:- عذاب ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنے ہاتھ سے کتاب لکھتے ہیں اور کہتے ہیں یہ خدا تعالیٰ کی ہے۔ قرآن اصل تورات و انجیل کی تعریف کرتا ہے۔ اصل تورات و انجیل وہ ہے جس میں تحریف نہ ہوئی ہو۔

اگر کسی دستاویز میں ایک لفظ جعلی ثابت ہو جائے۔ تو اس پوری دستاویز کو رد کر دیا جاتا ہے۔ لیکن تورات اور انجیل کی تحریف کا تو خود یہود و نصریٰ کو اقرار ہے۔ ہارن اور سکاٹ جو تورات و انجیل کے مفسر ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہماری ان کتابوں کے تین نسخے ہیں 1- عبرانی، 2- یونانی، 3- سارانی اور ان تینوں میں شدید اختلاف ہے۔ ان میں کئی مضامین حذف ہیں۔ الفاظ میں تبدیلی ہے۔ اور الفاظ کا اضافہ بھی ہے۔ اور الفاظ کا نقص

بھی ہے۔ کہ جو لفظ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ ہوا سے اپنی طرف سے ڈال دیا۔ اور کہیں کہیں خدا تعالیٰ کا لفظ نکال کر اپنی طرف سے ڈالا گیا ہے۔ اظہار الحق کے مناظرہ کی روئیداد ہے کہ پادری فنڈر نے یہ اقرار کیا کہ ہم تورات و انجیل میں ایک لاکھ غلطیاں تسلیم کرتے ہیں۔ متی کی انجیل باب نمبر 5 میں عیسیٰ علیہ السلام کا اقرار ہے کہ میں ان مضامین کی تبدیلی کے لئے نہیں آیا ہوں۔ ان تمام کو باقی رکھتا ہوں۔ تمام پیغمبروں کے احکام بھی برقرار ہیں۔ کل احکام تورات بھی برقرار ہیں۔

بنیادی مسائل:

ختنے کے مسئلہ بائیبل اور تورات میں صاف موجود تورات تکوین ہو لیختتن کل ذکر۔ ان ہی کا ترجمہ پیش کر رہا ہوں۔ کہ بچہ جب پیدا ہو جائے۔ تو آٹھویں دن ختنہ کر دیا جائے۔ قل لھم فی الیوم الثامن یختن الصبی اور دوسری جگہ یہ لفظ آیا ہے ولیختتن کل ذکر ہر مرد کا ختنہ کر لیا کرو۔ عیسائیوں کا اقرار ہے کہ عیسے علیہ السلام کا ختنہ کر دیا تھا۔ مگر آج عیسائیوں کے نزدیک ختنہ حرام ہے۔ اسلام نے ختنہ کو برقرار رکھا ۔سب پیغمبروں علیہم السلام کے ختنے ہوئے ہیں۔ عیسائیوں کا اقرار ہے کہ حضرت عیسے علیہ السلام ختنہ شدہ پیدا ہوئے تھے ۔ایسا عمل جو زندگی کا ایک جز قرار دیا گیا ہے۔ اسے تبدیل کر

دیا گیا۔ یہود ختنہ پر قائم ہیں۔

تثلیث

نظام عالم چلانے کے لئے ایک خدا کافی تھا۔ انہوں نے تین خدا بنا لئے۔ اگر ایک خدا ناکافی ہے۔ تو پھر تین بھی ناکافی ہیں۔ تین سے بھی اتنی بڑی کائنات نہیں سنبھل سکتی۔ دائرۃ المعارف کا مسیحی مصنف البستانی لکھتا ہے کہ تثلیث کا لفظ مسیحیوں نے سب سے پہلے سینٹ پال اور پولوس سے سنا جو متعصب یہودی تھے اور انہوں نے مسیحی توحید کو شرک سے آلود کر کے کامیابی کا سانس لیا۔ اس صنم پرستانہ عقیدہ میں مسیحی صداقت گم ہو گئی۔ پاؤں کے لئے دو جوتے درکار ہیں۔ اگر تین ہوں تو ایک بیکار ہے۔

نمبر 2 غسلِ جنابت و غسلِ حیض :

یہ غسل تورات تکوین میں ان الفاظ کے ساتھ ذکر ہے۔ کہ جب ایک آدمی سے منی نکل جائے تو سارے بدن کو دھو ڈالے۔ آج عیسائیوں نے اس کا بھی انکار کر دیا ہے۔ ویسے غسل کریں گے۔ مگر غسل حیض و جنابت کے خلاف ہیں۔ تو اس حکم کو بھی بگاڑا۔

نمبر 3 مسئلہ خنزیر:

سفر الاحبار باب 21 میں موجود ہے کہ خنزیر حرام ہے۔ اس کے حرام ہونے کی لمبی وجوہات بھی بیان کی گئی ہیں۔ مگر پوری عیسائی قوم خنزیر کو حلال سمجھتی ہے۔

پولوس نامی یہودی نے یہ دین بگاڑا۔ تمام فتنوں کی آخری سرحد یہود ہے۔ساؤل ایک یہودی عالم تھا جس نے بعد میں اپنا نام پولوس رکھا۔ یہ عیسائیت کا بڑا دشمن تھا۔ اس نے ایک من گھڑت واقعہ بنایا۔ کہ میں عیسائیت کے خلاف دمشق جارہا تھا۔ راستہ میں آسمان سے نور کا اظہار ہوا۔ اور عیسی علیہ السلام نے مجھے علوم عطا فرمائے۔ اس چال میں حضرت عیسی علیہ السلام کے مقربین حواریین بھی آ گئے۔ اور پولوس نے اپنے آپ کو ان پڑھ ظاہر کیا۔ ایک دن بیہوش ہو کر گر پڑا۔ لوگ اٹھا کر لائے کہنے لگا عیسی علیہ السلام سے ملاقات ہوئی ہے۔ انہوں نے تورات اور انجیل کا علم مجھے عطا کیا ہے۔ اور حکم دیا ہے کہ عیسائیوں کو یہ کہہ دے کہ تیرے سوا کسی کی بات نہ مانیں۔ پھر اس نے اس مذہب میں من گھڑت چیزیں شامل کر دیں۔ عیسائی تسلیم کرتے ہیں کہ وہ بڑا منافق تھا۔ عیسائی منافق پولوس نے جو فتوی دیا ہے۔ اسے حکم سمجھا جاتا ہے۔ اسی نے تین خداؤں کا نظریہ قائم کیا۔

سب پیغمبر علیہم السلام کی ایک آواز تھی کہ خدا ایک ہے۔ مگر پولوس نے تین خدا بنائے۔ جب اسلام کی فتوحات

ہوئیں تو یہودی دب گئے۔ مگر انہوں نے اندرونی طور پر اسلام کو بگاڑنے کی کوشش رکھی۔ چنانچہ شیعہ فرقہ ایجاد کیا۔ یہ بھی یہودیوں کی ایجاد ہے۔ حضرت علیؓ اور اہل بیت کی بڑھ چڑھ کر تعریف کی اور امیر المومنین حضرت ابو بکرؓ صدیق کو غاصب بنایا۔ یوں اسلام کو دو گروہوں میں تقسیم کیا۔ سرمایہ دار۔ اور مزدور یہ بھی یہودی کا نظریہ ہے۔ کل عالمی فتنوں کی جڑ یہود ہے۔

جرمنی کے ایک عیسائی نے ایک کتاب لکھی ہے اس میں پوری داستان درج ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ ہم عیسائیوں کے پاس جو دین ہے وہ عیسائی منافق پولوس کا دین ہے۔ جسے پھیلایا جا رہا ہے۔

یہود کو ایسے صدمات آئے کہ انہیں کتابوں سمیت تباہ کیا گیا۔ رومی حکومت نے جب ان پر حملہ کیا تو حکم دیا کہ یہود کو گرفتار کرو اور ان کی تورات کے تمام نسخے جلا دیئے جائیں۔ پھر بخت نصر نے حملہ کیا۔ اس وقت تو حضرت دانیال علیہ السلام بھی تھے۔ جنہیں اغوا کر کے ساتھ لے گئے۔ بچے کھچے سب یہودی گرفتار کر لئے گئے۔ خسرو ایرانی بادشاہ نے حملہ کر کے یہودی قیدیوں کو رہا کرایا۔ اور واپس لے آیا۔ ایک یہودی یا عیسائی آپ کو نہیں ملے گا جسے اپنی آسمانی کتابیں۔ تورات، انجیل حفظ ہوں۔ جو چیز سینہ میں محفوظ نہ ہو اس کی کوئی حقیقت باقی نہیں رہتی۔ چونکہ ان

کتابوں کو قیامت تک نہ رکھنا تھا۔ ان کے عمل کو ختم کرنا مقصود تھا۔ اس لئے اللہ تعالی نے ان کی حفاظت کا انتظام نہیں کیا۔ اور قرآن کو چونکہ قیامت تک باقی رکھنا تھا اس لئے اس کی حفاظت کا انتظام بھی کیا۔ پچھلی کتابیں گم ہوگئیں جنہیں عیسائیوں کو بھی اعتراف ہے۔ آج انجیل کا ایک نسخہ بھی دنیا میں موجود نہیں ہے۔ اصل انجیل ایک تھی اور اب چار ہیں۔ نجار نے قصص الانبیاء میں لکھا ہے کہ محققین یورپ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ شروع تین صدیوں میں ایک سو سے زیادہ انجیلیں تھیں۔ ان میں سے چار کو قائم رکھا گیا اور باقی اناجیل کو ختم کر دیا گیا۔ اور یہ فیصلہ بھی نایسیا کونسل نے ایک فال کی بناء پر کر لیا۔ یہ مجلس سکندریہ کے علاقہ میں قائم کی گئی۔ عجیب بات ہے کہ خدا کی کتابوں کا فیصلہ علمیت پر نہیں کیا گیا بلکہ قرعہ اندازی پر کیا گیا ہے۔ انجیل متی۔ مرقس۔ لوقا۔ یوحنا۔ یہ چار انجیلیں باقی رکھی گئیں۔

پوپ سکٹس کے قدیم کتب خانہ سے برنابا انجیل ملی۔ جو عین سورہ مریم کے مطابق تھی۔ اس میں حضرت مسیح کی ولادت کا ذکر بھی تھا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی بشارت بھی تھی۔ فرامرشو نامی شخص جو اس پوپ کا قریبی شاگرد تھا اس انجیل کو دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔ یہ انجیل المنار پریس میں چھپ گئی ہے۔ اس میں تو بہت کچھ لکھا ہے مثلاً یہ لکھا ہے کہ حضرت

عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں تم سے زیادہ باتیں نہیں کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آنے والا ہے۔ اور میں تم سے تسلی باتیں بھی نہیں کروں گا۔ کیونکہ وہ سب کا سردار بنکر آئے گا۔ اس انجیل برنابا کے متعلق حضرت مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ نانوتوی نے فرمایا۔ اگر یہ انجیل پھیل جائے تو ساری عیسائی دنیا مسلمان ہو جائے گی۔ اس لئے عیسائیوں نے اس کو ان چار انجیلوں سے خارج کر دیا ہے۔

عیسائی مذہب تحریف شدہ ہے

(1) ایک خدا کو تین بنائے۔ عیسیٰ علیہ السلام کو خدا بنایا۔ قرآن کا نایا کلان الطعام کہ وہ دونوں مریم اور عیسیٰ کھانا کھاتے تھے۔ قرآن کے ان دو لفظوں میں خدائی دعویٰ ختم ہو جاتا ہے۔ جو کھانا کھاتا ہو وہ گندم کا محتاج ہوا۔ گندم زمین میں پیدا ہوتی ہے۔ زمین کا محتاج ہوا۔ پانی کی ضرورت ہوتی ہے تو پانی کا محتاج ہوا۔ روٹی آگ سے پکتی ہے تو آگ کا محتاج ہوا۔ سورج اور ستاروں کے اثر سے زمینی پیداوار میں نشوونما۔ پیدائش۔ اور میٹھاس وغیرہ پیدا ہوتا ہے ان کا محتاج ہوا۔ تو قاعدہ یہ ٹھہرا کہ جو کھانا کھاتا ہو وہ انسانی کائنات کے ایک ایک ذرہ کا محتاج ہوا۔ اور یہی حالت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تھی۔ تو جو محتاج الکل ہو وہ خدا ہو سکتا ہے؟

خدا بے نیاز ہوتا ہے۔ جو محتاج جہان ہو۔ وہ خدا نہیں ہو سکتا۔ خدا وہ ہے جو کسی کا محتاج نہ ہو اور سب اس کے محتاج ہوں۔

عیسیٰ علیہ السلام کے تصور کو بگاڑا۔ اس کے اندر خدائی تصور جمایا۔ خدا بنانے کے بعد نقشہ اناجیل کے مطابق رکھا۔ کہ یہود نے عیسیٰ کو گھسیٹا اور اس پر تھوکا۔ گالیاں دیں۔ وغیرہ وغیرہ اور بعد میں اسے پھانسی دی۔ خدا کے ساتھ اتنی ذلت ہوئی۔ اور اس پولوس کے عقیدے کو آج کی کل عیسائی دنیا مانتی ہے۔ تو یہ عیسائی دنیا بے غیرت ہے کہ آج اسلام دشمنی کی خاطر اپنے خدا کے قاتل یہودیوں سے اتفاق کئے ہوئے ہیں۔ انہوں نے انکے خدا سے اتنی بد سلوکی کی اور یہ انہیں دوست بنائے ہوئے ہیں۔ افسوس ہے۔ تو تصور خدائی اور تصور مسیح بھی غلط ہوئے۔

3۔ تیسرا تصور آخرت۔ یہ بھی غلط ہے کہ گناہ امت کرے اور سزا پیغمبر علیہ السلام بھگتے۔

پولوس کے خیالات کی بنا پر تصور آخرت کو بگاڑا۔ کہ میں ساری زندگی گناہ کروں اور پیغمبر علیہ السلام کے کفارہ سے وہ معاف ہو جائیں۔ عیسےٰ علیہ السلام کو خدا ماننے کے بعد سب گناہ ڈھل گئے۔ کیا یہ انصاف ہے۔

تو عیسائیت تحریف شدہ مذہب ہے۔ اس کے

برعکس قرآن پاک جوں کا توں محفوظ ہے۔ پیغمبر پاک علیہ الصلوۃ والسلام کے علاوہ لاکھوں کروڑوں حافظ القرآن موجود ہیں۔ قرآن کی ایک ایک چیز محفوظ ہے۔ مسلمان غلامی کے دور میں بھی آئے وغیرہ مگر قرآن پر ذرہ بھر بھی تحریف نہ ہو سکی۔ قرآن رہتی دنیا تک قائم رہے گا۔ اس کی حفاظت کا انتظام خود اللہ تعالی نے کیا۔ تحریری حفاظت کے علاوہ صدوری حفاظت بھی فرمائی۔ کہ بچہ بچہ حافظ ملے گا۔ جب تک سارے مسلمان دنیا سے مٹ نہ جائیں۔ قرآن رہتی دنیا تک قائم رہے گا۔

آج کسی آسمانی کتاب کا ایک حافظ بھی نہیں ملتا۔ مگر قرآن کے حافظ جگہ جگہ موجود ہیں۔ ان کے لئے کوئی تنخواہ بھی مقرر نہیں۔

قرآن کو پہلے حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سنبھالا، پھر صحابہ کرامؓ نے سنبھالا، پھر تابعین اور تبع تابعین نے سنبھالا۔ آج روح المعانی، ابن جریر وابن کثیر وغیرہ کی تفاسیر موجود ہیں۔ کسی پرویزی یا مرزائی کو معنے بدلنے کی جرأت نہیں اور نہ ہی کوئی گنجائش ہے۔

اللہ تعالےٰ نے حفاظ کے ذریعے قرآن کے الفاظ کی حفاظت کی۔ اور معنوں کی حفاظت علماء کے ذریعہ کی۔ اور دین کی عملی حفاظت مؤمنین اور صالحین کے ذریعہ کی۔

کسی غیر زبان کو سیکھنے کیلئے بہت محنت کرنا پڑتی ہے۔ پھر بھی صحیح لب و لہجہ میں فرق ہوتا ہے۔ زبان ایک ہوتی ہے مگر طرزِ تکلم میں فرق ہوتا ہے۔ حکومت افغانستان نے ایک مرتبہ اعلان کیا۔ کہ ہمیں تین سو ایسے عالموں کی ضرورت ہے جو اردو اور پشتو دونوں زبانیں جانتے ہوں۔ ایک عالم نے 12 سال پشتو زبان سیکھی اور اس کیلئے افغانستان بھی گیا۔ لاہور مجھے بھی ملنے آئے۔ کہا کہ میرے ساتھ پشتو میں گفتگو کریں میں نے پشتو زبان کا امتحان دینا ہے۔ مختصر جب اس نے امتحان دیا تو دو جملے بولنے کے بعد سامعین نے فیصلہ دیا کہ اس کی زبان درست نہیں۔ اگرچہ کہ اس نے بہت محنت کر کے زبان سیکھی تھی۔

مگر یہ قرآن کا معجزہ ہے کہ عرب سے نکل کر قرآن، ہندوستان، پاکستان، چین، جاپان، غرضیکہ دنیا کے کونے کونے میں پہنچا۔ لوگ اسے اس طریقہ پر آسانی سے پڑھ سکتے ہیں۔ جس طریقہ پر حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے تلاوت فرمایا، اللہ تعالیٰ نے اس قرأت کو بھی محفوظ فرمایا۔ جو آج قراء حضرات تجوید سے پڑھتے ہیں۔ یہ وہی طریقہ ہے۔ انجیل کے مختلف نسخے ہیں ہم عیسائیوں کو چیلنج کرتے ہیں کہ دنیا کے کسی ملک سے قرآن کا نسخہ لیں سب ایک ہی طرح کے ہوں گے۔ ان میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہ ہوگی۔

درس نمبر ۱۴
۱۹۶۶-۳-۴

صفتِ متقین و متعدد نکاح

متقین کی چہارم صفت کہ وہ تمام گذشتہ آسمانی کتابوں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی تمام نبیوں پر ایمان رکھتے ہیں ان کو حق سے ضد نہیں جہاں ہو لیتے ہیں یہ اسلام کی صداقت کی دلیل ہے باقی عمل کیلئے۔ یہ آخری کتاب قرآن پاک اور آخری نبی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یہود اور نصاری اس کے برخلاف ضد پر ہیں۔ افتومنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض۔ قرآن کے آنے سے گذشتہ کتابوں پر عمل منسوخ ہوگیا۔ نصاری کہتے ہیں کہ وہ بھی تو خدا کی کتابیں ہیں وہ کیوں منسوخ ہو گئیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ تمہارا یہ کہنا کہ توراۃ وغیرہ میں نسخ نہیں ہو سکتا تو تم نے تو خود نسخ مانا ہوا ہے۔ مثلاً توراۃ میں ذکر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں سینچر کے دن دنیا کا کاروبار منع تھا تو عیسائیوں کو کہتے ہیں کہ جب تم اسے اللہ تعالیٰ کی کتاب مانتے ہو تو پھر سینچر کی جگہ اتوار رکھ کر اسے کیوں منسوخ کر دیا۔ عیسائیوں

کے ہاں ایک سے زائد بیوی کی اجازت نہیں۔ حالانکہ سابق آسمانی کتابوں میں متعدد بیویوں کی اجازت تھی۔ مثلاً توراۃ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تین بیویوں کا ذکر ہے صارہ، ہاجرہ۔ قنطورہ۔ صارہ بنی اسرائیل کی جدہ ہیں۔ حاجرہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جدہ ہیں توراۃ میں یعقوب علیہ السلام کی چار بیویوں کا ذکر ہے۔ صفر شمویل میں داؤد علیہ السلام کی 19 بیویوں کا ذکر ہے۔ اب اگر ایک سے زائد بیوی حرام تو معلوم ہو گیا کہ ان حضرات نے غلط کیا یا ان نبیوں کا انکار کرو اگر نہیں تو پھر یہ مانو کہ ایک پیغمبر کے آنے سے پہلے کا عمل منسوخ ہو گیا۔ سلیمان علیہ السلام کے بارے میں سلاطین میں ان کی ایک ہزار بیویوں کا ذکر ہے۔ تیسری بات یہ کہ عیسائی مانتے ہیں کہ عیسی علیہ السلام سے پہلے جتنے پیغمبر گذرے ہیں وہ ختنہ کرتے تھے اب عیسائی ختنہ نہیں کرتے۔ ای منقلب ینقلبون۔ آج ہمارے ہر کام انگریز کے مطابق ہیں۔ منکر اور ظالم لوگ موت کے وقت معلوم کر لیں گے کہ کس کروٹ پر تھے۔ علماء کا گوشت اگر گدھ نوچ لیں تو دین سے ایک انچ نہ ہٹیں گے۔ بعض لوگ یورپ کی تقلید میں اسلام اور قرآن و حدیث کو ترمیم کرتے ہیں دیکھو جب تک علماء موجود ہیں تو یہ نہ ہو گا۔ ایک عقلی وجہ اور دوم نقلی وجہ۔ عقلی وجہ یہ کہ اگر ایک بیوی سے زائد ہو تو کہتے ہیں کہ ظلم ہوتا ہے اگر ظلم بندش کی دلیل ہے تو میں یہ

پوچھتا ہوں کہ اگر آدمی کی ایک بیوی ہو تو کیا اس پر ظلم نہیں کرتا۔ اگر مغرب نے تمہارا دماغ بگاڑا ہے کہ ظلم کے تحت دوسرا نکاح بند کرو تو پھر ایک نکاح بھی بند کردو کیونکہ ایک پر بھی تو ظلم کرتے ہو۔ قرآن کی دو آیتوں کو غلط تطبیق دیتے ہیں عقل اپنی ناقص ہے بگاڑتے دین کو ہو۔ قرآن وان خفتم الا تعدلوا فواحدۃً اگر ایک سے زاید شادی میں انصاف نہ کر سکو تو پھر ایک شادی کرو۔ دوسری آیت ولن تعدلوا بین النساء ولو حرصتم کہ تم متعدد بیویوں کے درمیان ہرگز انصاف نہ کر سکو گے اگرچہ کہ تم کوشش کرو۔ اس آیت سے یہ استدلال پکڑنا کہ متعدد بیویوں سے نکاح درست نہیں یہ غلط ہے۔ دیکھو اگر انصاف واقعی ناممکن ہوتا تو ایک خدا حکیم یہ نہ کہتا کہ اگر انصاف کر سکتے ہو تو متعدد بیویاں کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ انصاف ہو سکتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ عدل کی دو قسم ہیں۔ (1) عدل حقوقی (2) عدل حبی۔ حقوقی عدل تو یہ ہے کہ ایک بیوی کو جیسے کھلاتے پلاتے ہو وغیرہ دوسری میں بھی برابری ہو اور عدل حبی یہ کہ دل کا جھکاؤ اور میلان اور محبت وغیرہ یہ اپنے اختیار میں نہیں یہ تم سے نہ ہو سکے گی۔ کہ ایک سے جو محبت ہو وہ دوسری سے بھی ہو۔ اسلام دین فطرت ہے کوئی مغرب زدہ کا دین نہیں اس کو معلوم تھا کہ مساوات حبی نہ ہو سکے گی۔ تو پہلی آیت میں عدل حقوقی ہے اور دوسری آیت میں عدل حبی ہے۔ فتذروھا کالمعلقۃ۔ کہ برتاؤ

میں مکمل رخ ایک کی طرف نہ پھیرو۔ تو خواہش کے باوجود تم بھی انصاف ہرگز نہ کر سکو گے۔ فلا تمیلو کل المیل کہ ایک کی طرف پورا جھکاؤ نہ ہو اس فقرہ سے معلوم ہو گیا کہ قانونی عدل کے سایہ میں متعدد بیویاں جائز ہیں اور اگر انصاف نہ کر سکنے کا اندیشہ ہو تو پھر ایک کرو تاکہ حق تلفی نہ ہو۔ باقی محبت میں مساوات کو علیحدہ کیا۔ حدیث شریف حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد ازواج مطہرات تھیں آپ مکمل تقسیم فرماتے تھے۔ اللھم ھذا قسمی فی ماالملک کہ یا اللہ میں نے برتاؤ میں عدل کیا ہے فلا تواخذنی فی ماالاملک مجھے اس بات میں گرفت نہ ہو جو میرے بس میں نہیں۔ یورپ کے پاس سب کچھ ہو سکتا ہے۔ مگر دین نہیں فطرۃ اللہ اللذی فطرالناس علیھا لاتبدیل لخلق اللہ اس دین کو یورپ کے تاثر سے تبدیل نہ کرو اب اسلام تو خاص حالات میں متعدد بیویوں کو جائز قرار دیتا ہے کیونکہ دین فطرت ہے اب اگر مغربی کہیں کہ صرف ایک ہو اور اگر یہ درست ہوتا تو اللہ کا فرض تھا کہ آسمان سے فرشتے نازل کرتے اور فرماتے کہ جتنیاں لڑکیاں پیدا ہوں اتنے مرد پیدا ہوں تاکہ کمی بیشی نہ ہو کیونکہ مغربی دین کے مطابق صرف ایک شادی جائز ہے لیکن اللہ نے ایسا انتظام نہ کیا بلکہ دور حاضر میں بالخصوص اور دور قدیم میں بالعموم عورتوں کی تعداد زیادہ ہے تو معلوم ہو گیا کہ مغربی دین غلط ہے۔

ان عورتوں کی زیادہ پیدائش پر انسان کنٹرول نہیں کرسکتا۔ یہ زیادتی اگر ایک فیصد بھی تصور کریں تو دنیا کی اربوں آبادی میں لاکھوں تک پہنچ جاتی ہے اب اگر صرف ایک بیوی کا قانون ہو تو جو باقی بچیں گی ان کا کیا کرو گے آج مغرب میں عورتیں مردوں کو شوہر بنانے کیلئے ڈھونڈتی پھرتی ہیں بلکہ یورپ کی عورت اب تو ایشیا کی طرف رخ کر رہی ہے یہ اسلام کے خلاف مردہ قانون کے تاثرات ہیں۔ تو عورتوں کی فالتو تعداد میں مرد کی طرف فطری میلان تو ہے اب اس فطری میلان کو کچلا جائے تو یقینی بات ہے کہ فطرت کو مٹانا ناممکن ہے۔ جو فطرت سے ٹکرائے گا وہ برباد ہوگا۔ آج بہت سے عیسائی پادری مرد وزن نے شادی ترک کردی ہے کہ عیسی علیہ السلام اور مریم علیہا السلام کی شادی نہ تھی۔ تو یورپ کی رپورٹ ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ زنا گرجوں میں ہو رہا ہے جو فطرت سے لڑے گا وہ کٹے گا یہ کام زنا کا دروازہ نکالے گا۔ پانی چلتا رہتا ہے ایک طرف بند کرو گے دوسری طرف نکلے گا آج اگر نکاح بند کرو تو زنا شروع ہوگا کیا یہ ہوسکتا ہے کہ نکاح بند اور زنا جائز ہو۔ باقی یہ کہ عورتیں اور مرد برابر ہو جائیں یہ اللہ کا کام ہے۔ یھب لمن یشاء اناثاً ویھب لمن یشاء ذکورا۔ کسی کو صرف لڑکی۔ کسی کو صرف لڑکے۔ کسی کو دونوں اور کسی کو کچھ نہیں کل چار صورتیں ہوئیں۔ اگر تعداد برابر ہو جائے تو میں یہ کہتا ہوں کہ

قانون تو یہ ہو گا کہ ایک شادی ہو اگر بڑھ جائے تو پھر اولاد کی کم و بیشی والا قانون کہاں جائے گا۔ (2) کہ جس طرح انسانی حیات پر کنٹرول نہیں اسی طرح موت پر بھی کنٹرول نہیں اگر مرد زیادہ مر گئے تو پھر عورتوں کو کہاں کرو گے۔ نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کے قانون پر قربان جاؤں کہ نہ کالج ہے نہ مدرسہ مگر تعلیم ایسی جو دنیا میں ویسی نہیں۔ تو معلوم ہو گیا کہ خاوند بننے کیلئے شرطیں ہیں (1) خوراک (2) پوشاک (3) مکان مہیا کرے۔ قانونی طور پر ان چیزوں کا بیوی کا حق ہے۔ (4) مہر کہ مرد کو اس کا بھی دینا ضروری ہے۔ یہ چیزیں پیسہ سے ہوتی ہیں آدمی اگر غنی ہو تو شادی ہو سکتی ہے ورنہ نہیں۔ (5) پانچویں چیز صحت مردی بھی ہے کہ مردی طاقت موجود ہو اب اگر مرد اور عورتیں برابر بھی پیدا ہوں تو بہت سے مردان پانچ چیزوں سے محروم ہوتے ہیں تو جو عورتیں بچ گئیں وہ کہاں جائیں گیں۔ فرض کرلو کہ ان پانچ چیزوں پر قدرت حاصل ہے تو دنیا میں جنگ ناگزیر ہے تو سوال یہ ہے کہ جنگ میں عورتیں زیادہ ہوتی ہیں یا مرد تو ظاہر ہے کہ مرد کی تعداد زیادہ ہوتی ہے تو جب جنگ ہوتی ہے تو مردوں کی زیادہ تعداد ہلاک ہوتی ہے نہ کہ عورتوں کی تو باقی عورتیں کہاں کرو گے ان کی فطری تقاضائیں جائز طور پر کیسے پوری ہو سکتی ہیں اس لئے اسلام نے قانون بنایا فرض قرار نہ دیا۔ اگر ایک آدمی ایک سے زائد کو صحیح سمجھے تو مسلمان ہو کر مریگا

چاہے تمام عمر ایک... نکاح بھی نہ کرے۔ اور جو ایک نکاح بھی کرے یا نہ کرے اور ایک سے زائد کو حرام سمجھے تو کافر ہے وہ مسلمان نہیں۔ مطلب یہ کہ اس نے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قانون کا انکار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے توراہ بتلائی ہے کہ اگر انصاف کا تقاضا ہو تو ایک سے زائد کر لو اور اگر اندیشہ ہو تو ایک سے زائد نہ کرو۔ ان چار پہلوؤں سے یہ ثابت ہوا کہ تعداد ازواج پر پابندی لگانا فطرت کے خلاف ہے۔ اگر ایک بیوی کے کئی شوہر ہوں تو نطفہ مخلوط ہو جائے گا اسی لئے اسلام نے یہ منع کیا اور ایک مرد کی چار بیویاں ہوں تو نطفہ مخلوط نہیں ہو گا۔ ایک پادری سے پوچھا گیا کہ آپ گرجوں اور مشن سکولوں پر جو اربوں روپے خرچ کر رہے ہو یہ کیوں؟ کہا کہ عیسائی بنانا مقصود نہیں صرف اسلام میں شک ڈالنا ہے۔ نقصان یہ کہ قانون چیز کو قبیح بناتا ہے۔ اگر یہ قانون ہو کہ ایک سے زائد حرام ہیں تو ہمیں تو معلوم ہے کہ یہ غلط ہے ہمیں تو کوئی فرق نہ ہو گا مگر جو اس قانون میں پیدا ہونگے اور مرینگے تو ان کو تو یہ معلوم نہ ہو گا کہ یہ قانون غلط ہے یا درست ہے۔ آج یورپ میں زنا بالرضاء کی اجازت ہے۔ مگر ایک سے زائد نکاح کی اجازت نہیں۔ اگر آنے والے مسلمان ان کے قانون کو دیکھ کر یہ کہیں کہ دوسری بیوی کرنا حرام ہے تو ہمارا رشتہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے کٹ جائے گا کیونکہ خدشہ پیدا ہو گا کہ آپ کی تو 9 تھیں۔ اربوں

حصہ خدشہ آنے سے ایمان ختم اور دین کا رشتہ تمام انبیاء علیہم السلام سے کٹ جائے گا ان خنزیر خور حرام خوروں سے دل لگانے اور ان کا قانون ماننے کی وجہ سے تو ہم اپنا ایمان بھی ختم کر بیٹھیں گے۔ اب تو ہمیں پتہ ہے کہ متعدد بیویاں درست ہیں مگر آنے والی نسل تو اس کو غلط سمجھے گی۔

درس نمبر ۱۵
۶-۳-۱۹۶۶

طلاق۔ نسخ کتب سماوی و جہاد

ایمان بالغیب۔ اقام الصلوۃ۔ اور انفاق فی سبیل اللہ یہ جامع ایمان ہے جو قرآن پر عمل کرے گا اس نے اللہ تعالی کی ساری کتابوں پر عمل کیا اور جس نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے تمام نبیوں علیہم السلام کی اطاعت کی۔ یہ نعمت صرف اسلام کو حاصل ہے۔ایک چیز (1) طلاق (2) جہاد (3) منسوخ کتاب سماوی ان پر بحث ہو گی۔ وما انزل من قبلک عیسائی کہتے ہیں کہ جس طرح ہمارے مذہب میں یہ چیزیں نہیں تو قرآن میں بھی نہ ہوں۔ طلاق کا معنی یہ کہ اگر کچھ حالات ایسے پیدا ہوگئے ہوں کہ اس رشتہ کو باقی رکھنا درست نہ ہو تو اس کا توڑنا طلاق کہلاتا ہے۔ (1) قرآن سے قبل مذاہب عالم میں طلاق کا کیا نظریہ تھا۔ (2) قرآن نے اس کے متعلق کیا قانون پیش کیا۔ (3) تیسری چیز یہ کہ اس دور میں اقوام عالم پر قرآنی قانون کا کیا اثر پڑا۔ اسلام دین فطرت ہے۔ وہ اعتدال ہے نہ کہ افراط و تفریط۔۔

توراۃ میں طلاق کے متعلق ہم یہ نہیں کہتے کہ توراۃ میں طلاق نہیں ہے کیونکہ تحریف فی التوارۃ بہت ہو گئی ہیں۔ یہودی شریعت کے مطابق خاوند کی ادنٰی نافرمانی پر یہ تھا کہ طلاق دو اور پھر ابدالاباد تک تیرے نکاح میں نہ آئے گی۔ یہ طلاق آسان تھی کہ فٹ فٹ پر تعلق ٹوٹ سکتا تھا اور دوسری طرف یہ نکاح نہ ہو سکے گا کتنی سختی ہے۔ متی کی انجیل کے مطابق کہ اگر ایک بیوی کا خاوند بہت ظالم ہو اور بہت تکلیفیں دیتا ہو ایسی عورت کی خاوند سے جدائی ممکن نہیں مطلب یہ کہ بیوی کا ایک ایک منٹ جہنم میں گذر رہا ہے اور ایسے ظالم خاوند سے عیسائی مذہب میں عورت کو چھٹکارا حاصل نہیں اور صرف ایک طریقہ ہے کہ عورت برملا آکر زنا کروائے اور پھر دعوی کرے کہ مجھے طلاق کا حق حاصل ہو گیا اس کے بعد عیسائی مذہب میں طلاق کا حق ملے گا۔ منودھرم شاستر ہندو مذہب میں یہ ہے کہ ایک بار عورت کا نکاح ہو گیا اور تمام تر تکلیفیں مرد دیتا ہو تو بھی طلاق نہیں اور اگر خاوند مرجائے تو پھر بھی نکاح نہیں کر سکتی بلکہ پہلے قانون کے مطابق یہ کہ شوہر کی میت کے ساتھ بیوی کو زندہ جلا دو۔ دیکھو حیض ایک بیماری ہے تو اس دوران میں کوئی ہندو عورت سے نہ بات کرے گا نہ انکے ہاتھ کا پکا کھائے گا وغیرہ۔ آریہ ہندو مذہب نے تو ایک اور کہا کہ پانچ سگے بھائیوں کے نکاح میں ایک عورت آسکتی ہے۔ عورت اگر سمجھدار ہوتی تو جانتی کہ صرف دین

اسلام نے ہی عورت کے حقوق رکھے ہیں یہودی مذہب نے طلاق کو بالکل آسان کیا اور عیسائی اور ہندو مذہب نے طلاق رکھی ہی نہیں تو دونوں صورتوں میں مرد و زن دونوں پر ظلم ہے۔ کیونکہ یا تو عورت بدزبان ہو گی یا شوہر ظالم ہو گا تو دونوں صورتوں میں دونوں پر ظلم ہے حالانکہ نکاح کا مقصد لیسکن الیہا آپس میں سکون ہے تو یہود میں طلاق کی آسانی اور عیسائی و ہندو مذہب میں ہے ہی نہیں۔ مگر اسلام نے اعتدال رکھا کہ اگر ایسا مسئلہ پیدا ہو جائے کہ ادنی بات پر بگاڑ ہو جائے تو ایسا قانون ہو کہ اس سے نجات حاصل ہو۔ تو وہ اعتدال کی راہ یہ ہے کہ ضرورت شدیدہ کی وجہ سے خاص طریقہ سے طلاق جائز ہے۔ نہ کہ غصہ ٹھنڈا کرنا ہو کہ کیونکہ اگر محض غصہ ٹھنڈا کرنا ہو تو پھر جائز نہیں۔ فابعثو احکما من اھلہ وحکما من اھلھا۔ ان یرید اصلاحا یوفق اللہ بینھا۔ مرد اور عورت کے خاندان میں سے فرد بھیجے جائیں۔ وہ جا کر مصالحت کرائیں ان دو افراد کی نیت بھی بگاڑ کی نہ ہو تو اللہ اتفاق ڈال دیگے گا یہ قرآن کا ترجمہ ہے اگر خاندانی پنچایت کی کوشش بھی ناکام ہو جائے تو معلوم ہو گیا کہ انتہائی بگاڑ ہو چکا ہے تو پھر دیکھیں گے کہ شوہر ضرورت کی وجہ سے طلاق دے رہا ہے یا غصہ ٹھنڈا کرنے کیلئے۔ تو قانون یہ بنایا کہ مرد تین طلاق بیک وقت نہیں دے سکتا۔ اور ایام حیض میں بھی نہیں بلکہ پاکی کی حالت میں ایک طلاق دے گا پھر ایام حیض کے بعد غسل کے بعد دوسری

طلاق دے۔ اگر ناپاکی کی حالت میں دے تو میاں بیوی کے جوڑنے
کی کوئی حالت نہیں رہی۔ اور اس سے ایک مہینہ یا کم و بیش مہلت
مل گئی کہ سوچ لو تو اس ایک مہینہ میں معاملہ کے نفع و نقصان کا پتہ
چل جائے گا۔ اسے رجعی طلاق کہتے ہیں اگر اس دوران شوہر زبان
سے کہدے کہ میں بیوی کی طرف رجوع کرتا ہوں اور اگر زبان سے
نہ کہے بلکہ فعلی رجوع کر لے تو طلاق کا کوئی اثر نہ رہا بس نکاح باقی
ہے۔ اب دوسرے حیض کے بعد دیکھے اگر طلاق کی حالت شدید
ہے تو پھر بھی حکم ہے کہ ایک طلاق دے دو نہ دے شاید دوسرے
ماہ میں دماغ درست ہو جائے اگر دوسرے ماہ میں پچھتائے اور
احساس ہو جائے تو قولی یا فعلی رجوع کر لے تو نکاح باقی رہا اور آخر
میں حیض بعد تیسرا مہینہ آیا تو ایسی صورت میں تیسری طلاق کی
نوبت تین مہینہ بعد آئے گی تو اس سے معلوم ہو جائے گا کہ طلاق
کی عظیم حاجت ہے تو معلوم ہو جائے گا کہ جانبین میں بہت عظیم
بگاڑ ہے کہ طلاق کا واقع ہونا ضروری ہے نکاح کا مقصد باہمی محبت
ہے اگر باہمی محبت نہ ہو تو مقصد فوت ہو گیا اور فطری قانون یہ ہے
کہ جس چیز کا مقصد فوت ہو جائے تو اس کا توڑنا منع نہیں ہے۔
سنو! اسلام سے بھاگنے والے یہودیو اور عیسائیو تمہارا علاج اس اسلام
دین فطرت میں ہے۔ ابوداؤد کی حدیث پاک ہے۔۔ ابغض الحلال
الی اللہ الطلاق۔ کہ حلال کاموں میں سب سے برا کام اللہ تعالی کو طلاق

لگتا ہے لہٰذا تمام شوہروں کو تاکید ہونی چاہیئے کہ سمجھ سے کام لے کہ نہایت بگاڑ کے وقت طلاق دے۔ ایک ازالہ کرتا ہوں کہ حلال اور غصہ کو کیوں جمع کیا گیا۔ ایک خاص حکمت کے تحت ایک پہلو کے دو معاملے ہوتے ہیں طلاق کو نظر بضرورت شدیدہ حلال کیا گیا۔ اور نظر بر نتائج کہ بیوی ادھر اجڑ گئی۔ اولاد کہاں اور شوہر کہاں گیا تو چونکہ طلاق کے بعد ایک تکلیف اور پریشانی پیدا ہو جاتی ہے تو اس لئے فرمایا جب تک شدید ضرورت نہ ہو طلاق نہ دو یہ ہے قانون۔ یہ نہیں کہ شراب پی کر اور ٹانگیں پھیلا کر نطفہ سے پیدا ہونے والے بے حیاء تجھے شرم نہیں آتی کہ خدا کے قانون میں ترمیم کرتے ہو۔ ایک عورت نے پوچھا ہمیں طلاق دینے کا حق کیوں نہیں دیا گیا۔ میں نے کہا کہ آپ ناقص العقل ہیں اگر عورتوں کے ہاتھ میں طلاق رکھی جاتی تو مرد اور عورت دونوں کے حقوق ختم ہو جاتے۔ اور طلاق کا معاملہ پاکستان کی صدارت یا وزارت عظمٰی سے زیادہ اہم ہے دوم یہ کہ عورت کے دماغ میں تاثر اور غصہ زیادہ آتا ہے۔ ایک ہے غصہ استعمال کرنا یہ مرد میں ہے اور ایک ہے غصہ آنا وہ عورت میں زیادہ ہے۔ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زیادہ غصہ آنا نقصان کی دلیل ہے۔ بچوں کو بالغوں کی نسبت زیادہ غصہ آتا ہے کیونکہ عقل کم ہے۔ عورتوں کی لڑائی جھگڑے مردوں کی نسبت زیادہ ہوتے ہیں۔ تو عورت کی ایک عقل کم دوم غصہ زیادہ۔ تو اگر

طلاق کا معاملہ عورت کے سپرد کر دیا تو ایک معمولی سی بات پر طلاق واقع ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ نے چند شرائط کے تحت طلاق کا عام اختیار شوہر کے حوالہ کیا اور عورتوں کو بھی خلع کا قانون دیا۔ مطلب یہ ہے کہ اگر خاوند طلاق نہیں دیتا تو عورت عدالت میں جا کر اپنی عاجزی سنائے اور عدالت اس کا معاملہ سن کر فیصلہ کرے۔ آج کل بیسویں صدی میں بھی اسلام کو ماننا پڑتا ہے۔

درس نمبر۱۶
۱۹۶۶-۳-۱۱

صفتِ متقین ۵

آج کے درس میں متقین کی پانچویں صفت کا بیان ہے۔ (1) ایمان بالغیب۔ (2) اقام الصلوۃ۔ (3) انفاق فی سبیل اللہ۔ (4) ایمان جامع۔ (5) ایمان بالآخرت۔ آخرت کا یقین تمام آسمانی کتابوں میں موجود ہے۔ قرآن کا تقریباً ہر صفحہ آخرت یاد دلاتا ہے۔ آخرت بڑی چیز ہے۔ آخرت پر تین پہلو کے لحاظ سے بحث کریں گے۔ (1) بحیثیت اصلاح بشری۔ (2) بحیثیت انسانیت۔ (3) بحیثیت الوہیت۔ آخرت سے جب دنیا والوں کا یقین کمزور ہوجاتا ہے تو دنیا جہنم بن جاتی ہے۔ دنیا کن چیزوں سے دوزخ بنتی ہے۔ کہ ایک انسان دوسرے کو تکلیف پہنچائے یا عزت پر حملہ کرے۔ یا مال چھینے یہ حملے اور فساد اس لئے ہیں کہ ان کا آخرت پر یقین نہیں اگر یقین ہو جائے تو انسان ایک دوسرے کے مخلص دوست بن جائیں گے۔ تو اس صورت میں دنیا کی زندگی بہشت جنت بن جاتی ہے بہر حال آخرت کا عقیدہ جتنا کمزور ہو

جائے دنیا اتنی جہنم بن جاتی ہے۔ آج یورپ نے دنیا کو جہنم بنا رکھا ہے بم وغیرہ برسا رہے ہیں کیا یہ آخرت کی بے یقینی کی وجہ نہیں۔ تم مانو یا نہ مانو اللہ آخرت لائے گا۔ صدر ایوب جو کام کرتا ہے کیا مسجد والوں سے پوچھتا ہے اسی طرح اللہ بھی نہیں پوچھے گا۔ اور آخرت کے یقین میں فائدہ بھی ہمارا ہے۔ نہ کہ اللہ تعالی کا۔ ایک ہے قیام گاہ یعنی رہنے کی جگہ اور ایک ہے گذر گاہ قرآن نے بتایا بد بختو دنیا گذر گاہ ہے اور آخرت وطن اصلی قیام گاہ ہے۔ وان الاخرۃ ہی دار القرار امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں آخرت کے بالمقابل دنیا کے متعلق تین الفاظ لکھے ہیں ہمارا دماغ خراب ہو گیا ہے ہم دنیا میں رہ کر ہی دنیا کو نہیں سمجھتے۔ دنیا بھی عمدہ ہے لیکن آخرت کی فراموشی بری ہے۔ تَغُرُّ۔ تَضُرُّ۔ تَمُرُّ دنیا ایک ایسی چیز ہے کہ تغر دھوکہ دیتی ہے۔ تضر نقصان پہنچاتی ہے۔ تمر پھر گذر جاتی ہے۔ فلا تغرنکم الحیٰوۃ الدنیا۔ تمہیں دنیا کی زندگانی دھوکے میں نہ ڈالے۔ فلا یغرنکم باللہ الغرور تم کو دھوکہ دینے والا شیطان دھوکہ نہ دے۔ مثلاً ایک شخص گاڑی کے سفر میں ڈبہ میں صوفہ سیٹ شیشے اور قالین وغیرہ سجاتا ہے اور پھر یہ سمجھتا ہے کہ یہ ہی وطن ہے اور اس نے ملتان اترنا ہے تو وہاں اس سے پوچھو کمرہ کو سجایا کیوں تھا لغویات زیبائش کی کیا ضرورت تھی اسی طرح نفس دنیا ضروری ہے اس کی دمک چمک ضروری نہیں ڈبہ اگر

زیبائش کیا ہوا بھی نہ ہو تو پھر بھی ہم ملتان پہنچ جائیں گے۔ تو جس کو چھوڑنا ہو اس کو سجانا زیبائش دینا غلط ہے۔ ہر متحرک چیز کی ابتدا اور انتہاء ہوتی ہے مثلاً خیبر میل کراچی سے چلی پشاور انتہا یا پشاور سے چلی تو کراچی پر حرکت ختم ہو گئی۔ دنیا کی گاڑی خالق کائنات نے چلائی ہے۔ تو دنیا پہلا سٹیشن ہے اور قبر دوسرا اسٹیشن ہے اور میدان قیامت تیسرا اور جنت یا جہنم چوتھا سٹیشن ہے اس کے بعد آگے گاڑی نہ جائے گی۔ اس حقیقت کو بیان کیا گیا کہ یہ گاڑی ہے تو ہر اسٹیشن پر کچھ لوگ چڑھتے اور کچھ اترتے ہیں اگر اقوام متحدہ کی رپورٹ درست ہے تو روزانہ ڈیڑھ لاکھ انسان مرتے اور ایک لاکھ پیدا ہوتے ہیں اور یا اس کے برعکس ہے کوئی دن ایسا نہیں کہ کوئی نہ مرتے ہوں تو جو مر گئے وہ اتر گئے اور جو پیدا ہوتے ہیں وہ چڑھتے ہیں۔ لیکن انسان نے کتنی تیاری کی ہے۔ او ہو نہ خدا یاد ہے نہ اپنی زندگی یاد ہے اور نہ زندگی کا نتیجہ یاد ہے۔ اللہ تعالی نے تمام کتابوں میں وطن اصلی یاد دلایا ہے اور ایک واقعہ بھی بیان کیا کہ وطن اصلی یاد رہ جائے۔ کہ آدم علیہ السلام کو پیدا زمین سے کیا پھر بسایا جنت میں۔ پھر کچھ دانہ کھانے سے زمین پر بسایا گیا تو یہ انسان کو تعلیم ہے کہ تو زمین نے بنایا گیا ہے۔ مگر جگہ جنت میں ملے گی۔ یعنی وطن اصلی جنت ہے تو ہمیشہ انسان آبائی وطن کو اصلی وطن سمجھتا ہے تو اللہ نے یہ بتایا کہ سب اولاد آدمؑ ہیں اور

آدمؑ کا مکان جنت ہے تو تمام کو اشارہ ہے کہ وہاں رہنا ہے پھر ایک نکتہ کہ انسان کو تنبیہ ہو تو وہ یہ حکم دیا گیا کہ فلاں درخت سے نہ کھانا یہ کوئی قانون تشریعی نہ تھا بلکہ تشفیقی حکم تھا یعنی شفقت اور مہربانی کا حکم تھا۔ کوئی یہ نہ جانے کہ آدم علیہ السلام نے غلطی کی تھی غلطی قانون حکم کی خلاف ورزی کو کہتے ہیں ولا تقربوا الزنا یہ تشریعی حکم ہے اور دوسری طرف ڈاکٹر کہدے کہ فلاں غذا نہ کھانا تو یہ شفقت کا قانون ہے۔ نہ کہ شریعت کا۔ کیونکہ یہ حلال تو ہے مگر نقصان کی وجہ سے مریض کو روکا۔ ولاتقربا هٰذه الشجرة شفقت کا حکم ہے یہ قانونی حکم نہ تھا کیونکہ قانون اس وقت ہوتا ہے جب پیغمبر ہوں لوگ ہوں اور کتاب ہو یہ کچھ بھی نہ تھے۔ آدمؑ جنت میں نبی نہ تھے دنیا میں نبوت ملی تھی نہ لوگ تھے نہ کتاب تھی اس لئے یہ شفقت کا حکم فرمایا۔ گناہ قانون کو توڑنے کو کہتے ہیں اس وقت قانون وغیرہ نہ تھا۔ مگر پیغمبر کی شان بلند تھی۔ فنسی ولم نجدلہ عزماً یہ کہ بھول گیے اور ہم نے آپ کا عزم نہ پایا۔ اللہ تعالی کا یہ ارشارہ تھا کہ اس درخت سے نہ کھانا ایک تو یہ گناہ نہ تھا دوسرا یہ بھول سے ہوا مگر اس کے بعد نتائج کا تسلسل دیکھو کہ آدم علیہ السلام اتارے گئے یہ صرف آپ کا اتارنا نہ تھا بلکہ سب کا اتارنا ہوا۔ اگر آدم علیہ السلام وہاں رہتے تو سب اولاد وہیں رہتی فلا یخرجنکما الخ کہ یہاں سے جاؤ گے تو مشکل میں جاؤ گے۔ امام منذری رحمتہ

اللہ علیہ نے ترغیب و ترہیب میں جنت کے حالات لکھے ہیں کہ جتنے کپڑے ہیں وہ یہ کہ درخست سے گچھ نکلے گا اور کپڑا بنا بنایا ہوگا کوئی محنت نہیں کرنی پڑے گی۔ جب اس کپڑے کو اتارو تو دوسرا فوراً تیار ملے گا۔ تو دانہ کے کھانے کا اثر اولاد آدم پر بھی پڑا۔ کہ دنیا کی تمام مشکلات روزی، تعلیم، نوکری وغیرہ وہاں نہ تھیں یہ سب تکلیفیں اس تناول دانہ کا اثر ہے۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ جتنی بڑی ہستی ہو اسکی غفلت کا نقصان بھی اتنا بڑا ہوتا ہے۔ تو انسان کو یہ پتہ نہیں کہ یہ اللہ کا آرڈر ہے کہ گورنر کے آرڈر کو تو نہیں توڑتے اور اللہ تعالی کی نافرمانی کرتے ہیں۔ تو یہ سمجھایا کہ آدم کی غلطی شفقت والی غلطی تھی اور تمہاری غلطی قانونی غلطی ہے۔ ان کے دانہ کی غلطی سے کتنا نقصان ہوا تو تم بھی سنبھل جاؤ اور دوسری بات یہ کہ دنیا گذر گاہ ہے۔ اس کے لئے کتنی تیاری کرتے ہو اور جس قیام گاہ میں اربوں سال رہنا ہے اس کے لئے کچھ تیار کر لو۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو آخرت کا یقین زیادہ ہوگا وہ موت کو یاد کرے گا۔ ترغیب و ترہیب میں حدیث پاک ہے کہ پیغمبران علیہم السلام پر موت کا خیال رہتا تھا ایک مرتبہ حضرت اسامہؓ نے کوئی چیز خریدی اور رقم دو ماہ کیلئے رکھی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعجب کیا فرمایا والذی نفسی بیدہ کہ میری جان جس کے قبضہ میں ہے اس کی قسم کہ جب

میری آنکھ کھلتی ہے تو یہ یقین نہیں رہتا کہ مل جانے تک موت نہ آجائے اور جب پانی آجائے تو مجھے یہ یقین نہیں ہوتا کہ اس کے پینے سے قبل موت نہ آجائے۔ آنکھ کھل بل کا مطلب یہ کہ آنکھ جھپکنے کیلئے کھلتی ہے۔ پھر فوراً بند ہو جاتی ہے۔ اذکروا ھاذم اللذات الموت۔ کہ اس کو یاد کرو جو تمام لذتوں کو مٹانے والی ہے وہ ہے موت جانوروں کو موت کا شعور نہیں اگر ہم کو بھی نہ ہو تو پھر ہم جانور سے بھی بد تر ہوئے۔ تو آخرت پر یقین بڑی چیز ہے اگر آخرت کا تصور ہو تو مسلمان دوسرے مسلمان کو ہر وقت فائدہ پہنچائے گا۔

درس نمبر ۱۷
۱۲-۳-۱۹۶۶

یقینِ آخرت

وبالاخرۃ ھم یوقنون۔ اس چیز پر اللہ تعالےٰ نے متقیوں کے کمالات کو ختم کیا۔ کہ وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ معلوم ہو گیا کہ صرف آخرت کا یقین وہ دولت ہے جس سے ایمان نصیب ہوتا ہے۔ اور یہ عجیب بات ہے کہ انسان کے ہاں جو آسان کام ہے اللہ کے ہاں اسکی قیمت بہت زیادہ ہے۔ اور جو کام انسان کے ہاں بہت سخت ہے اللہ کے ہاں اسکی قیمت کم۔ ایمانی عقائد کا سلسلہ آسان کام ہے۔ یعنی اللہ، ملائکہ، کتابوں، رسولوں اور آخرت پر عقیدہ رکھنا۔ تو دل میں پختہ عقیدہ رکھنا یہ کام انسان پر کوئی مشکل نہیں۔ اور اعمال کا سلسلہ تکلیف دہ ہے۔ اللہ تعالےٰ نے آسان کام عقیدہ طلب کیا اور جب بدبختوں نے آسان کو نہ کیا تو پھر عذاب سخت ہے۔ دیکھو اگر انسان تمام نیکیاں کرے اور بدی سے بچے مگر آخرت میں شک ہے تو بِلا پوچھے جہنم میں ڈالا جائیگا اور اسی طرح مکمل گناہ کرتا ہو سب بدی ہی بدی ہو مگر آخرت پر یقین ہو

تو آخری انجام جنت ہے۔ تو اس سے یہ مسئلہ واضح ہوا کہ آسان شئی کی قیمت اللہ کے ہاں زیادہ ہے۔ اگر دنیا کے تمام انسان کافر بن جائیں یا سب شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ جیسے بن جائیں تو خدا کی خدائی میں فرق نہیں تھا مگر خدا تعالےٰ نے خود مہربانی فرمائی کہ پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام اور کتاب بھیجی اور فرمایا کہ آخرت آنیوالی ہے اس کا نقشہ عجیب ہو گا۔ عمل کے مطابق چہرے خوبصورت اور بدصورت ہونگے دنیا میں خوبصورتی و بدصورتی اللہ نے بخش کی ہے وہاں عمل پر منحصر ہو گی۔ بخاری و مسلم شریفین کی حدیث پاک فمنہم بعض ایسے ہونگے کہ چودھویں کے چاند کے مانند چہرہ ہو گا۔ احسن کوکب دری اور بعض ستاروں کی مانند چہرہ والے ہونگے۔ وہاں عزت اور بے عزتی کا نظام بدلے گا۔ بسااوقات جس کی ساری دنیا عزت کرتی ہو وہاں وہ سب سے ذلیل ہو گا۔ آج دنیا میں روس اور امریکہ کے صدروں کی کیا عزت ہے پھر وہاں بھی دیکھو گے۔ اللہ نے فرمایا تم آخرت پر یقین لاؤ تا کہ تمہارا فائدہ ہو۔ قیامت کے کثیر نام رکھے گئے ہیں۔ یوم الدین کہ جزا کا دن، فمن یعمل مثقال ذرۃ الخ کہ جس نے ایک رائی کے دانہ کے برابر نیکی و بدی کی ہے وہ یوم الدین میں جزا لیلے گا۔ والعاقبۃ للتقوی کہ انجام زندگی۔ تقوی والوں کیلئے ہے۔ ان یوم الفصل کان میقاتا کہ مکمل جدائی کا دن ہے کہ وہاں سب الگ ہونگے کافر جنت اور ایمان والا جہنم میں

نہیں جا سکتا۔ وہاں جہان عمل کے مطابق بدل جائے گا۔ بعض نام ایسے ہیں جو قیامت کی حقیقت کو ظاہر کرتے ہیں۔ الحاقہ مالحقہ کہ قیامت کا دن حق ہے آپ کو کیا پتہ کہ اس دن کیا کیا ہو گا۔ لیس لوقعتہا کاذبۃ کہ قیامت کے دن میں اربوں حصہ بھی شک نہ کرو۔

ذالک یوم التغابن۔ دھوکہ کے ظاہر ہونے کا دن۔

اور دھوکہ بھی ایسا کہ اربوں سال روئے تو بھی اس کا بدلہ نہیں ہے۔ دنیا کے ہر دھوکے کا زوال ہے لیکن ذالک یوم التغابن کہ اس دن دھوکہ کا زوال نہیں۔ قیامت کا دن شانِ خداوندی کو ظاہر کرتا ہے۔ خافضۃ رافعۃ کچھ لوگوں کو انتہائی ذلیل کرنے والا دن۔ اور کچھ نیچے کے لوگوں کو بہت اوپر چڑھانے والا دن۔ آج کے یورپی ممالک کے حکمران اس دن سیاہ چہرے والے ہونگے شرم کے مارے اوپر نہ دیکھیں گے۔ ایک جگہ قیامت کے پورے دن کا نام۔ دین۔ رکھا ہے ان الدین لواقع کہ پورا دین واقع ہو گا۔ الساعۃ یعنی ایک گھڑی کا واقعہ ہے کلمح البصر وھواقرب کہ آنکھ کی جھپک سے کم وقت میں قیامت آجائیگی اور بھی کئی نام ہیں۔ اور کثرت اسماء اور صفات قیامت یہ دلیل ہیں قیامت کی۔ قیامت کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے کمال تفہیم یہ دوسری چیز ہے قیامت کے مسئلہ کو سمجھانے کی۔ ان الساعۃ اٰتیۃ لاریب فیھا کہ اس گھڑی میں کوئی شک نہیں اور اللہ تعالےٰ قبروں والوں کو ضرور اٹھائے گا۔ بہت

سے مقدمات میں قسموں پر فیصلہ ہوتا ہے۔ لیکن اللہ کو قسم کی کیا ضرورت تھی اس کے حق میں کوئی مدعی نہیں بن سکتا۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے بھی اس مسئلہ کی قسم کھائی۔ فورب السمٰوٰت والارض انہ لحق مثل ما انکم تنطقون جیسے تم اپنی بات کے کرنے میں شک نہیں سمجھتے اسی طرح قیامت میں شک نہیں۔ قسم کھانا تو اللہ کی رحمت نے جوش مارا کہ ویسے نہیں مانتے تو قسم کھا رہا ہوں اب تو مانو۔ ایک بدو ایک امام کے پیچھے نماز ادا کر رہا تھا تو امام صاحب نے یہ آیت جب پڑھی تو بدو بیہوش ہو کر گر پڑا کہ ہزار لعنت ہو اس شخص کو کہ میرے اللہ کو قسم پر اتارا اس کی بات کو ایسے نہ مانا۔ یعنی بلا قسم نہ مانا۔ اس کے بعد اللہ تعالےٰ نے قیامت کے ثبوت کیلئے دلائل دئے جو امام رازی رحمتہ اللہ علیہ کی آٹھ جلدوں سے چن کر تمہارے سامنے رکھوں گا۔ دوم مفسرین کہ قرآن کے سمجھانے کا طریقہ ہے اللہ تعالےٰ عام فہم بات سمجھاتا ہے مشکل دلیل نہیں دیتا امام رازی رحمتہ اللہ نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ عام لوگوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے اور علم والوں کی کم۔ تو اللہ تعالےٰ تعداد کا خیال رکھتا ہے۔ تو عام فائدہ کیلئے قرآن کے دلائل عام فہم ہوتے ہیں۔ امام رازی رحمتہ اللہ علیہ نے دوسری دلیل یہ دی کہ مشکل دلیل ہوتی تو آپ کہتے کہ کیا اللہ تعالےٰ آسان طریقہ سے نہیں سمجھا سکتا تھا اور دلائل بھی ایسے دئے کہ شک دور ہو جاتے ہیں۔ موجودہ

سائنس کے انسانی کارنامے کتنے مشکل ہیں۔ مگر کیا یہ نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ جو ایسے اربوں قوتوں کو ایک سیکنڈ میں پیدا کرنے والا ہے کیا وہ قیامت پیدا نہیں کر سکتا۔

انسان اس کے سامنے جیسے سمندر کے سامنے قطرہ ہی نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے دو دلیلیں عام فہم دیں قال و من یحیی العظام وھی رمیم۔ کہ بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا۔ یہ قیامت کے منکروں کا انکار نقل کیا۔ قل یحییھا اللذی انشئھا اول مرۃ کہ ان کو وہ زندہ کرے گا جس نے پہلی بار زندگی دی۔ ھل اتی علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئاً مذکوراً یہ دلیل ہے کہ انسان پہلے کچھ نہ تھا ہم نے پیدا کیا گویا قیاس الاعادہ ابتدائی تخلیق کو دوسری تخلیق پر دلیل کیا کما بدأنا اول نعیدہ جس طرح ہم نے پہلے بنایا اسی طرح ہم اب بنائینگے۔ جو آدمی ایک بار کوئی چیز بنائے کیا دوسری دفعہ نہیں بنا سکتا؟ انشئھا اول مرۃ۔ اگر تم یہ خیال کرتے ہو کہ قبر کے ذرات میں زندگی تو نہیں پھر کیسے بنیگا۔ تو اللہ کہتا ہے کیا نطفہ میں یہ شکل انسانی تھی۔ عقل، ناک وغیرہ تھیں۔ جس طرح نطفہ صفر تھا ہم نے سب کچھ پیدا کیا بکل خلق علیم ۔ اللذی جعل لکم من الشجر الاخضر ناراً۔ یہاں تم یہ شک کرتے ہو کہ دوبارہ کیسے زندہ ہونگے لیکن میں یہ طاقت رکھتا ہوں کہ میں کبھی مرنا اور جینا دونوں کو اکٹھا کر سکتا ہوں۔ مرنا، جینا ایک دوسرے کی ضد ہیں

میں نے سبز درخت میں آگ رکھی ہے۔ عرب میں ایک درخت ایسا ہے کہ سبز لکڑی اگر آگ میں رکھو تو فوراً جل جائیگی۔ بانس کی لکڑی بھی اسی طرح ہے۔ تو میں نے آگ اور پانی کو جمع کر دیا۔ تو قبروں سے تمہیں زندگی دینا میرے لئے کیا دشوار ہے۔ بلی قادر علی ان یخلق مثلھم بلی وھو الخلاق العلیم خدا کہتا ہے کہ بنا سکتا ہے ایحسب الانسان ان تیرک سدی الم یک نطفۃ من منی یمنی کہ اس کا آغاز نطفہ نہ تھا۔ ثم کان علقۃ فخلق فسوی پھر خون نہ بنایا فجعل منہ الزوجین الذکر والانثی۔ کیا ایسا خدا قیامت کیلئے دوبارہ زندگی نہیں دے سکتا؟ افرایتم النار التی تورون جس آگ کو تم سلگاتے ہو انتم کیا تم نے اس کا درخت اگایا ہے؟ ومتاع اللمقوین جو فائدہ اٹھانے کی چیز ہے تم تو قیامت میں شک کرتے ہو وہ آئیگی۔ لکڑی، پتھر اور چقماق میں آگ ہے لیکن نظر نہیں آتی تو کہا کہ تم کو کیا پتہ کہ قبر کے ذروں میں تمہارا تخم موجود ہے۔ بس کسی خاص سبب سے زندہ ہو جائیں گے۔ بارش اور پانی نہ ہو تو علاقہ کے علاقہ مردہ پڑے رہیں تو جب بارش آجائے تو سب چیزیں زندہ ہو جاتی ہیں۔ قرآن و نزلنا من السماء ماء مبارکا ہم آسمان سے برکت والا پانی اتارتے ہیں۔ ابن سینا نے بارش کے پانی کو فائدہ مند کہا ہے۔ ہم کھجور کے لمبے درخت کو اگاتے ہیں اور اس کے کنبے ترتیب سے بنے ہوئے ہیں۔ کذالک الخروج کہ تمہارا بھی قبروں

ایسا اٹھنا ہوگا۔ ایک بے دین ایرانی نے کہا انسان کوئی کھیتی ہے کہ اگے گا۔ ایک شاعر نے کہا کہ زمین نے کبھی خیانت نہیں کی ایک دانہ دو اور لاکھوں لو اسلئے آدم اور حوا کو زمین سے زندہ کیا۔ شاعر۔ کہ زمین نے کسی ادنٰی تخم کو ضائع نہیں کیا وہ انسان کے تخم کو کس طرح ضائع کریگی۔ چھٹی دلیل خلق السمٰوٰت والارض کہ انسان تو کرہ ارضی کا حقیر کیڑہ ہے اور آسمان و زمین تو اس سے قوی ہیں۔ تو جو قیامت پر یقین نہ کرے گا وہ اللہ تعالٰی کی طاقت میں شک کرتا ہے۔ تو اللہ تعالٰی کہتا ہے کہ تم بڑے ہو یا آسمان و زمین۔ تو یہاں اللہ تعالٰی نے سادہ دلیل بیان کی لیکن گہرائی والی۔ انتم اشد خلقاً ام السماء بنٰھا کہ تمہارا دوبارہ پیدا کرنا یا آسمان کا پیدا کرنا مشکل ہے۔ لخلق السمٰوٰت والارض اکبر من خلق الناس کہ انسان کی تخلیق سے آسمان و زمین کا بنانا بڑا کام ہے جب اللہ انہیں بنا لیتا ہے تو قیامت کے دن تمہیں دوبارہ نہ بنا سکے گا۔ کئی کام ایک قسم کے ہوتے ہیں مگر ہر ایک انہیں نہیں کر سکتا۔ مثلاً درزی کا کام کپڑا سینا ہے مگر ایک درزی چادر تو بنا سکتا ہے مگر کوٹ و اچکن نہیں بنا سکتا۔ اور ایک کوٹ و اچکن بنا سکتا ہے۔ تو جو کوٹ و اچکن بنا سکے وہ چادر بھی ضرور بنا سکے گا کیونکہ مشکل چیز بنا سکتا ہے۔ اور آسان نہیں بنا سکے گا۔ تو قیامت کے شبہات میں یہ بھی تھا کہ پہلے تو انسان کو بتدریج تخلیق دی کہ پہلے نطفہ پھر خون پھر لوتھڑا وغیرہ

اور قیامت کے دن یکایک تخلیق ہو گی۔ وہ کیسے ہو گی۔ قرآن کر تدریجی پیدائش میں قدرت کا زیادہ ظہور ہوتا ہے تو اس تدریجی تخلیق کا سلسلہ دنیا میں کیا۔ اللہ تعالےٰ کی قدرت کے مختلف مناظر آتے ہیں۔ بچپن، جوانی، بڑھاپا اور فوراً عدم سے وجود کی تخلیق یہ قیامت کے دن کی حکمت ہے۔ دیکھو جنت میں فوری تخلیق کا سلسلہ ہو گا۔ ایک دفعہ ایک کاشتکار انصاری صحابیؓ نے عرض کی یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کہ جنت میں کھیتی کاشت ہو گی تو حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا ولکم فیہا ما تشتہی انفسکم الخ کہ اگر تم چاہو تو کھیتی بھی ہو گی۔ ایک مہاجر صحابیؓ نے کہا کہ ہم تو نہ چاہیں گے ہم تو تجارت والے ہیں۔ تو فرمایا جب تم چاہو گے تو زمین پھٹ جائیگی پھر خود بخود دانہ پڑے گا اسی وقت پک جائیگی اسی وقت بن کر آگے آجائیگا۔ بہرحال قیامت کی دلیل مختلف گوشوں میں دی۔ تو اگر قیامت ہو گی اور اعمال کی جزاء و سزا ہو گی تو ضبط اعمال کیلئے نظام ہو تو۔ قرآن و حدیث نے کہا کراماً کاتبین اعمال لکھتے ہیں۔ تو اللہ تعالےٰ نے کاتب اعمال کو پوشیدہ رکھا۔ حالانکہ قرآن نے کہا اذ یتلقی المتلقیان عن الیمین و عن الشمال قعید کہ دائیں بائیں بیٹھ کر لکھتے ہیں۔ ما یلفظ من قول الالدیہ رقیب عتید نیکی کا ایک لفظ نکلے فرشتے لکھنے کیلئے تیار ہیں۔ وجاءت سکرۃ الموت بالحق تو یہ آخرت کی نشانی ہے۔ دنیا میں آخرت نظر نہ آتی تھی آج دکھا

دی۔ نزع کے وقت، جنت، جہنم اور اعمال نامہ لکھنے والے فرشتے دکھائی دیتے ہیں۔ والسماء والطارق الخ کہ ہر آدمی پر ضبطِ اعمال کرنے والا فرشتہ موجود ہے مثال ستاروں کی دی۔ کہ دن کو ستارے ہیں مگر نظر نہیں آتے جوں رات آئی تو دکھائی دیتے ہیں تو جب موت آئیگی تو اس وقت فرشتے نظر آئیں گے۔

درس نمبر ۱۸
۱۸-۳-۱۹۶۶

ضبطِ اعمال وجمعِ ذراتِ اَبدان

وبالاخرۃ ھم یوقنون سابق درسوں میں آخرت کا بیان ہوا کہ آخرت کا مسئلہ قرآن نے نہایت تفصیل کیساتھ بیان کیا ہے۔ جس کے بعض اجزاء پہلے بیان ہو چکے ہیں۔ اور قیامت کے بارے میں جو جو شبہات آسکتے تھے ان کا جواب دیا۔ دو چیزیں آج ذکر کرتا ہوں۔ (1) مثلاً آخرت حق ہے تو یہ ضروری ہے کہ عمل ضبط ہو کیونکہ مثل نہ ہو تو سزا نہ ہو گی اور قیامت جزاء و سزا کا دن ہے۔ تو بظاہر تو ہمیں حکومت الٰہی کے وہ کارندے نظر نہیں آتے جو ہمارے اعمال ضبط کر رہے ہیں۔ اللہ کا کارخانہ ایسا ہے کہ جو چیزیں نظر نہیں آتیں انہیں کثیر تعداد میں پیدا کیا ہے تو اللہ تعالےٰ نے چاہا کہ قیامت کا شک نہ رہ جائے اس لئے مختلف شکلوں میں بیان کیا۔ وان علیکم لحفظین کراما کاتبین یعلمون ماتفعلون تمہارے کل اعمال کی نگرانی کرنے والے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو وہ جان لیتے ہیں مایلفظ الالدیہ رقیب عتید تمہاری

زبان سے لفظ نکلا اور لکھا گیا۔ والسماء و الطارق وما ادرٰک....ان کل نفس لما علیہا حافظ آسمان اور ستاروں کی قسم ہے کہ تم پر اعمال لکھنے والے فرشتے موجود ہیں۔ دنیا میں نظر نہ آنیکی وجہ سے ان کے وجود میں شک نہ کرو۔ دنیا و آخرت اللہ کے ہاں ایسے ہے جیسے ہمارے ہاں دن اور رات۔ دو یہاں اور دو وہاں۔ دن کے وقت پورا آسمان ستاروں سے پُر ہے لیکن نظر نہیں آتے اور جب سورج ڈوبا اور رات آئی تو ستارے نظر آ جاتے ہیں۔ اسی طرح فرشتے موت کے وقت نظر آئیں گے۔ حافظ ابن حجر رحمتہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمران بن حسینؓ یہ جلیل القدر صحابی گذرے ہیں کہ انہیں کراماً کاتبین نظر آتے تھے اور آپ ان سے گفتگو کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپکو پریشان دیکھا گیا پوچھنے پر معلوم ہوا کہ کوئی تکلیف ہوئی تھی اس کے علاج کیلئے مجھے داغا گیا ہے بس اس کے بعد کراماً کاتبین نظر نہیں آتے تو پریشان ہوں۔ شاید یہ بات توکل علی اللہ کے خلاف تھی۔ آخرت کے متعلق ایک اور شبہ جو پیدا ہو سکتا ہے وہ یہ ہے کہ بدن کے متفرق ذرات کس طرح جمع ہو سکتے ہیں۔ اور جنہوں نے میتیں جلا دی ہیں وہ کیسے وجود میں آئیں گے۔ تو یہ معاملہ بھی قرآن نے حل کیا ہے۔ بات یہ ہے کہ اگر ایک آدمی مر جائے اور خاک ہو جائے۔ اور اس کے ذرے ذرے زمین میں بکھیرے جائیں تو وہ بھی قدرت الٰہی سے جمع ہو جائیں گے اگر

تھیں یہ معاملہ دشوار نظر آرہا ہے کہ یہ ذرات کس طرح جمع ہونگے۔ تو قرآن کہتا ہے فالینظر الانسان مم خلق کہ انسان کو غور سے دیکھنا چاہیئے کہ وہ کس سے بنا ہے۔ کہ متفرق ذرات تو اب بھی میں جمع کر رہا ہوں۔ تو ہر آدمی کو معلوم ہے کہ انسان قطرۂ منی سے اور منی خون سے اور خون غذا سے اور غذا آگ، پانی، مٹی اور ہوا سے بنی ہے۔غذا میں پہلے یہ فرض کر لو کہ وہ گوشت کھاتا ہے تو ممکن ہے کہ یہ بکری بلوچستان وغیرہ سے آئی ہو اور ایک ملک کا غلہ دوسرے ملک میں آتا جاتا ہے تو بلوچستان کی بکری کا گوشت اور امریکہ کی گندم کا آٹا کھایا تو یہ غذائی ذرات کہاں کہاں سے اکٹھے کئے۔ پھر دارچینی چین سے مرچ انڈونیشیا سے وغیرہ آتی ہے تو معلوم ہوا کہ باپ کی خوراک کے ذرات دنیا کے مختلف حصوں سے جمع ہو کر اس کے دستر خوان پر آجاتے ہیں تو اس سے لڑکا وغیرہ پیدا ہوئے تو اب بھی اولاد ہر بیٹا یا بیٹی دنیا کے مختلف حصوں کے ذرات سے مل کر پیدا ہو رہے ہیں۔ فالینظر الانسان مم خلق کہ انسان کو سوچنا چاہیئے کہ میں کس سے بنا ہوں اور میری غذا کے ذرات کہاں کہاں سے جمع کئے گئے ہیں تو اللہ تعالٰی ایسا کام کر سکتا ہے کہ یہاں روز مرہ بکھرے ہوئے ذرات اکٹھے ہو کر بچے پیدا ہو رہے ہیں اسی طرح قیامت میں بھی ذرات جمع ہو کر انسان بن جائے گا۔ ومن الناس من یقول امنا باللہ و بالیوم الاخر معلوم ہو گیا کہ ایمان باللہ اور بالاخرۃ ہی

ایمان کا خلاصہ ہیں۔ ان پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اللہ تعالےٰ نے ایک دوسری دلیل سے بطور عقل ثابت کر دیا کہ اگر یہی جہان دنیا ہو اور آخرۃ نہ ہو تو اللہ کی عدالت تو ختم ہو جائیگی۔ مؤمن اور کافر اس عقیدہ میں شریک ہے کہ اللہ تعالےٰ عادل ہے اور منصف ہے تو دنیا کا نقشہ دیکھ لو کہ اس میں ظلم ہے کہ نہیں ابتداء انسان کی تخلیق سے اب تک کرۂ ارضی میں انسان پر ظلم ہو رہا ہے اور دنیا میں ہر ظلم کی سزا نہیں مل سکتی۔ پہلی جنگ عظیم (1418ء) میں چار کروڑ اور دوسری جنگ عظیم میں چھ کروڑ انسان مر گئے تو کسی نے جرنیلوں کو عدالت میں بلایا ہے کہ تمہاری یہ سزا ہے تو مطلب یہ کہ اکثر ظلم کی سزا نہیں ملتی اور جن کو ملتی ہے تو مکمل نہیں ملتی۔ ماشاء اللہ وکلاء صاحبان کا گروہ موجود ہے۔ ہمارے ہاں قتل کی سزا پھانسی ہے تو دیکھا گیا ہے کہ اکثر کو پھانسی نہیں ہوتی یا شہادت نہ ملنے پر قاتل بری ہو جاتا ہے یا پھر رشوت دیکر کچھ عرصہ کی سزا دی جاتی ہے اور سزا بھی یہ کہ پہلے خود کما کر کھاتا تھا اب حکومت سے کھائیگا تو اگر صرف یہ جہان دنیا ہی ہے اور آخرت نہیں تو خدا تعالےٰ کی عدالت تو ختم ہو گئی اگر معمولی انسان کی حکومت میں روزانہ ظلم ہو رہے ہوں اور وہ سزا نہ دے تو کیا وہ بدنام صدر نہ ہو گا۔ تو اللہ تعالےٰ کی دنیا میں کتنے ظلم ہو رہے ہیں اور اللہ تعالےٰ بھی جزا و سزا نہ دے تو اللہ تعالےٰ کی حکومت بدنام نہ ہو گی۔ ام بجعل

اللذین امنوا و عملو الصلحات کالمفسدین فی الارض الخ کیا ہم ایمان دار اور نیکوکار کو بدکاروں کے برابر کریں گے۔ اگر آخرت نہیں تو اللہ تعالےٰ نے معاذاللہ ظالم اور مظلوم کو برابر کیا اور یہ تو رنجیت سنگھ کی حکومت میں بھی نہیں ہو سکتا۔ تو سمجھ لو کہ موت سے گذر کر اللہ کی عدالت میں جا رہے ہیں تو پھر پتہ چلے گا کہ کتنی رشوت لی تھی۔ 1947ء سے لیکر آج 1966ء تک پاکستانی مسلمانوں کی رشوت پوری دنیا کی زندگی یعنی آدم علیہ السلام سے لیکر 1947ء تک کی مسلمانوں کی رشوت سے زیادہ ہے۔ یہ اس ملک کا حال ہے جو کلمہ کے نام پر لیا گیا ہے۔ ام نجعل المتقین کالفجار کیا ہم نیکوں کو بدوں کے برابر کریں گے۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ و من یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ جس نے ایک ذرہ برابر خیر و شر کیا پائیگا سفارش نہ چلیگی اور فدیہ و جرمانہ کے ذریعہ انصاف کو ٹالا نہیں جا سکتا۔ لعنت ہو انگریز کے قانون پر۔ انگریزوں نے شاہ عالم سے ٹھیکہ لیا کہ تم ٹھیکہ کی رقم لیلو اور مقدمات کا فیصلہ ہم کریں گے۔ تو جب سے مسلمانوں نے سپاہی کا کام کیا تو برباد ہوئے۔

1947ء میں ادھر ناچ شروع ہو گیا ادھر مسلمان کٹ رہے تھے۔ تو قانون ایسا غلط بنایا کہ بس آمدنی ہوتی رہے۔ دریافت، تحقیقات، اپیل در اپیل وغیرہ۔ ابھی ایک جسٹس نے بیان دیا ہے کہ کئی ایک مقدمات ایسے ہیں کہ دادا نے درج کرایا اور

پوتے بھگتے چلے آ رہے ہیں۔ وہی ملعون قانون ہمارے ملک میں ہے۔ انصاف دور ہے مدعی اور مدعی علیہ کا دیوالیہ نکل جاتا ہے۔ ہائے انصاف یہ تو ایک معمولی سی سلطنت و حکومت ہے۔ سمرقند سے بخارا تک اورنگ زیب کی حکومت تھی۔ ایک ادنی آدمی اگر کنڈی بجاتا تو بادشاہ باہر آتا اس کا ظلم سنتا اور حکم دیتا کہ آج ختم ہو جائے۔ سیدنا امیرالمومنین حضرت عثمان غنیؓ ذوالنورین کا قول مبارک ہے الحکم الی امیر الخ کہ تم بولنے والے حاکم سے کرنے والے حاکم کے زیادہ محتاج ہو۔ ہم نے اس موجودہ حکومت میں یہ دیکھا ہے کہ ظالم قابض پولیس کو پیسہ دیدیتا ہے اور قابض رہتا ہے اگر یہ دیتا رہے تو شاید نفخہ اسرافیل تک بھی مظلوم کو قبضہ نہ ملے اس لعنتی قانون پر کب تک بھروسہ کرو گے وہ لعنتی خنزیر خور تو چلے گئے۔ غالباً آج سے تیس (30) سال یا زیادہ پہلے ایک مدینہ اخبار نکلتا تھا اس نے لکھا کہ ایک انگریز مجسٹریٹ کا دہلی سے تبادلہ ہو گیا تو ایک مسلمان سیٹھ جو اس کا دوست تھا اس نے دعوت کی تو جاتے ہوئے اس انگریز مجسٹریٹ نے دوستی کا حق نبھاتے ہوئے کہا کہ اگر تم عقلمند آدمی ہو تو اس دور میں عدالت میں کوئی مقدمہ نہ کرنا۔ اتفاق سے سیٹھ نے کوئی مقدمہ کر دیا دوست کی بات پر عمل نہ کیا تو مقدمہ لڑتے لڑتے اکیس سال گذر گئے۔ جب وہ انگریز مجسٹریٹ دورہ پر آیا تو اس سیٹھ کا دیوالیہ نکل چکا تھا تو اس

نے دیکھ کر تعجب کیا اور کہا میں نے کیا کہا تھا۔ اس یورپی قانون میں تو صرف دونوں طرف سے پیسہ بٹورنا ہے انصاف تو ہے ہی نہیں۔ اس کا تو طریقہ کار بھی ایسا بنایا گیا ہے۔ یو۔پی کی ضرب المثل تھی کہ اس لعنتی قانون سے جو جیتا وہارا۔ اور جو ہارا وہ مارا۔ خدا اس لعنتی قانون کو ہمارے ملک سے نکالے۔ قرآن نے دوسری چیز یہ بیان کی کہ اگر آخرت کی عدالت نہ ہو تو پھر تو اللہ تعالےٰ نے کوئی انصاف نہ کیا اور ساری کائنات کی تخلیق تو پھر عبث ہو گی۔ مگر اللہ تعالےٰ نے لغو چیز پیدا نہیں کی وماخلق السمٰوٰت والارض الابالحق۔ بڑا کام ایک حکمت پر مبنی ہے۔ سارا کارخانہ کائنات انسان کیلئے بنا تو اب حضرت انسان کس کے لئے بنا۔ وہ طاعتِ الٰہی کیلئے ہے۔ اس کا معنی یہ کہ اللہ تعالےٰ کی بندگی و طاعت ہو نافرمانی نہ ہو دوسرے انسان کو ایذاء پہنچانا نہ ہو۔ وما خلقت الجن والانس الالیعبدون نوکر نوکری اس لئے کرتا ہے کہ تنخواہ ملے۔ کسان ہل اس لئے جوتتا ہے کہ نفع ہو۔ عمل نتیجہ کیلئے ہوتا ہے۔ تو ہمارے عمل کا نتیجہ ادھر تو ندارد تو جنہوں نے ساری زندگی علم حاصل کیا ان کو کیا بدلہ ملے گا۔ کائنات انسان کیلئے۔ اور انسان عمل کیلئے۔ اور عمل کیلئے ایک نتیجہ ہے تو نتیجہ ادھر تو نہیں پھر اُدھر آخرت میں ملیگا۔ افحسبتم انما خلقنٰکم عبثاً وانکم الینالاترجعون کیا ہم نے تم کو بیکار بنایا ہے اور تم مکافات عمل یعنی بدلۂ عمل

کے لئے میرے پاس نہ آؤ گے۔ ضرور آؤ گے۔ تو تخلیق کائنات انسان کیلئے اور انسان عمل کیلئے ہے اور عمل نتیجہ کے لئے ہے۔

درس نمبر۱۹
۲۰-۳-۱۹۶۶

تشریح دنیا و آخرت

وبالآخرۃ ھم یوقنون۔ تین چیزوں کا بیان ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے تقویٰ والوں کی تعریف کی ہے کہ وہی لوگ آخرت کا یقین رکھتے ہیں۔ (1) تشریح آخرت (2) یقین آخرت کے درجات (3) یقین آخرت کے فوائد۔ فرد، جماعت، معاشرہ، مملکت اور بین الملکت ایک شخص کی اکیلی زندگی تو فرد۔ جمع تو جماعت ہوئی۔ گھر کا کنبہ معاشرہ، حکومت تو مملکت اور بہت سی حکومتیں تو بین المملکت یہ آخرت پر اثر رکھتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آخرت پر بہت دارومدار رکھا ہے۔ تشریح آخرت۔ ایک ہے دارِ آخرت یعنی وہ جہاں جس کو جہانِ آخرت کہا جاتا ہے۔ اور ایک ہے جائداد آخرت۔ اسی طرح دارِ دنیا اور جائداد دنیا۔ کل چار چیزیں ہوئیں تو دنیا چونکہ پہلے ہے اس لئے اس کی تشریح بھی پہلے تو دارِ دنیا کسے کہتے ہیں۔ انسانی زندگی وہ حصہ جو موت سے پہلے ہے۔ جو مرا اس کی دنیا ختم ہو گئی۔ جائداد دنیا کیا ہے؟ جو اس حالت کیلئے کار آمد ہو یعنی

مرنے سے پہلے جو کام آئے وہ ہے دولتِ دنیا اور جائداد دنیا ہے یہ
مرنے کے بعد آگے نہیں جائیگی۔ اسی طرح ۔1۔دارِ آخرت۔
مرنے کے بعد بے انتہاء زندگی کی جس طرح کڑیاں ہیں وہ سب
آخرت ہیں۔ قبر، میدان حشر، جنت، جہنم کی حالت خالدین فیہا
ابدا کہ ہمیشگی ہو گی اس طرح قرآن پاک اور باقی کتب سماوی نے
دنیاوی زندگی وغیرہ کو بیان کیا ہے۔ دولتِ آخرت یا جائداد
آخرت۔ دنیا کے وہ اعمال ہیں جو مرنے کے بعد کام دیں۔ یعنی
آخرت کی لامحدود زندگی میں نفع بخش اعمال ثابت ہوں ۔ نیک
اعمال کا یہاں بھی فائدہ ہے لیکن کامل اور مکمل فائدہ آخرت میں ہو
گا۔ اور یہ قدرتی چیز ہے کہ دونوں دنیا و آخرت کو تقابل ہے اور
کامل وہ انسان ہے جو دونوں کو صحیح انداز میں پورا رکھے۔ حدیث
صحیحین۔ الدنیا والاخرہ کالذرتین احدھما الاخرھما ۔ایک کی دو
بیویاں ہوں تو ایک کو خوش کرنے سے دوسری ناخوش ہو گی۔ اسی
طرح اگر دنیا کی محبت میں اضافہ ہو تو آخرت کی محبت میں کمی ہو
جاتی ہے۔ حدیث پاک حلاوۃ الدنیا مرۃُ الاخرۃ دنیا جس قدر انسان کو
میٹھی لگے آخرت اسی قدر کڑوی لگے گی۔ وحلاوۃ الاخرۃ مرۃ الدنیا اور
آخرت جسقدر میٹھی لگے گی دنیا اسی قدر کڑوی لگے گی۔ بہرحال
دونوں میں تقابل ہے۔ اس تقابل میں کمال ایمان یہ ہے کہ دونوں
کو جمع کرنا ہو تو دنیا کو اس کے مطابق اور آخرت کو اس کے مقام

کے مطابق کرنا چاہیے۔ حدیثِ پاک - جو چیز مٹنے والی ہے اس کو ہمیشہ رہنے والی پر بھروسہ رکھو۔ قرآن نے بھی دونوں کی طلب کا حکم دیا لیکن ہر چیز کا مقام ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے کفار سے شکایت کی کہ وہ دنیا کو آخرت پر محبت دیتے ہیں کلا بل تحبون العاجلۃ و تذرون الآخرۃ - بل تؤثرون الحیوۃ الدنیا والاخرۃ خیر وابقی۔ تم دنیا کو ہمیشہ آخرت پر ترجیح دیتے ہو اور تم کو یہ معلوم نہیں کہ آخرت اس سے بہتر ہے۔ تو اس سے معلوم ہو گیا کہ قرآن یا اسلام دنیا ترک نہیں کرواتا بلکہ وہ یہ چاہتا ہے کہ دنیا کی خواہش سے آخرت کی خواہش اوپر ہو مثلاً ایک دس ہزار کا گریڈ اور دوسرا ایک ہزار کا گریڈ تو ہر شخص زیادہ نفع کو ترجیح دیتا ہے۔ تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا والاخرۃ خیر وابقی کہ آخرت کا گریڈ لو وہ بہت زیادہ ہے۔ من کان یُرِیْد العاجلۃ عجلنالہ فیھا مانشاء جو آدمی کہ اس کی کوشش کا آخری نتیجہ صرف دنیا کی طلب تھا تو ہم اس کو دے دیتے ہیں تو پھر دنیا کی مطلوب کے بعد اسکی خواہش آگے نہ تھی تو پھر جہنم ہے۔ یصلٰھا مذموما مدحوراً۔ وسعی لھا سعیھا اور اس نے آخرت کی کوشش کی اور شایانِ شان کوشش کی۔ کیونکہ بڑی چیز کی طلب کی کوشش بھی زیادہ ہوتی ہے۔ کیونکہ فائدہ بہت ہے۔ وھو مؤمن آخرت کی کوشش ایمان کے ساتھ کرے۔ فاولئک کان سعیھم مشکورا۔ ہم اس کی کوشش کی قدر کرینگے۔ تو اللہ جو قدر کریگا تو

نامعلوم وہ کیا قدر کرے گا۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کی زندگی اسی لائن پر تھی۔ دنیا میں رہتے تھے تو اس کے لئے اسقدر کوشش کرتے تھے جس قدر دنیا کا فائدہ ہے۔ اور آخرت کا اس کے فائدہ کے مطابق کرتے تھے۔ حدیث دلنی علی عملٍ یحبنی اللہ ویحبنی الناس۔ کہ مجھے ایک ایسا عمل بتلادو کہ انسان اور خدا کا محبوب بن جاؤں تو فرمایا حضور کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ تم آخرت کو محبوب بنالو تو تم اللہ تعالےٰ کے پیارے بن جاؤ گے۔ ولا تطمع لمافی ید الناس یحبک الناس۔ لوگوں کے ہاتھ سے لالچ کاٹ دو تو لوگوں کے دلوں میں محبت بڑھ جائیگی۔ حدیث قدسی۔ ماطلع الشمس الاملکان و نیادیان کہ ہر روز آفتاب نکلتا ہے یعنی ہر دن دو فرشتے اعلان کرتے ہیں۔ اگر لوگوں کے کان سنیں تو لوگ دنیا کا کام چھوڑ دیں گے صرف حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اطلاع دی کہ انما قلّ و کفیٰ افضل خیر مما کثر جو مال کم ہو اور زندگی کے لئے کافی ہو وہ اس کثیر مال سے بہتر ہے جو آخرت سے محبت ترک کروادے۔ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت بی بی ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے محبت ہے اور ان کا علم بھی سب سے افضل ہے آپ قرآن کی حافظہ تھیں۔ تو حضرت عائشہ صدیقہؓ نے عرض کی کہ مجھے دعا کردو کہ جب میں مروں تو آپ سے مل سکوں۔ فقالت انی

کہ میں آپ کی ذاتِ اقدس کے ساتھ آخرت میں رہنا چاہتی ہوں۔
زمایا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان ترید اللحوق بہ اگر ساتھ رہنے
کی تڑپ ہے تو ہدایت فرمائی فلا تستخلقی ثوبا حتی الخ کہ تو جس
کپڑے کو پہنتی ہے اس کو پرانا نہ سمجھو جب تک کہ ٹانکا وغیرہ نہ
لگاؤ۔ ایک دوسرے راوی نے زیادہ الفاظ فرمائے ہیں وہ بیان کرتا
ہوں دیکھو سادہ زندگی رشوت اور حرام خوری سے بچاتی ہے۔ وایک
و مجالس الاغنیاء تو دولت مندوں سے اٹھنا بیٹھنا کم رکھ دے تو
آخرت میں میرے ساتھ رہو گی۔ آگے مستدرک حاکم کے الفاظ جو
زیادہ ہیں۔ اتی الیھا عن معاویہؓ ثمانون الفاً۔ حضرت امیر معاویہؓ
آپ کی خدمت اقدس میں اسی ہزار روپیہ ہر ماہ بھیجتے تھے۔ فقسم
بین الفقراء جو فقراء میں تقسیم فرما دیتی تھیں حتیٰ کہ ایک درھم بھی
باقی نہ رہتا تھا اور کپڑوں میں پیوند لگے ہوئے ہوتے تھے۔ آپ کی ایک
خادمہ تھی جس نے نفلی روزہ رکھا ہوا تھا اس نے کافی عرصہ سے
خواہش کر رکھی تھی کہ گوشت کھائینگے مگر تقسیم کرتے کرتے گوشت
کیلئے ایک روپیہ بھی نہ بچا تو خادمہ نے عرض کی کہ گوشت کیلئے تو
ایک روپیہ رکھ لیتے۔ تو افطاری کے وقت پانی سے افطار کیا۔ یہ
تھیں پیغمبر علیہم السلام کی بیویاں۔ غلام احمد قادیانی ملعون نے
نبوت کا دعوی کیا یہ ہماری بدبختی ہے کہ اس کے ماننے والے کم
نہیں اس نے چند دن بعد اپنی بیوی کے ساڑھے تین ہزار کے زیور

بنائے اور خود ایک ایک وقت میں مشک و عنبر کی ایک ایک ہزار روپے کی گولیاں وغیرہ کھاتا تھا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک سفید گنبد ہے تو ایک شخص نے کہا کہ تم اس گنبد میں نہیں دیکھتے۔ دیکھا تو اس میں پاخانہ بھرا ہوا تھا کہنے لگا تمہیں اس کا پتہ ہے میں نے کہا نہیں تو کہا کہ یہ غلام احمد قادیانی کا مقام ہے۔ جج اکبر مرحوم کے فیصلہ بہاولپور کے دوران حضرت انور شاہ جی کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ اگر آپ دیکھنا چاہیں تو میں دکھا دوں کہ مرزا غلام احمد کا کیا مقام ہے؟ پہلی چیز تشریح آخرت جو بیان کی۔ معلوم ہو گیا کہ اس دنیا کی زندگی میں کچھ دنیا ہے اور کچھ آخرت بھی ہے یعنی دونوں دولتیں ہیں۔ ہر وہ دولت جس کا دروازہ موت پر ختم ہو وہ جائداد دنیا کہلاتی ہے اور ہر وہ چیز جو موت سے آگے چلے وہ جائداد آخرت ہے۔ ایمان، اسلام، خیرات، صدقہ، زکوۃ وغیرہ یہ سب آخرت کی جائدادیں ہیں۔ کراماً کاتبین کے متعلق مفسرین نے فرمایا ہے کہ آخرت کے اعمال قرآن، نماز، روزہ وغیرہ تو ضبط کئے جاتے ہیں اور دنیا کے وہ اعمال جو آخرت پر اثرانداز ہوتے ہیں ضبط کئے جاتے ہیں اور اگر آخرت پر اثرانداز نہ ہوں تو ضبط نہیں کیے جاتے۔ مثلاً دنیا کمائی اور سینما وغیرہ پر خرچ کر دی تو یہ ضبط کی جائیگی اور جو نیک کام پر صرف ہو گی وہ نیک اعمال میں ضبط کی جائیگی۔ اسلام نے ایک اور بڑا احسان کیا کہ دنیاوی

زندگی کے ہر کام کو آخرت کیلئے نیک اعمال بنا سکتے ہیں۔
انما الاعمال بالنیات مثلاً آپ روزی کماتے ہیں تو
اس سے یہ نیت کرو کہ اعیال و اطفال کی پرورش کریں گے جو مجھ
پر فرض ہے تو یہ روزی کمانا نیکی ہو گئی۔ غذا عمدہ کھاؤ اور یہ نیت
کرو کہ میں اپنی طاقت سے اللہ تعالےٰ کی بندگی کر سکوں۔ حضرت
شاہ عبدالعزیز رحمتہ اللہ ایک مرید کے گھر گئے پہلے جب گئے تھے تو
کھڑکی نہ تھی دوسری مرتبہ دیکھا تو کھڑکی تھی تو آپ نے پوچھا یہ
کیوں؟ کہا کہ ہوا آنے جانے کیلئے۔ فرمایا اے بدبخت یہ کیوں
نہیں کہا کہ اذان کی آواز آجائے تاکہ نیکی بن جائے اور ہوا بھی آتی
جاتی رہتی۔ تو اسلام نے یہ تعلیم دی کہ دنیا کے ہر کام کو نیکی بنا
سکتے ہو مگر اب تو خود دین کو بھی غلط ثابت کرتے ہیں۔ ایک آدمی
آیا کہ میں مسجد بنانا چاہتا ہوں کیا اس پر اپنے نام کا کتبہ لگا سکتا
ہوں؟ میں نے کہا کہ پھر آخرت میں کچھ نہ ملے گا۔ حدیث حضرت
عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ہے من بنی للہ مسجدا۔ جو خالص
اللہ تعالےٰ کو خوش کرنے کیلئے مسجد بنائے۔ بنی اللہ لہ بیتاً فی الجنت
تو اللہ تعالےٰ جنت میں گھر بنا دیگا۔ من بنی مسجداً کتب اسمہ علی
المسجد فلا ثواب لہ جو کتبہ لگائے گا اسے ثواب نہ ملے گا۔ نیت بگڑی
ہوئی ہو تو نیک عمل بھی برا بن جاتا ہے۔ حدیث ارتحل الدنیا مدبرة
والآخرة مقبلتہً کہ دنیا بھاگ رہی ہے اور آخرت آ رہی ہے تم

آخرت سے دل لگاؤ۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سہارنپور گیے تو وہاں سے کچھ گنے، کماد خریدا تو غالباً ٹکٹ کے تحت جس قدر مال کی اجازت ہوتی ہے تو اس سے سیر یا ڈیڑھ سیر وزن بڑھ گیا تو کلرک نے کہا بس لے جاؤ تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ملازم کو فرمایا یہ تو درست نہیں آپ خود تشریف لے گئے فرمایا میاں تم جو گارڈ کو کہدو گے گاڑی نہ تیری نہ گارڈ کی گاڑی تو پوری قوم کی ہے۔ کانپور تو گارڈ آجائیگا آگے قبر میں کونسا گارڈ ہو گا کہا اچھا مولانا وزن کر کے پیسے دیدو۔ کچھ ہندو آفیسر کھڑے تھے کہنے لگے ایسے بزرگوں سے دنیا قائم ہے۔ ایک آدمی آیا کہا کہ میں نے گاڑی پر بلا ٹکٹ سفر کیا ہے اب کیا کروں۔ آپ نے فرمایا اتنے سفر کا ٹکٹ خرید کر پھاڑ ڈالو۔ تشریح دنیا و آخرت بیان کی۔

درس نمبر ۲۰
۱۸-۴-۱۹۶۶

اہمیتِ یقینِ آخرت

وبالاخرۃ ھم یوقنون۔ یومنون بالغیب میں آخرت بھی شامل تھی مگر اس کو جدا ذکر کیا معلوم ہو گیا کہ آخرت کا یقین خدا تعالیٰ کے ہاں بہت مقام رکھتا ہے۔ ایک قوم یا ایک حکومت دوسرے کے ساتھ اگر انصاف کرے تو نیکی ہے اور اگر ظلم کرے تو یہ بدی ہے۔ مختلف مملکتوں کو یا قوموں کو انصاف پر لانے والی کیا ہے وہ صرف قیامت ہے۔ آج جو ظلم ہو رہے ہیں یہ سب یقین آخرت کی کمزوری ہے۔ دیکھو آج کے وعدے، تحریریں، اقوام متحدہ کے اجتماع یہ سب یقین آخرت کی کمزوری ہے۔ اقوام متحدہ کی پوری تاریخ میں آپ یہ نہیں بتلا سکتے کہ کسی کمزور قوم کا فیصلہ کیا ہو وجہ یہ کہ آخرۃ کا یقین نہیں۔ یہ ایک ایسا اسلامی نکتہ ہے کہ جب یہ کمزور ہو تو فرد سے لیکر پوری قوموں تک ظلم و ستم ہوتا ہے۔ ہر ملک اور ہر قوم اتحاد۔ اتحاد پکارتی ہے مگر ہزاروں، اربوں روپے اسلحہ سازی پر لگاتی ہے۔ قرآن سورۃ حجرات یاایہا

الناس انا خلقنکم من ذکروانثی و جعلنکم شعوبا وقبائل الخ کہ ہم نے تم کو مرد اور عورت سے بنایا اور ہم نے آپ کو قبیلوں اور قوموں میں تبدیل کردیا یہ اس لئے کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو اور اللہ تعالی تمہارے ظاہر اور باطن سے واقف ہے۔ اس سے پہلی آیت ہے ولایغتب بعضکم بعضا اس پر غور کرو تو اقوام عالم کیلئے تین چار اصول ہیں جس سے اقوام عالم کا اتحاد ضروری ہے۔ (1) وحدت بشری۔ (2) قومی تقسیم تعارف کیلئے نہ کہ تقاتل (لڑنے) کیلئے۔ (3) مدار شرافت تقوی پر ہے۔ (4) کہ نفاق بری چیز ہے۔ آج کل امریکہ لاکھ قسمیں کھائے روس کو تسلی نہیں اسی طرح برعکس۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لائن کو چھوڑ کر شیطان کی دم پکڑلی تو برباد ہوگئے۔ خلقنکم من ذکروانثی کہ تم ایک عورت اور مرد سے پیدا کئے گئے ہو۔ تو وحدت بشری کا یہ معنی کہ پوری دنیا کے افراد ایک برابر ہیں۔ تو اس معنی کو سمجھنے اور اس ماحول سے بے انصافی ختم ہوجائے گی۔ خدا تعالی نے کہا یہ تو درست ہے کہ ہم نے قبائل اور قومیں بنائیں۔ جو قوم اوپر ہو وہ شعوب میں داخل ہے اور جو چھوٹی ہوں وہ ہیں قبیلے۔ بڑی قوم کی شاخ کو عربی میں قبائل کہتے ہیں۔ ولا یغتب بعضکم بعضاً کہ بعض بعض کی غیبت نہ کرے۔ معلوم ہوگیا کہ نسلی امتیاز تعارف کیلئے ہے نہ کہ تقاتل کیلئے۔ (2) دوسری چیز یہ کہ آج کل معیار شرف بدل گیا ہے۔ ہر

قوم یہ کہتی ہے کہ بلندی پر اس وقت ہونگے جب میرے ہاتھ میں بہت سی زمین ہو گی اور اسلحہ کے لحاظ سے پوری قوموں سے مجھے برتری حاصل ہو۔ تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ دنیا کی پوری قومیں جنگ کی تیاری کرینگی۔ تو پوری دنیا کی تباہی ہو گی۔ ان اکرمکم عنداللہ اتقکم۔ کہ جب اس پر عمل ہو کہ اللہ تعالی کے ہاں مقبول وہ ہے جو رحم کرے۔ تو پھر پوری دنیا جنت بن سکتی ہے۔ ان اللہ علیم خبیر۔ یہ بیان کیا کہ خدا تعالی ظاہر و باطن کو جانتا ہے تم ایک ہو جاؤ لیکن آج دنیا کی مدبرو سیاستدان وہ قوم ہے جو منافق ہو۔ انگریزوں نے جو منافقت پانچ سو سال میں کمائی تھی آج ہندو نے وہ منافقت ایک سال میں دکھائی۔ ہمارے ارباب نے بارہا دھوکہ کھایا ہے۔ لایلدغ المومن من حجر واحد مرتین کہ مومن ایک بار دھوکہ کھاتا ہے اگر بارہا کھائے گا تو معلوم ہو گیا کہ ایمان میں خلل ہے۔ آج جنگ میں قابض شدہ زمین سے قبضہ نہیں چھوڑا اور پاکستان نے چھوڑ دیا ہے۔ مومن وہ ہے کہ جب اس کو معلوم ہو جائے کہ یہ قوم دھوکہ باز ہے تو یہ جان لے کہ مٹ جانا بہتر ہے مگر پوری زندگی اس قوم سے اتحاد نہیں کریں گے۔ جب صحابہ کرامؓ نے رومی سلطنت کا تختہ الٹ دیا تو رومی حکومت نے قاصد بھیجا کہ پہلے ایک آدمی بھیجو ہم اس سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ تو حضرت عمرؓ بن العاص تشریف لے گئے۔ اس نے پوچھا کہ تمہارا امیرالمومنین کیسی زندگی بسر

کرتا ہے۔ فرمایا غریب سے غریب تر کی طرح۔ مدینہ منورہ میں ایران سے سفیر آیا اس کے دل میں ایرانی شاہی محلات و انتظامات کے خیالات تھے آ کر پوچھا تمہارا امیر کہاں ہے لوگوں نے کہا کہ باغ میں ہونگے۔ پھر پوچھا کہ ان کے ساتھ کوئی فوج ہے کہا گیا نہیں تو جا کر کیا دیکھتا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نیند فرما رہے ہیں۔ (رات کو تہجد پڑھنے کی وجہ سے صبح نیند آ گئی) تو ایرانی سفیر حیران ہو کر رہ گیا جب آپ کی آنکھ مبارک کھلی تو پوچھا تم کون ہو تو وہ کانپنے لگا۔ دیکھو آج اس قدر رشوت ہے کہ انگریز کے زمانہ میں نہ تھی اگر پاکستان سے رشوت نہ نکالی گئی تو پاکستان کی سلامتی کو خطرہ ہے۔ تاریخ اٹھا کر دیکھو تو معلوم ہوگا۔ کہ جب بھی قوم برباد ہوئی ہے تو رشوت سے۔ میں فتویٰ دیتا ہوں کہ رشوت کیلئے سزا موت درست ہے اور رشوت ختم کرنے کیلئے اوپر والے آفیسر کو پکڑو اس کا گلا گھونٹو تو یہ ختم ہو سکتی ہے۔ تو قیصر روم نے دوسری بات یہ پوچھی کہ تمہارے امیر المومنین کا عمل کیا ہے۔ آج ہمارا عقل نہیں بس جو بات بھی کرتے ہیں بکواس ہے ہمارے حکمران ہندو سے ڈر گئے ہیں۔ تو عمر بن العاصؓ نے فرمایا امیر نا لایَخدعُ و لایُخدعُ۔ نہ دھوکہ کھاتا ہے اور نہ دیتا ہے۔ تو قیصر روم نے کہا کہ ایسی قوم سے جنگ نہ کرو سوال کیا گیا کیوں؟ جواب دیا دھوکہ نہ دینا دین کے کامل ہونے کی دلیل ہے اور جو دھوکہ نہ کھائے اس کا

عقل بھی کامل ہے۔ تو ایسوں سے جنگ نہ لڑنا بہتر ہے۔ ولا یغتب بعضکم بعضا کا یہ معنی نہیں کہ کافر یا زناکار برے ہیں۔ یہ اس فعل کی برائی ہے کہ ایک آدمی کا نام لیکر کہ فلاں میں یہ خرابی ہے اگر دین کو نقصان ہوتا ہو تو اس کی غیبت کرنے سے دین نقصان سے بچ جائے گا۔ تو غیبت درست ہے ورنہ اگر کافر کی غیبت جی ٹھنڈا کرنے کیلئے کی تو یہ منع ہے۔ علامہ الوثی رحمۃ اللہ علیہ نے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ کیا مسلمان کافر کی غیبت کر سکتا ہے۔ سئل الغزالی عن غیبت الکافر قال حرام۔ (1) فی تنقیص خلق اللہ اس میں خرابی یہ ہے کہ اس سے اللہ تعالی کی پیدائش کی غیبت ہے۔ اگر شرعی لحاظ نہ ہو تو غیبت غلط ہے۔ اگر شرعی مصلحت کی خاطر غیبت کی جائے تو درست ہے۔ (2) دوسری وجہ کہ فی تضیع الوقت کہ غیبت میں وقت ضائع کرنا ہے۔ مسلمان کے پاس وقت سے بڑھ کر کوئی قیمتی چیز نہیں کیونکہ سیکنڈ کے کسی حصہ میں سبحان اللہ پڑھ سکتا ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی حدیث کہ تملئان بین السموات والارض کہ سبحان اللہ والحمد للہ سے زمین و آسمان کا خلا پر ہو سکتا ہے۔ آج روزانہ کئی خطوط آرہے ہیں کہ روس چاند پر اتر گیا اور وہاں جھنڈا لگایا ہے حالانکہ قرآن نے فرمایا کہ آسمان کے دروازے ہیں تو یہ دروازے سے کیسے گذر گیا۔ دیکھو مسلمان بیوقوف ہیں اسلام نہیں سیکھتے اور روٹی کماتے رہتے ہیں۔ ڈاکٹر

ٹسٹل لکھتے ہیں کہ جو ستارے علم الفلک کے تحت دریافت ہوئے ہیں ان کی تعداد 7 ارب ہیں اور جو نامعلوم ہیں وہ ان سے بہت زیادہ ہیں یہ ہے سائنس کا نظریہ۔ میں نے کہا ابھی تک ایک پر نہیں پہنچے جب سات ارب ستاروں پر پہنچ جائیں تو آسمان پر تب بھی نہیں پہنچ سکتے۔ کیونکہ شرعی لحاظ سے ایک ستارہ بھی آسمان میں نہیں۔ خدا نے سوچا کہ یہ قوم اوپر چڑھے گی رفع سمکھا فسواھا اسلام کا علم الفلک یا علم ھیئتہ دوسرے درس میں بیان کرونگا تو مسئلہ وہیں حل ہوجائے گا۔ کپڑا۔ کھانا وغیرہ سانس کیلئے وہاں آکسیجن لے جائیں گے یہ خواہ مخواہ کی مصیبت نہیں تو اور کیا ہے۔ (3) تیسری چیز غیبت میں ایذاء خلق اللہ ہے۔ یہ چیزیں حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمائی ہیں۔

درس نمبر ۲۱
۱۹۶۶-۴-۱۰

درجات و فوائدِ یقین آخرت

وبالاخرۃ ھم یوقنون۔ آج دو چیزوں کا بیان ہے۔ (1) یقین آخرت کے درجات۔ (2) یقین آخرت کے فوائد۔ آخرت پر کس درجہ کا یقین حاصل کرنا ضروری ہے۔ ایک مسلمان کو دنیا کی چیزوں پر جس قدر یقین ہو۔ آخرت پر اس سے زیاد یقین ہونا چاہیے۔ کیونکہ اگر یقین دنیا اور یقین آخرت برابر ہو تو آخرت غالب نہ ہو گی مگر ہمیں ہر حالت میں یقین آخرت کو یقین دنیا پر غالب کرنا ہے۔ اصل مقصود آخرت کو دنیا پر ترجیح دینا ہے۔ مثلاً پیاس کی حالت میں پانی پینا ایک فائدہ مند چیز ہے لیکن پیاس کی حالت میں زہر پینا ایک مضر چیز ہے۔ ایک انسان کو پانی کے فوائد اور زہر کے نقائص پر یقین ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ پانی پیتا ہے زہر نہیں کھاتا۔ اسی طرح آخرت میں بھی دو چیزیں ہیں نیکی و بدی، خیر و شر ایک فائدہ مند دوسری نقصان دہ۔ اگر ہمارا یقین خیر پر کامل ہو تو یہ ممکن نہیں کہ یہ ہم سے چھوٹ جائے۔ اسی

طرح اگر ہم شر یا بدی کے نتائج پر یقین کریں تو یہ ناممکن ہے کہ ہم گناہ کریں۔ آخرت کا یقین اگر دنیا کے یقین کے برابر بھی ہوتا تو ہم گناہ نہ کرتے اور ہمیشہ نیکیاں کرتے لیکن اللہ تعالیٰ کا مطالبہ یہ ہے کہ آخرت کا یقین دنیا کے یقین سے قوی ہونا چاہیئے۔ بل توثرون الحیوۃ الدنیا والاخرۃ خیر و ابقی۔ قرآن نے کہا تم دنیا میں جان دیتے رہتے ہو اور آخرت سے منہ موڑتے ہو۔ کلا سوف تعلمون ثم کلا سوف تعلمون کلالو تعلمون علم الیقین۔ تم دنیا کے فوائد کو تو اوپر رکھتے ہو حالانکہ آخرت کے فوائد کثیر ہیں۔ کلا بل تحبون العاجلۃ وتذرون الاخرۃ۔ علامہ الوسی رحمتہ اللہ علیہ روح البیان میں یقین کے تین درجات بیان کرتے ہیں۔ (1) ادنیٰ درجہ علم الیقین۔ (2) درمیانی درجہ عین الیقین۔ (3) بلند اور آخری درجہ حق الیقین۔ علم الیقین کہ ہر انسان کو یقین ہے موت آئے گی۔ عین الیقین جب جان کے قبض کرنے والے فرشتے سامنے آ جائیں۔ حق الیقین کہ جب حالت نزع قائم ہو جائے ترکی کے صدر کی اڑھائی ماہ تک جان نہ نکلی دنیا میں یہ کافی طویل النزع حالت ہے۔ چرچل کی حالت نزع بارہ دن تک رہی۔ اگر آدمی نیک ہو تو حالت نزع اس لئے بڑھ جاتی ہے کہ اس کو آنے والے بہت دردناک عذاب سے بچایا جائے اور اس کے گناہوں کی سزا نزع ہی میں دے دی جائے اور اگر عمل کافرانہ ہو تو حالت نزع ایک منٹ ہوتی ہے تو خدا کو مطلوب ہوتا

ہے کہ جلد ہی اسے اپنے اعمال کی سزا دی جائے اور جلد ہی اسے آگ میں دھکیلا جائے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا اللہ مجھے اچانک موت نہ دینا کیونکہ اس میں نہ کلمہ اور نہ توبہ نصیب ہوتی ہے اور نہ ہی وصیت کی جا سکتی ہے۔ بہترین موت شہادت کی موت اور اس سے کم درجہ کی بخار کی موت ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال مبارک بخار کی حالت میں ہوا۔ اور درد و دکھ کی تکالیف سے موت واقع ہو تو ایمان خطرہ میں ہوتا ہے زبان سے بیہودہ الفاظ اور بکواس نکل جاتی ہے۔ یقین آخرت کے تین فوائد ہیں۔ ن 1) تکمیل محبت الٰہی و تکمیل محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ۔ (2) اصلاح دنیا۔ فلاح آخرت یہ ضروری بات ہے کہ انسان کو سب سے زیادہ محبوب اللہ تعالی ہو جو آدمی معمولی عقل و شعور رکھتا ہو وہ یقین کرے گا کہ سب سے زیادہ محبوب اللہ تعالی ہے حتیٰ کہ اپنے جسم سے بھی زیادہ محبوب ہے اگر تو اللہ کو چھوڑ کر بیوی سے محبت کرے گا تو چاہیئے کہ بیوی کے خالق سے محبت کر کیونکہ یہ اس کی مہربانی ہے کہ اس نے تیری محبوب چیز کو پیدا فرمایا اگر بیٹے سے محبت ہے تو جس نے محبوب بیٹا دیا اس سے محبت رکھ پس نعمت دینے والے سے سب سے زیادہ محبت رکھ۔ وما بکم من نعمت فمن اللہ۔ جو نعمت تمہارے پاس ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اپنے بدن اور ہر شئی سے زیادہ محبت اللہ تعالی سے رکھو۔

تکمیل محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اگر کوئی شخص تمہیں کوئی نعمت یعنی کوئی چیز دے تو تم اس سے کتنی محبت رکھو گے حالانکہ اللہ تعالی فرماتے ہیں جب تک میں حکم نہ کروں تو تمہیں کوئی نعمت نہیں مل سکتی تو اللہ تعالی زیادہ محبوب ہونا چاہیئے کیونکہ نعمت سے نعمت دینے والا زیادہ محبوب ہوتا ہے۔ تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس بھی محبوب ہے۔ دیکھو سب سے زیادہ نعمت جنت ہے اور سب سے بڑا قہر دوزخ ہے۔ دوزخ میں آدھ سیکنڈ تک رہنا دنیا کی تمام تکلیفوں سے زیادہ ہے۔ بخاری و مسلم کی حدیث پاک کہ اگر جنت میں ایک چابک کے برابر جگہ مل جایے تووہ پوری دنیا سے زیادہ ہے۔ کیونکہ وہاں زندگی ہے موت نہیں۔ صحت ہے مرض نہیں۔ جوانی ہے بڑھاپا نہیں۔ اور دوزخ خطرناک مقام ہے تمام بدیاں دوزخ کے اسباب ہیں اور تمام نیکیاں جنت کے اسباب ہیں۔ جھوٹ ، غیبت، زنا دوزخ کے اسباب ہیں۔ جنت وہ حاصل کرے گا جس کو جنت حاصل کرنے کے اسباب معلوم ہوں اور دوزخ سے بھی وہی بچ سکتا ہے جس کو دوزخ سے بچنے کے اسباب معلوم ہوں تأمرون بالمعروف و تنھون عن المنکر اگر کسی کے پاس دوزخ سے بچنے کے اسباب موجود ہوں اور جنت میں جانے کے اسباب بھی موجود ہوں تو اس سے محبت ہونی چاہیئے جس نے یہ دونوں اسباب بتلائے ہوں اور ان کے

بتلانے والی ذات گرامی صرف اور صرف حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ دیکھو دنیا میں انتہائی سزا پھانسی ہے اس میں زیادہ سے زیادہ ایک منٹ لگتا ہے۔ موت کی تکلیف ایک قطرہ ہے اور دوزخ کی تکلیف سمندر ہے۔ اگر وہ جزا دینے پہ آئے تو جس قدر وہ دے سکتا ہے اور کوئی نہیں دے سکتا۔ اسی طرح وہ سزا جتنی دے سکتا ہے اور کوئی نہیں دے سکتا۔ اگر کوئی قاتل کو پھانسی کی سزا معاف کرا دے تو وہ قاتل اس شخص سے کتنی محبت کریگا۔ مگر ہمیں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوزخ سے بچنے کی تدابیر عطا فرمائی ہیں اور ہم بدبختوں کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی محبت نہیں اگر ہے تو دشمنان رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ قرآن ترجمہ، دوزخ میں پڑنے سے لاکھوں موتوں سے زیادہ تکلیف ہوتی ہے لیکن جان نہیں نکلتی۔ اگر میں تمہیں ایک مربع زمین دیدوں تو تم مجھ سے کتنی محبت کرو گے۔ تو دوم درجہ کی محبت رسول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہونی چاہیئے۔ یعنی اللہ تعالی کے بعد محبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو۔ لایؤمن احدکم حتی یحب الخ تم میں سے مؤمن کامل نہیں بن سکتا جب تک کہ میں اس کو اپنے والدین۔ اپنی اولاد۔ اور اپنی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ بعض روایات میں اپنے نفس اور مال کا نام بھی آیا ہے۔ تکمیل محبت میں صرف دعوی محبت کی کوئی قیمت نہیں

تاوقتیکہ یہ دعوی سچا ثابت نہ ہو اور عملی زندگی میں اس کی کوئی تصدیق نہ ملے ہمیں بھی اللہ تعالی اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دعوی کرکے اسکی تصدیق کرنی چاہیئے۔ جب ہم اللہ تعالی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دعوی کریں تو چاہیئے کہ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس محبت کا اعتراف کریں۔ مگر اللہ تعالی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مانیں گے جب اسکی تصدیق اور شہادۃ موجود ہو۔ دل کی ہر شئی کی تصدیق عمل سے ہے۔ مثلاً محبت، بہادری سخاوت، ایک شخص اپنے آپ کو بہادر کہلوائے مگر وہ جنگ میں سے بھاگ جائے تو یہ شخص اپنے دعوی کا ثبوت عمل سے نہیں دیتا اور تسبیح لیکر اپنے آپ کو بہادر کہتا رہے کیا تم اس کو بہادر کہو گے۔ اسی طرح ایک اور شخص جو اپنے کو سخی کہلاتا ہے مگر اس کے سامنے چاہے ابی ھریرہؓ کی بلی یا اصحاب کہف کا کتا آجائے تو وہ اس کو ایک ٹکڑا بھی نہیں ڈال سکتا اسے کون سخی کہے گا۔ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے لیے عاشقانہ کارنامے موجود ہوں۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ۔ اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تمہیں محب نہیں بلکہ محبوب بنالے گا۔ وہ تمہیں محبت کرنے والا نہ بنائے گا بلکہ تم سے خود محبت کرے گا یہ درجہ محب کے درجہ سے بلند اور آگے ہے۔ لیکن اگر آدمی کی زندگی خلاف اتباع ہے اور

صالح زندگی نہیں تو عاشقانہ حقیقت کی کوئی قیمت نہیں۔ ایک آدمی کہے کہ مجھے ماں سے محبت ہے جب اسے ماں کہے کہ پانی پلا تو وہ نہیں پلاتا اور جب ماں کہے کہ سودا لادو اور وہ نہیں لاتا تو اس کی محبت کیا قیمت ہے کیا کوئی کہے گا کہ اسے ماں سے محبت ہے؟ اتباع کیا ہے؟ کہ مامورات کریں اور منہیات سے بچیں تو محبت درست ہو گی۔ جنت میں ہر قسم کی نعمتیں موجود ہیں لاکھوں کی تعداد میں خادم اور لونڈیاں ہونگی۔ حضرت سیدنا ابراھیم علیہ السلام نے معراج کے موقع پر فرمایا کہ ابھی تک جنت کی زمین ہموار ہے مگر آہستہ آہستہ بنتی جارہی ہے۔ جو کوئی عمل کرتا ہے وہاں مکانات وغیرہ بنتے جارہے ہیں لیس للانسان الا ما سعی انسان کیلئے بغیر کوشش کے کچھ نہیں۔ اس سے معلوم ہوگیا کہ اگر عمل صالح اور عمدہ ہوا تو آخرت کی زندگی میں آرام ورنہ اگر عمل بد ہیں تو جہنم ہے۔ اللہ تعالی ہمیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور محبت نصیب کرے۔

درس نمبر ۲۲
۱۵-۴-۱۹۶۶

علمٌ۔ عقیدہٌ۔ عملٌ۔ استقامتٌ

اولئک علی ھدی من ربھم واولئک ھم المفلحون۔ یہ لوگ جو ذکر ہوئے یعنی متقین یہی اللہ کی ہدایت پر ہیں اور یہی کامیاب ہونے والے ہیں۔ دو چیزیں ہیں۔ (1) ہدایت (2) ہدایت کا نتیجہ یعنی ایک سڑک اور ایک سڑک کا مقصد۔ ہدایت کے بالمقابل ضلالت ہے تو۔ (1)ضلالت۔ (2) ضلالت کا نتیجہ یہ سب قرآن کا نتیجہ ہیں۔ ہدایت کے معنی صحت علم و عمل کے ہیں کہ علم و عمل درست ہو۔ ضلالت اس کے خلاف ہے۔ کہ فساد العلم و العمل علم و عمل کی نادرستی ضلالت ہے۔ ہدایت کا آخری نتیجہ فلاح اور ضلالت کا آخری نتیجہ خسران ہے۔ ہدایت کی تشریح کرتا ہوں ھدیً میں تنوین عظیم ہدایت والا ہے۔ واولئک ھم المفلحون اور یہ ہی مراد پانے والے ہیں۔ ہدایت کا معنی دلالۃ بلطف کہ کوئی فائدہ مند چیز بتلانا۔ اور ضرر ناک چیز بتلانے کا نام ضلالت ہے۔ علامہ زمخشری نے کشاف میں بھی یہی معنی لکھا ہے۔ ہدایت

کے سلسلہ میں چند درجات ہیں۔ (1) معرفت کہ چیز معلوم ہوجائے۔ (2) عقیدہ کہ ایک چیز معلوم ہے مگر ابھی عقیدہ کے مقام کو نہیں پہنچی علم اور عقیدہ جدا جدا چیزیں ہیں۔ (3) درجہ عمل ہے۔ (4) درجہ استقامت ہے۔ معرفت ایک معمولی چیز ہے کہ اللہ کی توحید بھلی اور شرک بدی چیز ہے یہ معلوم ہونا معرفت کہلاتا ہے۔ مثلاً آدمی کسی کی تفسیر وغیرہ پڑھے اور معلوم ہوجایے کہ یہ فلاں کی تفسیر ہے۔ تو اس کو معرفت کہتے ہیں۔ تو مصنفین حکماء اور فلاسفر کے ذریعہ جو نامعلوم معلوم ہو گئی اسے معرفت کہتے ہیں۔ لیکن یہی چیز کہ توحید اچھی چیز ہے اور شرک بری چیز ہے۔ یہی مضمون اگر قرآن اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ حاصل ہوجائے تو اس کو عقیدہ کہتے ہیں اس وقت معرفت عقیدہ سے بدل گئی۔ جس سے علم اور عمل بڑھتا جائے اسے عقیدہ کہتے ہیں عقد معنی گانٹھ دینا۔ محققین نے کہا ہے کہ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں لوگوں کی اصلاح حکماء اور فلاسفر نے نہیں کی بلکہ اولیاء کرام اور پیغمبروں علیہم السلام نے کی۔ 90 لاکھ ہندو تو صرف حضرت معین الدین چشتی اجمیری نے مسلمان کیے یہ ایک قدرتی بات ہے معلوم ہوگیا کہ حکماء اور فلاسفر سے معرفت اور انبیاء علیہم السلام سے عقیدہ حاصل ہوتا ہے۔ 1937ء میں امریکہ وغیرہ اس بات پر متفق ہوگئے کہ شراب بری چیز ہے۔ اسے عوام سے ختم کیاجائے تو

پوری مملکت حرکت میں آگئی کہ اسے روکیں تو سینما میں اسکی
برائیاں دکھائی جاتیں۔ لٹریچر چھاپے۔ تبلیغ کی اور پولیس مقرر کی
گئی لیکن محکمہ سے رپورٹ ملی کہ شراب نوشی پہلے سے زیادہ ہو گئی
ہے۔ لیکن یہی معاملہ مدینہ طیبہ میں پیش آیا اور امریکہ کی شراب
نوشی عرب کی شراب نوشی سے ہیچ ہے۔ کیونکہ اہل عرب تو
شراب کو مقدس جانتے تھے جب عرب کے بچہ پیدا ہوتا تو گلے میں
سب سے پہلے شراب کے قطرے ٹپکاتے تھے۔ مدینہ طیبہ میں تو
شراب کی سبیلیں اور مٹکے لگے ہوئے ہوتے تھے مگر جب آرڈر آیا
انما الخمر والمیسر الخ تو حضرت انس رض بن مالک فرماتے ہیں کہ آسمان
سے حکم آتے ہی شراب ڈولنے کی وجہ سے مدینہ طیبہ کی گلیوں میں
کیچڑ تھا اور ایسا ختم کیا کہ پھر مرنے تک شراب کا نام تک نہ لیا
گیا۔ یہ کیا تھا یہ تھا عقیدہ اور امریکہ میں علم تھا۔ مگر یہاں علم بتلانے
والی ذات گرامی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ جو علم اللہ و
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے دروازے سے آئے وہ
بہت زیادہ فوقیت رکھتا ہے۔

صد کتاب و صد ورق درنار کن
سینہ را از عشق حق گلزار کن

اللہ کے علم سے سینہ کو باغیچہ بنالو تو کام بنے گا ورنہ نہیں۔ یہ ہدایت کا دوسرا درجہ ہے کہ وہ علم عقیدہ بن جائے۔ عقیدہ اگر ٹوٹا تو یہ تار پھر قیامت تک نہ جڑے گا۔ عقیدہ یہ کہ ہمیں قرآن و حدیث کی بات پر سو فیصدی یقین ہے۔ اس عقیدہ کو اس مضبوطی سے پکڑو کہ غیر قومیں اسے مٹا نہ سکیں۔ علم خس اور عقیدہ پہاڑ ہے۔ ہوا خس کو اڑا سکتی ہے نہ کہ پہاڑ کو۔ فرض کرلو کہ یہ لاہور ہے اور ایک شخص اسلامیہ کالج لاہور کے اسلامیات کے پروفیسر کی صحبت اختیار کرے اور دوسرا حضرت خلیفہ صاحب دین پوری رحمتہ اللہ علیہ کی صحبت کرے تو آپ کے نزدیک نیک کون ہوگا؟ جو حضرت دین پوری رحمتہ اللہ علیہ کی صحبت اختیار کریگا۔ یقیناً وہی نیک ہوگا یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام علم کو عقیدہ بناتے ہیں ۔ تو عقیدہ بنیادی چیز ہوئی۔ جنگ احد میں ایک صحابیؓ پاک تازہ مسلمان ہوا تھا تو عرض کی اگر میں میدان جنگ میں مارا جاؤں تو میں کیا ہونگا تو فرمایا جنت میں ہوگے تو وہ بھوک کی وجہ سے کھجور کا دانہ کھا رہا تھا پھینک دی کہ اس کے کھانے سے جنت میں جانے کو اتنی دیر ہوجائے گی تو میدان جنگ میں شہید ہوگیا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے عمل قلیل کیا مگر اجر کثیر لیا۔ کیونکہ ابھی کل تو مسلمان ہوا تھا۔

عاشقی توحیدرا بردل زدن
وانگہۂ خودرا بہر مشکل زدن

میدان بدر میں صرف 313 صحابہؓ تھے آج صرف چین میں تین کروڑ مسلمان ہیں یہ عقیدہ کی برکت ہے کہ تین سو تیرہ نے دین پھیلایا۔ یہود اور نصاریٰ نبی کو جانتے تھے مگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین بنی کو مانتے تھے۔ یعرفونہ کما یعرفون ابناھم کہ یہود اور نصاریٰ نبی کو اپنے بیٹوں کی طرح جانتے تھے مگر علم ہے اور عقیدہ سے محروم رہے۔ صحابہ کرامؓ نے عقیدہ لیا تو جنت میں جھنڈا لگایا۔ جب عقیدہ ہوجاتا ہے تو اس کے ساتھ عمل ضروری ہوجاتا ہے۔ تو علم سے عقیدہ اور عقیدہ عمل پر بے چین کردیتا ہے تو تیسرا عمل ہوا۔ آج کل دنیا میں علم اتنا پھیلا ہے کہ بڑی بڑی لائبریریاں ہیں۔ صحابہ کرامؓ کے پاس لائبریریاں نہ تھیں۔ بلکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت تھی۔ اب عمل کے بعد۔ (4) درجہ استقامت۔ عمل ایک ٹکٹ ہے ہم کراچی سے پشاور جانا چاہتے ہیں۔ تو ٹکٹ لینا ضروری ہے یہ ہے علم۔ اس کے بعد یہ علم اتنا پختہ ہوگیا کہ اگر ٹکٹ نہ لیا تو گناہگار ہونگے۔ یہ عقیدہ ہوا۔ پھر ٹکٹ لیا یہ عمل ہوگیا اور اگر استقامت نہ ہو ٹکٹ راستہ میں گم ہوجائے تو پھر گرفتاری ہے۔ ٹکٹ لینا بیکار ہوا۔ تو عقیدہ اور عمل

یہ ٹکٹ ہے تو اس کو آخرت تک باقی رکھنا بھی ضروری ہے اس کو استقامت کہتے ہیں۔ یعنی ایک چیز پر علی الدوام جم جانا۔ (1) علم۔ (2) عمل۔ (3) عقیدہ۔ (4) استقامت۔ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملائکہ الاتخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون جن لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالی ہمارا رب ہے پھر استقامت رکھی تو پھر فرشتے خوشخبری دیتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کھاؤ۔

حدیث پاک کہ بہترین عمل وہ ہے جو آدمی ہمیشہ کرے اگرچہ مقدار کے لحاظ سے کم ہو۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو نوکر روزانہ تھوڑی سی خدمت کرے وہ اس نوکر سے بہتر جو پورے ماہ میں ایک دن خدمت کرے۔ علم۔ عقیدہ۔ عمل۔ استقامت ان کے حاصل کرنے کے طریقے بھی ہیں۔ انہیں بعد میں بیان کرونگا۔

درس نمبر۲۳
۱۷-۴-۱۹۶۶

عِلم۔عقیدہ۔اِستقامت کاحُصول

ایک آدمی کی ہدایت کی چار صورتیں بیان ہوئیں۔ مثلاً نماز۔ پہلے آدمی یہ علم حاصل کرتا ہے کہ نماز فرض ہے پھر اس کا یہ علم۔ (2) عقیدہ میں ڈھلتا ہے اور پھر اسکا یہ عقیدہ پختہ ہو جاتا ہے کہ نماز پڑھنے میں فائدہ ہے اور ترک کرنے میں نقصان۔ (3) اس کے بعد عمل شروع کرتا ہے۔ یعنی نماز پڑھتا ہے پھر تاموت یہ عمل جاری رکھتا ہے اور ترک نہیں کرتا۔ (4) استقامت ہے۔ یہ تمام ہدایت کی صورتیں ہیں۔ اللہ تعالی نے ہر چیز کے اسباب پیدا کئے ہیں۔ علم حاصل کرنے کیلئے استاد کی ضرورت ہوتی ہے۔ علم استاد سے حاصل کیا جاتا ہے۔ مختلف کتابیں طبع ہوئیں ان سے بھی علم حاصل ہوتا ہے یہ علم بلا استاد ملا۔ جو علم استاد سے ملا وہ قابل اعتبار ہے۔ صرف کتاب سے علم حاصل کرنا معتبر نہیں۔ اللہ تعالی نے صحابہ کرامؓ کو پھر عربوں کو اور پھر تمام مخلوق کو علم سکھانا چاہا۔ تو قرآن ان کی مادری زبان میں ہی اتارا۔ اور اللہ تعالی نے اس

کے لئے ایک استاد مقرر کیا، تاکہ کتاب اور استاد کے ساتھ علم مکمل ہو۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے تم سب کیلئے استاد مقرر فرمایا ہے۔ ایک آدمی درزی کا کام سیکھنا چاہے تو وہ درزی کے پاس ہی بیٹھے گا۔ اس طرح خوشنویسی کیلئے کاتب کے پاس۔ قلم پکڑنے کا بھی طریقہ ہے۔ تو گویا اللہ تعالیٰ کی یہ خاص عادت ہے کہ ہر طریقہ اور ہر علم کیلئے استاد مقرر کرے۔

(2) عقیدہ۔ آدمی کو عمل پر لانے والا عقیدہ ہے۔ جب تک عقیدہ نہ بن جائے عمل نہیں ہوسکتا۔ پیاسے آدمی کو پیاس پانی سے دور کرنے کا علم ہے مگر اسے پیاس نہیں تو وہ اس پر عمل نہیں کرے گا۔ چونکہ اُسے ضرورت نہیں۔ تھوڑی دیر بعد جب اسے پیاس لگی وہ علم اب عقیدہ بن گیا وہ فوراً عمل کرے گا۔ تو علم قال اور عقیدہ حال ہوتا ہے تو عقیدہ سے روح پر رنگ چڑھ گیا۔ صحابہ کرامؓ کی شان یہ تھی کہ انکا علم جب عقیدہ بن جاتا تو وہ جب تک عمل نہ کرتے بے صبر رہتے۔ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدہ پر یقین کامل کا نام عقیدہ ہے۔ یہ معلوم ہے کہ روزہ رکھنے میں فائدہ اور نہ رکھنے میں نقصان اور حج ادا کرنے میں فائدہ اور نہ کرنے میں نقصان۔ نماز پڑھے گا تو فائدہ نہیں تو نقصان۔ علم دو چیزوں مامورات اور منہیات پر مامور ہے یہ پھر عقیدہ بن جاتا ہے عقیدہ سے نیکی کا نفع اور بدی سے ضرر کا رنگ چڑھ جاتا ہے مثلاً رشوت

حرام ہے بلکہ شریعت نے تو ہدیہ اور تحفہ کو بھی حرام کیا ہے۔
ایک علاقہ کے حاکم نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آکر بیت المال پیش کیا اور پھر کچھ اور مال بھی رکھا کہ لوگوں نے مجھے یہ ہدیہ پیش کیا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھتے ہی فرمایا کہ تحفے میں جتنی چیزیں ملی ہیں انہیں فوراً بیت المال میں جمع کرایا جائے۔ پھر فرمایا اگر تم گھر میں بیٹھتے تو کیا پھر بھی تمہیں یہی چیزیں لوگ دیتے۔ اگر ایک حاکم پانچ روپے گز والا کپڑا اپنے عہدہ کی وجہ سے چار روپے گز لیتا ہے تو یہ بھی رشوت میں شامل ہے۔ چونکہ اسے یہ رعایت عہدہ کی وجہ سے ملی ہے۔ دیکھو اگر شخص اتنا کہدے کہ دیوار کے سوراخ میں سانپ ہے تو ہم اسے عقیدہ بنا لیتے ہیں اس سوراخ سے بچتے ہیں حالانکہ اسے دیکھا تک نہیں مگر اس پر فوراً عمل کرتے ہیں۔ تو ایک شخص کے کہنے سے قال سے حال بن گیا۔ تو کیا رشوت جو سانپ کے کاٹنے سے ہزاروں درجہ زیادہ بری ہے کا علم عقیدہ نہیں بن سکتا۔ ہم چونکہ اس پر عمل نہیں کرتے رشوت کا علم علم ہی رہتا ہے عقیدہ میں تبدیل نہیں ہوتا۔ دنیاوی تمام معلومات عقیدہ بن جاتی ہیں مگر دینی امور میں علم نہیں بدلتا۔ یہ مقام افسوس ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نیکی پر ثواب اور بدی پر عذاب کا وعدہ کیا ہے ایک افسر نے اتنا زبانی کہا کہ حاضری دو گے تو تنخواہ پاؤ گے اگر حاضری نہ دو گے تو تنخواہ نہیں

ملے گی۔ دنیا کے تمام فائدے جو آخرت کی ایک نیکی کے برابر نہیں ان کے لئے ہم جستجو کریں۔ مگر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے اس پر دھیان نہ دھریں۔ شرعی امور میں علم جو عقیدہ میں تبدیل ہوتا ہے یہ بزرگان دین کی صحبت میں بیٹھ کر ہوتا ہے۔ صحبت مقبولین سے انسان کی بری عادتیں نیک عادتوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔ شرابی کے پاس بیٹھنے سے شرابی اور جھوٹے کے پاس بیٹھنے سے جھوٹا بنتا ہے۔ اسی طرح نیک کے پاس بیٹھنے سے نیک بن جاتا ہے۔ اس لئے فرمایا ہے۔ یاایھاالذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصدقین۔ اور استقامت کا تقاضا یہ ہے کہ نیک کام قیامت تک جاری رکھیں اور برے کاموں سے قیامت تک بچیں۔

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ استقامت کیسے حاصل ہو گی۔ یعنی ہم یہ کیسے سمجھیں کہ ہمیں استقامت نصیب ہو گئی ہے فرمایا جب عبادت عادت بن جائے۔ آدمی کی عادت ہے کہ صبح ناشتہ کرے اور دوپہر اور رات کو کھانا کھائے۔ یہ عمل ہمیشہ کیلئے جاری ہے۔ اور ماسوا مجبوری کے نہیں چھوٹتا۔ اسی طرح پانچ وقت کی نماز بھی اگر باقاعدہ جاری رکھی جائے تو یہ استقامت کا درجہ اختیار کرلیتی ہے۔ بزرگان دین نے فرمایا ہے کہ آدمی اگر استقامت حاصل کرنا چاہے تو اسے کوشش کی

ضرورت ہے اور دعا کی بھی۔ یعنی خود کوشش جاری رکھے اور اللہ تعالی سے دعا بھی کرتا رہے۔ کسی مرید نے حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ سے کہا کہ بہت کوشش کرتا ہوں کہ گناہ نہ ہو مگر پھر بھی گناہ ہو جاتا ہے۔ فرمایا اس گناہ سے بچنے کیلئے اپنی ہمت کی تجدید کرتے رہا کریں اور اللہ سے اس عجزو نیاز سے دعا کریں کہ اللہ سمجھے کہ یہ بندہ مجھ سے چمٹ گیا ہے تو پھر اللہ تعالی کے فضل سے گناہ سے بچ جاؤ گے۔ اور میں بھی تمہارے لئے دعا کرتا ہوں خلیفہ ہارون الرشید رحمتہ اللہ علیہ کی سلطنت کشمیر تک تھی۔ افریقہ بھی ان کی سلطنت میں تھا وہ روزانہ یکصد (100) رکعت نوافل اور ہفتہ میں ایک ختم قرآن کیا کرتے تھے اور یہ عمل پوری زندگی جاری رکھا۔ اسی طرح اورنگ زیب عالمگیر رحمتہ اللہ علیہ کی سلطنت روس، ایران، اور ہندوستان میں تھی ہر صبح 12 رکعت چاشت 12 رکعت تہجد، ہفتہ میں ایک ختم قرآن پوری زندگی جاری رکھا۔ بیٹوں نے لکھا کہ اورنگ آباد سے پونا کی آب وہوا عمدہ ہے یہاں آجائیں جواب دیا مجھے ہر جگہ کی آب وہوا راس ہے سوائے نفس کی آب و ہوا کے۔ جو بدی پر آمادہ کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ جو بابا فریدالدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کے پیر تھے جب دہلی میں فوت ہوئے تو ان کی نماز جنازہ میں سلطان التمش بھی شامل تھے۔ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے خادم نے اعلان کیا کہ میرا

جنازہ وہ پڑھائے جس کی ایک دن کی تہجد اور اشراق قضاء نہ ہوئی ہو اس اعلان پر جب سب لوگ خاموش رہے تو توخاندان غلامان کے بادشاہ التمش رحمتہ اللہ علیہ جو حضرت کاکی رحمتہ اللہ علیہ کے مرید بھی تھے ان کے ملازم نے جو ان اوقات کی نماز کے لئے لوٹا وغیرہ کا انتظام کرتا تھا کہا کہ ان صفات کے حامل تو صرف بادشاہ ہی ہیں۔ تو آپ کے خادم خاص نے آپ کو پکڑا کہ نماز پڑھائی جائے۔ یہ خادم حضرت کاکی کا تھا تو آپ نے فرمایا کہ تمہیں کس نے کہا ہے کہا جس نے بتلایا اس نے وعدہ لیا تھا کہ نام نہ بتلانا۔ تو بادشاہ نے کہا کہ میں تو ان نیکیوں کا فائدہ آخرت میں حاصل کرنا چاہتا تھا مگر افسوس کہ دنیا میں ظاہر ہو گیا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جو اشراق کی نماز میں پہلی رکعت میں سورہ والشمس، دوسری میں واللیل، تیسری میں والضحیٰ اور چوتھی میں الم نشرح پڑھے اور اس کی نگاہ کبھی غیر محرم عورت پر نہ پڑی ہو اس کا بڑا درجہ ہے اور اسکی دنیاوی حاجات پوری ہونگی۔ مگر اب نگاہ تو در کنار غیر عورتوں کے ساتھ ناچ ہوتا ہے۔

درس نمبر ۲۴
۱۹۶۶-۴-۲۲

اقسامِ ضلالت

اولئک علی ھدی من ربھم واولئک ھم المفلحون۔ جو لوگ گذشتہ کام کرنے والے ہیں وہ اللہ کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور کامیاب ہونے والے ہیں۔ گذشتہ درس میں ہدایت کی چار قسمیں بیان ہوئیں۔ (1) ھدایت معرفت۔ (2) ھدایت عقیدہ۔ (3) ھدایت عمل۔ (4) ھدایت استقامت۔ ہدایت کا مقابل ضلالت ہے۔ تو اس کی بھی چار قسمیں ہیں۔ (1) معرفت کے مقابلہ میں جہالت عن الحق۔ کہ اپنی پہلی باتوں سے ہٹتا نہیں۔ (2) ضلالت عقیدہ کہ حق جانتا ہے مگر اس کو عقیدہ نہیں بنایا۔ علماء سے جو مسائل سنے ہیں وہ حق ہیں مگر عمل جی چاہا کریں گے۔ (3) ضلالت عمل کہ عمل نہیں کرتا۔ (4) ضلالت استقامت۔ کہ عمل تو کرتا ہے مگر چھوڑ دیتا ہے۔ والعصر ان الانسان لفی خسر۔ ان دونوں کی وضاحت کرتا ہوں۔ اللہ تعالی نے جو جہان بنایا ہے اس میں اللہ کی مخلوقات کا بڑا رتبہ یہ ہے وہاں صرف نیکی ہے ہدایت ہے۔

صلالت نہیں۔ طاعت ہے نافرمانی نہیں مثلاً عالم بالا آسمان اور عالم علوی ہماری زمین انکے برابر رائی کے دانہ کے برابر بھی نہین وہاں ایمان ہے کفر نہیں۔ ہدایت ہے ضلالت نہیں۔ طاعت ہے نافرمانی نہیں۔ کائنات کے ہوائی کرہ اور سمندروں میں گناہ نہیں۔ ہاں جہاں یہ انسان ہوا میں یا سمندر میں سفر کرے تو یہ گندہ انسان اس خلا و سمندر کو نقصان دیتا ہے۔ بہرحال اللہ تعالی نے طاعت بندگی اور ایمان کیلئے عالم بالا کو خاص کر دیا ہے مگر زمین میں ہدایت۔ ضلالت۔ کفر اور ایمان وغیرہ دونوں چل رہے ہیں اور دونوں کے اسباب بھی پیدا کر دیئے ہیں۔ کچھ لوگ ہدایت کی طرف بلانے والے ہیں مثلاً انبیاء علیہم السلام اور پھر علماء کرام ان کے بالمقابل کچھ انسانی اور شیطانی ہستیاں ایسی ہیں جو ضلالت کی طرف لے جانے والی ہیں۔ شیطان تو مخفی کام کرتے ہیں مگر انہوں نے کھلے شیطان بھی پیدا کر دیئے ہیں۔ اخبار میں لکھتے ہیں گلی کوچوں میں باتیں کرتے ہیں تو کچھ ہدایت اور کچھ ضلالت کے مبلغ ہیں گویا دونوں تبلیغ کر رہے ہیں۔ مگر قرآن نے کہا کہ ہدایت جنت کی طرف سیدھی سڑک ہے اور فلاح ہے اور ضلالت دوزخ کی طرف سیدھی سڑک ہے۔ اور خسران ہے۔ ہدایت کے مقابلہ میں جنت اور ضلالت کے مقابلہ جہنم۔ اللہ تعالی چاہتا ہے کہ بندہ ہدایت پر رہے اور ضلالت سے بچے۔ ایک یہ کہ انسان کو اللہ نے کیسے بنایا۔

قرآن وحدیث کا بیان کہ انسان کو فطرۃً حق بنایا ہے۔ شکم مادر سے مرنے تک اگر غیر چیزیں اور غلط ماحول نہ بگاڑے تو وہ صحیح دین لیکر آتا ہے عن ابی ہریرہؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل مولود یولد علی الفطرۃ۔ ہر بچہ اس استعداد اور قابلیت پر پیدا ہوتا ہے جس کا تقاضا اسلام کا ہے او یُنصّرانہ اور مجسانہ ماں باپ جس مذہب کے ہوں بیٹے کو اس مذہب پر لاتے ہیں۔ جس طرح کوئی مویشی دیکھیں جس کا کوئی عضو کٹا ہوا ہوتا ہے یہ پیدائشی طور پر صحیح ہوتا ہے اس کا ہر عضو صحیح سالم ہوتا ہے مگر تم کہیں اس کا کان یا ٹانگ کٹی ہوئی پاتے ہو یہ تبدیلی دنیوی عوامل سے پیدا ہو گئی۔ اسی طرح انسان بھی ایمان پر پیدا ہوتا ہے یعنی ایمانی فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر والدین فطرت بگاڑتے ہیں اگر انہوں نے دینی مدارس میں بھیجا تو درست ورنہ بگڑا۔ ماحول تین ہیں۔ (1) خانگی۔ (2) تعلیمی۔ (3) احبابی۔ المرء علی دین خلیلہ آدمی اپنے دوست کے دین پر مرے گا۔ فالینظر احدکم من یخالل تم دیکھو کہ کن کن سے تمہاری دوستی ہے۔ فطر الناس علیھا لاتبدیل لخلق اللہ۔ تم اللہ کی اس فطرت کو مت بگاڑو۔ ذالک الدین القیم۔ یہ وہ دین ہے کہ جس سے تم قائم رہو گے۔ اکثر لوگ نہیں جانتے ہر چیز کی فطرت ہوتی ہے اگر عوارض ہٹ جائیں تو چیز اپنی فطرت پر آجاتی ہے۔ اس کی وضاحت یقینی بات ہے کہ دین فطرت کی مثال ایسی جانو جیسے دودھ اور دودھ کی

مثال اسلئے دی کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معراج میں مجھے ایک دودھ اور ایک شراب کا گلاس دیا گیا میں نے دودھ کا لیا تو جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ آپ فطرت کو پہنچے کیونکہ یہ تو درست ہے کہ شراب جنت حلال ہے مگر آپ کی امت بگڑ جاتی اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم و دیگر انبیاء علیہم السلام نے شراب اور ناچ کو منع فرمایا ہے۔ مگر آج جو انگریز خبیث نے سکھایا ہے وہ ضرور کریں گے۔ یہ مسئلہ سمجھ نہ آیا کہ آخر ٹانگیں ہلانے سے کیا مزہ آتا ہے۔ انگریزی دور میں فوج کی مجاہدانہ ورزش ہوتی تھی مگر اب تو فوج میں ڈانس ہے ایک افسر نے فوج کے ناچ کے موقعہ پر پوچھا یہ کیا ہے میں نے کہا کہ یہ فطرت کا بگاڑ ہے۔ ایسی فوج کبھی فتح نہیں پا سکتی۔ لاتبدیل لخلق اللہ۔ اللہ تعالی نے فرمایا بدبختو اور کچھ نہیں کر سکتے ہو تو میری بنائی ہوئی فطرت کو تو نہ بگاڑو۔ ایک مولوی صاحب اپنے انگریزی دلدادہ لوگوں کے پاس گیا تو انہوں نے کہا مولوی صاحب ہمیں آپ کے ڈھیلے لباس سے نفرت آتی ہے۔ میں نے کہا تم نے کچھ نہیں کہا۔ کہا نہیں میں نے کہا ہمارے لباس میں آزادی ہے سب سے پہلے پاؤں لیلو اس کو اسلامی لباس میں آزاد رکھا گیا ہے۔ چپل جوتا وغیرہ سب پہنتے ہیں تو ہمارا پاؤں آزاد اور تمہارا غلام کہ جوراب اور تسمے والے بوٹ کے علاوہ کچھ نہیں پہن سکتے۔ ہمارا جسم بھی آزاد کہ ریشم کے علاوہ جو پہننا چاہو

پہنو۔ تم نے اللہ کی غلامی چھوڑ دی اور انسان خبیث کی غلامی لی۔ ہمارا سر آزاد جو ہو پہنو تمہارا سر غلام کہ تمہارے سر کیلئے ٹوکرا ہیڈ ضروری ہے تمہاری نشست گاہ بھی غلام ہے ہم چٹائی وغیرہ پر بیٹھ سکتے ہیں مگر تم صرف کرسی پر۔ یہ اللہ تعالی کی مہربانی ہے کہ جنکو حریت بخشی اور جنکو اللہ نے غلامی بخشی۔ تو جو اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑے اللہ اس کو ہر انسان کا غلام بناتا ہے۔ قیصر کا سفیر حضرت عمرؓ کو تنہا سویا ہوا دیکھ کر حیران ہوا اور آپ کی آنکھ مبارک کھلتے ہی اتنا خوفزدہ ہوا کہ آپ کو جائز ہنسی مزاق کی باتیں کرنی پڑیں تاکہ اس کا دل بہل جائے۔ اس نے واپس جا کر کہا کہ اس درویش سے بڑھ کر کسی بادشاہ میں رعب نہیں۔ تم سمجھتے ہو شاید کاروں پر بیٹھنے سے رعب پیدا ہوتا ہے نہیں رعب و ھیبت اللہ تعالی پیدا کرتا ہے۔ لننظر کیف تعملون ہم دیکھتے ہیں کہ یہ کیا عمل کرتے ہیں۔ اللہ تعالی نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لاج رکھ لی۔ بھارت سے فتح دیکر اب اللہ تعالی معاف کرے/تو دودھ کی مثال دی تھی کہ دودھ جو تھنوں سے پیدا ہوتا ہے وہ پیدائشی طور پر عمدہ ہے مگر عوارض دنیا سے خراب ہو جاتا ہے۔ یہی حال بچہ کا ہے کہ بچہ کی روح صاف پیدا ہوتی ہے مگر برے والدین۔ یا بری تعلیم گاہ سے یا برے دوستوں سے فطرۃ تبدیل ہوتی ہے۔ قرآن میں فلاح کا لفظ کثرت سے آیا ہے مگر کسی نے سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔ امام

غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انسان کی دنیا میں دو صورتیں ہیں ۔ (1) صورت دنیا میں انسان کی حیثیت تاجر کی ہے۔ (2) مسافر کی حیثیت اور یہ بعینہ قرآن میں ہے۔ یعنی یہ دنیا اصل ٹھکانہ نہیں اصل ٹھکانہ اور ہے بلکہ یہ تاجر طلب گار ٹھکانہ ہے۔ یا ایھاالانسان انک کادح الی ربک کدحاً فملاقیہ۔ اے انسان تو تکلیف اٹھا اٹھا کر جا رہا ہے اور تو اللہ کو ملے گا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب تو سانس لے تو یہ سوچ کہ ہر چلتی چیز ایک دن ٹھرتی ہے تو تو سانس کو ٹھرنے والی جان۔ ھل ادلکم علی تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم۔ کہ تم کو عمدہ تجارت نہ بتلا دوں۔ تو انسان ایک تاجر کی حیثیت سے آیا ہے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انسان کے پاس صرف عمر یہ پونجی ہے۔ اس سے تجارت کرے آخرت کمائے۔ ھدایت کمائے نہ کہ ضلالت۔ ھدایت سے جنت اور ضلالت سے جہنم بنے گی۔ اللہ چاہتا تھا کہ آدمی میں چستی پیدا ہو تو پونجی بھی ایسی عطا جس کی مدت کا پتہ نہیں اس لئے اللہ نے موت کو بے خبر رکھا۔ تاکہ میرا بندہ طویل عمر سمجھ کر سست نہو جائے۔ تو تجارت آخرت کیلئے جو پونجی دی وہ ہمارے اختیار میں نہیں بلکہ روزانہ ہر پل ختم ہوتی جارہی ہے تو کہا کہ بدبختو عمر کی پونجی تو ختم ہونے والی ہے اس کو آخرت کے بہتر کاموں میں لگا لو۔ اس تجارت کو سکھانے کیلئے انبیاء کرام علیہم السلام تشریف لائے ہیں۔ تو

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آخرت صغریٰ و کبریٰ دو ہیں چھوٹی آخرت تو بہت قریب ہے وہ موت ہے اور بڑی آخرت کا ذرا انتظار کرنا پڑے گا۔ تو امام صاحب فرماتے ہیں کہ شیطان کتنا دھوکہ دیتا ہے کہ ابھی آخرت صغری و کبری دونوں دور ہیں نہیں بلکہ قریب ہیں۔ تو اگر آخرت کیلئے عمدہ چیزیں کمائیں گے تو تمہیں فلاح ملے گی۔ واولئک ھم المفلحون۔ ایک انسانی تصور کی کامیابی اور ایک الٰہی تصور کی کامیابی ہے۔ قرآن میں جہاں فلاح کا لفظ آیا ہے وہاں الٰہی تصور کی کامیابی مراد ہے۔ تو فلاح کا لغوی معنی ہے کامیابی۔ یعنی مراد پانا۔ لیکن ہر آدمی کی مراد بھی مختلف ہے۔ فلاح وہ جو الٰہی تصور کی فلاح ہو۔ فلاح کے لغوی معنی تحصیل المراد مگر شرعی معنی اور ہیں۔ وہ الوثی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ روح المعانی میں لکھتے ہیں۔ الظفر بکل منفعۃ والتجنب من کل کہ ہر نفع کو پالینا اور ہر نقصان سے بچنا۔ اب اس میں کتنی چیزیں آئی ہیں۔ ہر آدمی زندگی کو فائدہ اور موت کو نقصان جانتا ہے تو معنی یہ کہ موت نہ آئے زندگی رہے یہ کیسے ہوسکتا ہے ہر انسان کی علیحدہ مراد ہے۔ چنانچہ رسالہ قشیریہ میں فلاح کی تعریف لکھتے ہیں۔ حیوۃ لاموۃ شباب لاحرمی۔ غنی لافقر۔ زندگی ہو موت نہ ہو۔ جوانی جو نہ ڈھلے۔ دولت کہ فقر نہ ہو۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے سائل کو فرمایا کہ ہر وہ شخص جو دنیا میں نیک کام کرے گا

وہ آخرت میں چل کر فلاح پائے گا۔ تو سائل نے کہا کہ حیاۃ لاموۃ شباب لاحرمی غنی لافقر۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں تو جواب فرمایا انی جاعل فی الارض خلیفہ۔ کہ ہم تو نائب خدا ہیں تو نائب میں کچھ چیزیں تو ہونی چاہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر جنت کی چیزیں بتلا دوں تو تم نہ مانو گے جس سے دین خراب ہو جائے گا۔ صرف اتنا کہا ولکم فیھا ما تشتھی انفسکم ولکم فیھا ماتدعون ۔ جو چاہو گے دونگا۔ اگر میں یہ کہوں کہ آسمان کے نیچے یہ دنیا میری ہے یہ چاہنا کم ہے مگر چیز بڑی ہے۔ لیکن وہاں جی چاہا ملے گا تو انسان خلیفۃ اللہ ہے تو اللہ تعالیٰ انسان کو کچھ نہ کچھ بخش کرے گا۔ حدیث شریف میں ہے کہ وہاں عمل کے مطابق بنگلہ تیار ہو گا اور بنگلہ پر بڑا دروازہ ہو گا جس پر اس کا نام اور عمل لکھا ہو گا۔ حدیث شریف میں ہے کہ اس دنیا میں اس آدمی کو دنیا والا گھر معلوم نہ ہو گا مگر وہ بنگلہ ٹھیک معلوم ہو گا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اسے قبر میں روزانہ اس کا بنگلہ دکھایا جاتا ہے تاکہ اسے پہچانے۔ تو پہلے یہ دروازہ کھٹکھٹائے گا آواز آئے گی تو کون ہے وہ اپنا نام بتائے گا تو پھر حوریں دروازہ کھولیں گی۔ تو جب وہ ان خوبصورت حوروں کو دیکھے گا تو ان کے حسن کی وجہ سے وہ ان کو خدا ماننے لگے گا مگر اللہ تعالیٰ دل میں ڈالے گا کہ یہ حوریں ہیں خدا نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری عمر تجارت آخرت میں لگا دے۔

درس نمبر ۲۵
۲۴-۴-۱۹۶۶

اشکالِ معتزلہ و تطبیقِ آیاتِ مختلفہ

اولئک علی ھدی من ربھم واولئک ھم المفلحون۔ فلاح کا معنی تو بتلایا جا چکا ہے اب یہاں دو چیزیں بحث طلب ہیں۔ (1) ایک تو معتزلہ کے اشکال کا ازالہ۔ (2) اور دوسرا قرآن پاک کی مختلف آیات کی تطبیق۔ اسلام میں معتزلہ ایک طبقہ تھا۔ عباسی دور میں یونان کے علوم مسلمانوں نے پھیلائے ان کی وجہ سے عقیدوں میں فرق پڑ گیا۔ تو کچھ یونانی اور کچھ اب یورپی علوم کے پھیلانے میں اسلام کو نقصان پہنچا۔ مگر اب جو یورپ کے ملک سے نقصان پہنچ رہا ہے وہ پہلے نقصان سے مختلف ہے۔ یونان ایک ایسا ملک تھا جہاں کیمیاء، فلسفہ، ہندسہ، وغیرہ یعنی دنیوی علوم کا مرکز تھا۔ قسطنطون جو قسطنطنیہ کا امام تھا اس نے یونان کی تمام کتب کو دفن کر دیا۔ منصور عباسی خلیفہ اول جب خلیفہ بنا تو اسکی خواہش تھی کہ یونان کے علم سے اپنے ملک کو آگاہ کردوں تو اس نے قیصر روم کو خط بھیجا کہ اپنے علوم بھیجو تو خط جاتے ہی اس نے حکمران پارٹی

کو اکھٹا کیا اور مشورہ کیا کہ کتابیں بھیجوں یا نہ بھیجوں تو طے پایا کہ بھیجنا ضروری ہیں۔ کیونکہ آج اسلام بہت پھیل چکا ہے تو ان کے مطالعہ سے تفرقہ پیدا ہو گا تو منصور خلیفہ اول نے کروڑوں روپے میں بیت الحکماء بنوایا تو خود مسلمانوں نے یونانی فلسفہ کو عربی میں ترجمہ کر کے مدارس میں شامل کیا جو کتابیں بارہ سو سال سے چلی آرہی ہیں تو یونانی علوم مسلمانوں کی فراخدلی سے پھیلا ورنہ یہ تو دفن ہو چکا تھا۔ منطق اور فلسفہ کی کتابیں آج تک پڑھائی جاتی ہیں۔ مسلمانوں کا کمال دیکھو کہ ان علوم کو کتنا چڑھایا۔ عیسائیوں نے یہ کتابیں جس مقصد کیلئے بھیجیں تھیں اس میں ناکام ہوئیں۔ کیونکہ اسلام کوئی جاہل فرقہ تو نہ تھا۔ مگر ان علوم کے آنے سے تفرقہ پیدا ہو گیا۔ تو (1) معتزلہ کا فرقہ۔ (2) خارجیہ فرقہ پیدا ہوئے۔ تو یونان یورپ میں ہے تو جو یونان قدیم نے بگاڑا تھا وہ معتزلہ قدیم ہوئے۔ اور جو یونان جدید نے یعنی دور حاضر نے بگاڑا وہ معتزلہ جدید مگر اب کی نسبت پہلے میں فرق تھا۔ فلسفہ یونانی مگر استاد مسلمان تھے اور دوسرا عربی زبان میں پڑھا نہ کہ یونانی مغربی زبان میں تو جب استاد مسلمان ہوں تو اسلام پھیلے گا مگر اب تو دور حاضر میں مغرب کی انگریزی تعلیم کو انگریزی زبان میں پڑھایا جا رہا ہے۔ تو زبان کا تو بڑا اثر ہے اور دوسری بات یہ کہ ہم نے ان علوم کو اس وقت حاصل کیا جس وقت یونان کا عروج نہ تھا بلکہ ہم عروج پر تھے اور انگریزی تعلیم ہم

نے اس وقت لی جب ہم غلام اور انگریز حاکم تھے اس لئے انگریزی کا اثر قلب و دماغ پر پڑ گیا۔ تو پہلے اور اس دور کے بگڑے میں بہت فرق ہے۔ اس وقت جو بگڑے وہ اسلام پر اور سخت ہو گئے۔ اسلام میں تین چیزیں ہیں۔ (1) نرمی۔ (2) سختی۔ (3) اعتدال۔ معتزلہ بگڑے تو انہیں آج کل کی طرح علماء سے تو نفرت پیدا ہو گئی مگر اسلام پر وہ اور ہی سخت ہو گیے مثلاً معتزلہ کے نزدیک جو نماز نہ پڑھے۔ سود خور ہو۔ شراب نوش ہو۔ زانی ہو۔ جہاد سے بھاگے وہ اسلام سے خارج ہے۔ حالانکہ شریعت میں کبیرہ گناہ کرنے والا وہ گناہ گار ہے اسلام سے خارج نہیں۔ پھر معتزلہ سے سوال ہوا کہ کیا یہ لوگ کافر ہیں کہا کافر بھی نہیں بلکہ یہ تیسرا طبقہ ہیں۔ (1) خالص مومن جو کل کبیرہ گناہوں سے بچے۔ (2) جو اسلام کا عقیدہ نہ رکھتا ہو وہ کافر ہے۔ (3) اور جو عقیدہ رکھتا ہو مگر عمل نہ کرتا ہو وہ نہ کافر نہ مسلمان بلکہ بین بین ہے۔ (2) خوارج۔ یہ بھی یونانی تعلیم سے بگڑے تھے ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ اسلام کی ایک بات پر عمل نہ کرنا بس کافر ہے۔ آج کل خوارج کی سلطنت مسقط عرب میں ہے ایک شخص نے (سوال کیا مولوی غلام قادر صاحب رحمتہ اللہ علیہ غیر مقلد چک لوہاراں والوں نے کیا تھا)۔ دوران درس سوال کیا کہ حضرت علیؓ کے زمانہ میں جو خارجی تھے وہ کون تھے۔ حضرت نے فرمایا وہ باغی تھے مگر آج کل کے خوارج وہ ایک فلسفی

کی وجہ سے اب خلیفہ اول منصور کے دور میں پیدا ہوئے۔ یونانی مغربی فلسفہ قدیم سے جو فساد قدیم تھا اس نے اسلام پر اور زیادہ سختی کردی۔ مگر جدید یورپی فلسفہ سے یہ حال ہوا کہ بس عقیدہ جو ہو اور جتنا خراب ہو خواہ کچھ بھی عقیدہ رکھو مسلمان ہو۔ معتزلہ نے اسلام کا دائرہ تنگ کردیا کہ نماز پڑھو اور زکوۃ وغیرہ دو تو مسلمان ورنہ نہیں۔ حضرت جی سے ایک آدمی نے بحث کی بس اتنا کہدو کہ میں مسلمان ہوں تو کافی ہے باقی عمل کی کیا ضرورت۔ (تو حضرت جی تو جواب دینے کے بادشاہ تھے) فرمایا کہ یہ قاعدہ تم مذہب میں مانتے ہو یا دنیاوی چیزوں میں بھی مانتے ہو۔ فرمایا انسان کی قسمت کا آخری فیصلہ اسلام اور کفر ہے۔ حضرت نے فرمایا اگر ایک آدمی کہے کہ ڈپٹی کمشنر ہوں کیا مانو گے؟ کہا نہیں تو حضرت نے فرمایا کیا تم نے یہ سخاوت صرف اسلام کیلئے رکھی ہے۔ حالانکہ یہ عہدہ اسلام کے آگے پیشاب کے برابر نہیں۔ تو معلوم ہوگیا کہ دنیا میں کوئی قانون صرف دعوی سے نہیں بلکہ عمل سے ہے پھر اس شخص نے کہا کہ مولوی بہتوں کو کافر کہتے ہیں۔ تو حضرت جی نے فرمایا کہ اگر مولوی یہ کہنا چھوڑ دیں تو اسلام ختم ہو جاتا۔ آج دیکھو کہ پرویز کا درس (ریڈیو پر) شروع ہونے والا تھا مگر علماء نے اس پر کفر کا فتویٰ لگایا اور اس کا درس شروع نہ ہوسکا کیونکہ وہ (حدیث کا منکر ہے) ان علماء کی قلم پر قربان ہوجاؤں جنہوں نے حق بات کہی۔ پھر اس نے کہا کہ آخر

کوئی فراخ دلی ہونی چاہیئے۔ حضرت جی نے فرمایا کہ کتنی فراخی ہو ضلع
کے برابر یا پورے پاکستان کے برابر تو فرمایا اگر ایک آدمی پنجاب
میں کھڑا ہوجائے اور مولوی سے پوچھے کہ میں کہاں ہوں تو مولوی
کہے گا تم پاکستان میں ہو اور اگر سندھ میں کھڑا ہو جائے۔ تو مولوی
کہے گا تم پاکستان میں ہو۔ اور اگر وہ جاپان چلا جائے اور مولوی سے
پوچھے میں کہاں ہوں تو مولوی کہے گا اب تم حد سے نکل گئے ہو اب
تم پاکستان سے خارج ہو پاکستان کو اسلام سمجھو تو اب اگر ایک آدمی
کفر کرے جاپان میں کھڑا ہوجائے تو اب مولوی یہ نہ کہے کہ تم اب
پاکستان میں نہیں ہو۔ بلکہ وہ کہے گا اب تم پاکستان سے خارج ہو
یعنی اسلام سے خارج ہو۔ یہی مولویوں کا فیصلہ ہے کہ اسلام اسے
اپنی پوری وسعت کے ساتھ موقعہ دیتا تھا کہ تم اس میں قدم رکھو مگر
اس نے قدم باہر رکھا تو اس لئے علماء نے کہا کہ اب تم اسلام سے
خارج ہو۔ ایک صاحب نے حضرت شاہ عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ
کو کہا کہ مولوی کافر بناتے ہیں فرمایا بناتے نہیں بتاتے ہیں۔ کہ
فلاں کافر ہے۔ (مضمون آیا) یہ جملہ حضرت بیان کے اختتام پر
مخاطب ہو کر فرماتے تھے۔ دیکھو کہ اگر راستے میں ڈپٹی کمشنر بھی جا رہا
ہو اور ایک چور بھی جا رہا ہو اور کوئی بتلائے کہ فلاں ڈپٹی کمشنر ہے
اور فلاں چور ہے تو مولوی کی بھی یہی حقیقت ہے کہ فلاں کافر اور
فلاں مسلم۔ مطلب یہ کہ یورپ کی قدیم تعلیم کے بگاڑ سے مسلمان

اسلام پر مزید سخت ہو گئے تھے۔ اور یورپ کی جدید تعلیم کے بگاڑ سے اور مزید بگڑ گئے۔ آج تم مولوی کو گالی دیتے ہو؟ حضرت مفتی محمد حسن صاحب نماز کی قسمیں فرماتے تھے۔ (1) ٹھاٹھ کی کہ پانچ وقت پابندی سے نماز پڑھے۔ (2) آٹھ کی کہ جمعہ کی نماز پڑھ لی۔ (3) تین سو ساٹھ کی۔ یعنی بڑے صاحب عید کی نماز میں آ گئے اور فوٹو دیا۔ جو فوٹو لیگا اجر بھی اس سے لو۔ اللہ کے ہاں کوئی اجر نہیں۔ نیکی اس وقت ہے کہ جب قبر پار کا تصور ہو یعنی قیامت کا۔ مسجد بنوائی اوپر نام لکھا کہ حضرت نے مسجد بنوائی۔ حج پڑھی کہ لوگ حاجی کہیں اس کا اجر اللہ کے ہاں نہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اپنی امت کے خفی شرک کا ڈر ہے۔ پوچھا گیا وہ کیا ہے فرمایا ریاء کی عبادت۔ علامہ ابن تیمیہ رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اگر دس کروڑ کی مسجد بنوائے اور ایک کوڑی کا کتبہ لگائے تو اللہ کے ہاں اجر نہیں۔ حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں ایک مرید نے خط لکھا کہ مدرسہ کا چندہ کم ہو گیا ہے دعا کریں کہ چندہ زیادہ ہو تا کہ چوتھا استاد رکھا جائے۔ مولانا تو حکیم الامت تھے فرمایا میرے ساتھ تعلق کے باوجود تجھے اسلام کی روشنی نہیں آئی۔ میرا خیال ہے کہ مدرس بڑھیں اور تیری شہرت ہو اس کا کوئی اجر نہیں تو فرمایا جتنا چندہ خدا تعالیٰ دے اتنا کام رکھو تو چند دن کے بعد خط آیا کہ چندہ ختم ہو گیا اور استاد بھی ختم کر دئے۔ تو حضرت نے فرمایا کہ

حضرت مولانا رشید احمد رحمتہ اللہ علیہ گنگوہی دارالعلوم دیوبند کے مہتمم تھے اور دیگر مجلس شوری کے بیس یا بائیس ممبر تھے۔ ضیاء الحق نامی دیوبند کے قصبہ کا رہنے والا تھا جو مدرسہ کی خدمت کرتا تھا تو دیوبند والوں نے کہا کہ اسے مجلس شوری کا ممبر بنایا جائے۔ حالانکہ مجلس شوری میں پورے عالم اور متقی حضرات تھے۔ تو مجلس شوری نے متفقہ فیصلہ کیا کہ اسے ممبر رکھ لو ورنہ خطرہ ہے کہ یہ امداد نہ بند کردے تو مولانا نے لکھا کہ اسلام فرماتا ہے۔ ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامنت الی اھلھا کہ امانت اس کو دو جو اس کا اہل ہو۔ تو شیخ ضیاء الحق نہ عالم نہ متقی ہے باقی یہ کہنا کہ اگر ان کی حمایت نہ ہوئی تو مدرسہ ختم ہو جائے گا۔ ہم نے اللہ کو راضی رکھنا ہے چاہے مدرسہ رہے یا نہ رہے۔ اللہ راضی ہے کہ اسے مجلس شوری کا ممبر نہ بناؤ۔

تو فلاح کی تفسیر بیان کر رہا تھا کہ آدمی کامیاب ہو جائے۔ مگر معتزلہ کہتے ہیں کہ فلاح (1) ھدی للمتقین۔ (2) یؤمنون بالغیب۔ (3) یقیمون الصلوۃ ومما رزقنھم ینفقون الخ۔ (4) ویؤتون الزکوۃ۔ ان چار کا ہونا ضروری ہے ان میں سے اگر ایک ترک ہو جائے تو وہ فلاح سے محروم ہے۔ کیونکہ ان کے بعد اولئک علی ھدی من ربھم واولئک ھم المفلحون آیا ہے۔ یہ معتزلہ کا اعتراض تھا تو علماء اسلام نے اس کا جواب دیا کہ فلاح کی دو قسمیں ہیں۔ (1) ایک"

شخص ایسا ہے کہ دوزخ میں ایک سیکنڈ کیلئے نہ جائے۔ سیدھا جنت میں جائے یہ تو ہے فلاح کامل یہ کن کن کو نصیب ہوگی شرعی نگاہ سے۔ (1) سب سے اول حضرات انبیاء کرام علیہم السلام۔ (2) مسلمانوں کی نابالغ اولاد۔ اس لئے وہ والدین کی سفارش کریں گے کیونکہ انکا بیڑہ تو پار ہے۔ حدیث پاک ہے بخاری و مسلم کی حدیث کے مطابق 70 ہزار ضرب 70 ہزار کی تعداد تقریباً 49 کروڑ بنتی ہے جو اپنے خاص اعمال کی وجہ سے بلا حساب جنت میں داخل ہونگے۔ (3) مسلمان مجانین۔ دیکھو یورپی تعلیم سے جو پاگل ہیں انہیں جنت میں داخلہ نہیں اور اللہ کے بنائے ہوئے مجنون کو داخلہ ہے۔ اور جو مجنون کافر کے گھر میں پیدا ہو تو وہ نہ جنت میں نہ جہنم میں۔ یعنی نہ عذاب اور نہ ثواب ہو گا۔ مجنون کو ثواب اس وقت جب اس کے والدین مسلمان ہوں۔ اور کافر مجنون کو عذاب اس لئے نہیں ہوگا کہ اس نے گناہ نہیں کیا ہے۔ (5) متقین کہ تمام ماموراتِ اللہ مانیں اور منہیات سے رکیں تو بلا حساب جنت میں داخل ہونگے۔ امام منذری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ متقین کو اپنے اعمال پر ناز ہو گا تو اللہ تعالی کہے گا کہ حساب کروں یا اپنے فضل سے بخشدوں وہ کہیں گے کہ حساب ہو جائے۔ تو ان کی تمام نیکیاں لائی جائیں گی۔ تو اللہ میاں نعمت سے کہے گا کہ اے نعمت میں نے جو نعمت اس کو دی تھی تو ان کی نیکی میں سے اپنا بدلہ اٹھا

لے تو اسی طرح ایک نیکی بھی باقی نہ رہے گی۔ تو پھر اللہ تعالی فرمائے گا کہ حساب کروں کہ نہ کروں تو پھر وہ متقین عرض کریں گے کہ اپنے فضل و کرم سے بغیر حساب بخشدے۔ دیکھو عمل کو ضرور دخل ہے لیکن فضل کے ملنے کے ساتھ گویا عمل کو روٹی اور فضل کو پانی سمجھو۔ یقینی بات ہے کہ جب تک پانی نہ ہو روٹی سے زندہ نہیں رہ سکتا۔ حدیث صحیحین۔ لن یدخل الجنۃ احد کم بعملہ قالو ولا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال نعم الا ان یتغمدنی اللہ بفضل اوکما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک اللہ کا فضل نہ ہو جنت میں کوئی داخل نہ ہو گا۔ ہمارے حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ہماری بہت سی ایسی نیکیاں ہیں اگر اللہ تعالی کا فضل شامل نہ ہو تو ان میں بہت خامیاں ہیں تو فلاح کامل کی پانچ صورتیں بیان ہوئیں۔ (2) فلاح ناقص۔ کہ اس میں نیکیوں کا پلڑا ہلکا اور گناہ کا پلڑا بھاری ہے تو قرآن نے مطلق فلاح ھم المفلحون کا ذکر کیا نہ کہ خاص کہا تو جو مذکورہ بالا پانچ صورتوں والے ہونگے وہ فلاح کامل پانے والے ہیں۔ اور جو گناہ گار ہیں وہ سزا بھگت کر جنت میں جائیں گے۔ یہ فلاح ناقص والے ہوئے۔

درس نمبر ۲۶
۲۹-۴-۱۹۶۶

ایمان اکبر و ایمان اصغر

اولئک علی ھدی من ربھم واولئک ھم المفلحون۔ اس سے پہلے درس میں یہ بیان ہوا کہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد گرامی ہے کہ متقین کی صفات یہ ہیں۔ غیب پر ایمان، خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہوں۔ ساری سماوی کتابوں پر ایمان رکھتے ہوں۔ اور آخرت پر یقین رکھتے ہوں۔ یہ کامیابی پر ہیں۔ تو معتزلہ نے کہا جو ان امور پر پورا اترے وہ کامیاب ہے اور جو پورا نہ اترے۔ نماز نہ پڑھے، زکوۃ وغیرہ ادا نہ کرے وہ کفار کی طرح ہمیشہ آگ میں رہیگا۔ میں نے گذشتہ درس میں یہ کہا تھا کہ پرانے یونان کے علم سے معتزلہ پیدا ہوئے جنھوں نے دین کو اور سخت کر دیا۔ اور اب جو یورپ کے علم سے نئے معتزلہ پیدا ہوئے ہیں انہوں نے تو دین کا شیرازہ بکھیر دیا۔ تو جب شروع میں عالم اسلام نے پوری قوموں کو شکست دی تو قوموں نے مل کر مسلمانوں کو قلم سے شکست دینے کا پختہ ارادہ کیا۔ تو سب سے اول تاریخ میں عبد اللہ ابن سبا ہیری کا

نام ملتا ہے جو ہیرہ کا رہنے والا تھا۔ تاریخ میں شیعہ مذہب کو سب سے پہلا بیان کرنے والا ہے۔ اور یہ یہودی تھا تو ان کی خواہش تھی کہ مسلمانوں کے فرقے بنائے جائیں۔ یہ ان کی اپنی کتاب رجال کشی صفحہ نمبر 72 کا حوالہ ہے۔ معبد جہانی۔ اور غیلانی دمشقی یہ دونوں معتزلہ کا فرقہ پیدا کرنے والے تھے۔ ابان ابن سمعان اور طالوت ابن اعصم یہودی سے خیالات لئے تو گویا معتزلہ کا گروہ ہو گیا۔ ایک اور جبریہ فرقہ ہے وہ کہتے ہیں کہ انسان کے اختیار میں نہیں بلکہ اللہ سے ہو رہا ہے یہ فرقہ ختم ہو گیا ہے۔

جہد ابن درہم نے عیسائیوں سے یہ خیالات لئے تھے۔ مصر کے مؤرخ ابو زھوی مصری نے مذاہب اسلامیہ ایک تاریخی کتاب لکھی ہے۔ عراق کے حاکم کو عیدالاضحیٰ کے دن یہ خبر ملی اور وہ دیندار تھا تو عموماً امیر ہی خطبہ دیا کرتے تھے تو انہوں نے عید کے خطبہ میں فرمایا تقبل اللہ ضحایا کم اللہ تمہاری قربانی قبول کرے اور میں جہد ابن درہم کی قربانی کر رہا ہوں۔ دیکھو ایک آدمی کے ختم کرنے سے اگر لاکھوں انسانوں کا قتل رک جائے تو یہ بری بات نہیں۔ بہرحال عبداللہ ابن سبا یہودی یہ تشیع کا بانی ہے۔ اور معتزلہ بھی طالوت ابن اعصم سے اور اسی طرح جبری فرقہ بھی نصاریٰ سے لیا گیا تو معلوم ہو گیا کہ یہودی ہی فرقے بنانیوالے ہیں۔ تو کامیاب کی دو قسمیں ہیں۔ کامل اور ناقص۔ کامل یہ کہ جہنم

میں نہ جائے بلکہ سیدھا جنت میں جائے اور ناقص یہ کہ پہلے جہنم میں اور پھر جنت میں جائے۔ مگر معتزلہ کہتے ہیں کہ نیک عمل کا تارک یعنی گناہگار کو جنت نصیب ہی نہ ہو گی یہ غلط ہے آیت کا یہ مطلب نہیں فقط دو چیزیں بیان کروں گا قدیم معتزلہ اور جدید معتزلہ۔ معتزلہ قدیم کہتے ہیں کہ جو اللہ تعالٰی کے احکام ترک کرے تو کافر اور مسلم گناہگار میں کوئی فرق نہیں۔ مگر اہل سنت و الجماعت کہتے ہیں ایسا نہیں بلکہ جس کو ایمان حاصل ہے وہ کتنا ہی گناہگار کیوں نہ ہو انجام کار جنت ہے۔ اپنی غلطیوں اور گناہوں کی سزا پائے گا مگر آخر جنت میں جائے گا۔ مطلب یہ کہ سنی عقیدہ کے مطابق گناہگار آخر کار جنت مین جائیگا۔ اور تقدیر۔ سنی عقیدہ میں جو تقدیر نہ مانے وہ جہنمی ہے اور معتزلہ تقدیر کو نہیں مانتے۔ تو ایک تقدیر کا مسئلہ اور دوسرا افلاح کا مسئلہ۔

اور خوارج نے تو خاص کفر کا فتویٰ لگا دیا مثلاً ایک آدمی سو فیصد ایمان پر پورا ہے اگر اس سے زنا ہو گیا تو وہ ابوجہل میں سے ہو گا یہ درست نہیں۔ اہل سنت نے کہا گناہگار کتنا بھی گناہ کرے گناہ اپنی جگہ ہے مگر جنت میں ضرور داخل ہو گا۔ تو خوارج کہتے ہیں گناہگار کافر ہے۔ معتزلہ کہتے ہیں نہ کافر نہ مسلم۔ سنی کہ انجام کار جنت۔ معتزلہ کے نزدیک مسلم گناہگار کفار کے ساتھ جہنم میں رہیگا مگر کافروں کو عذاب شدید اور مسلمانوں کو خفیف عذاب ہو

گا مگر رہینگے پوری مدت جہنم میں۔ یہ غلطی اس سے پیدا ہوئی کہ ہم نے قرآن و حدیث کو صحیح طور پر نہیں سمجھا دیکھو (1) کفر، (2) شرک، (3) ایمان، (4) نفاق، ایمان مومن، کفر کافر، شرک مشرک، نفاق منافق شریعت کی اصطلاح ہے کہ ایمان کی دو قسم ہیں۔ (1) ایمان اکبر، (2) ایمان اصغر، امنت باللہ و ملائکتہ و کتبہ و رسلہ یہ ایمان اکبر ہے جو عقیدہ کا نام ہے اور جو دل سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کے بعد ایمان اصغر یہ ہے کہ شریعت کی اصطلاح میں ایمان کے تقاضا کے تحت جس قدر نیکیاں ہیں۔ نماز، انفاق فی سبیل اللہ وغیرہ یہ سب ایمان اصغر ہے۔ دل سے عقیدہ مضبوط کرنا یہ ایمان اکبر اور ان پر عمل کرنا یہ ایمان اصغر ہے۔ اگر اکبر چلا جائے تو کفر ہے اور ابد الاباد جہنم ہے۔ کفر میں بھی ایک کفر اکبر ہے جس کا عقیدہ ایمان کے خلاف ہو تو وہ کافر ہے۔ اور اس کے بعد کفر کی تقاضائیں برائیاں ہیں یہ کفر اصغر ہوئیں۔ اسی طرح نفاق بھی دو قسم ہے جس کے دل میں کفر کا عقیدہ ہو اور زبان پر ایمان کا دعویٰ ہو تو یہ نفاق اکبر ہے اور دوسری بات یہ کہ دل اور زبان پر ایمان ہو لیکن عمل کا تقاضا پورا نہ کرتا ہو تو یہ نفاق اصغر ہے۔ کیونکہ جب ایمان آیا تو اس کے تمام تقاضاؤں کو پورا کرنا چاہیئے اسی طرح شرک کی بھی دو قسم ہیں۔ شرک اکبر کہ اللہ تعالےٰ کی ذات، صفات اور اعمال میں کسی کو شریک کیا جائے۔ اور اگر کوئی

آدمی ریاء کاری کرے تو یہ شرک اصغر ہے۔ اب خلاصہ یہ کہ ایمان ایک اعتقادی ہے وہ ایمان اکبر ہے اور ایک اس پر عمل کرنا یعنی عملی ایمان یہ ایمان اصغر ہے۔ سب اسی طرح تین قسمیں ہو گئیں۔

خوارج کے نزدیک بے نمازی کافر ہے وہ دلیل دیتے ہیں۔ اقیموا الصلوۃ ولاتکونوا من المشرکین کہ نماز پڑھو اور مشرک نہ بنو۔ مسلم کی روایت الفرق بین المؤمن والکفر ترک الصلوۃ۔ دوسری روایت من ترک الصلوۃ متعمدا فقد کفر۔ لاایمان لمن لاامانت توکہتے ہیں کہ پیغمبر علیہم السلام اور خدا جب کافر کہہ رہا ہے تو تم کون ہو۔ یہ وہ چیزیں ہیں جن سے معتزلہ اور خوارج نے نتیجہ نکالا کہ گناہگار مؤمن ایمان سے خارج ہے اور کافر ہے۔ اب سنی مذہب کے نزدیک یہ سب احادیث پاک اور آیتیں درست ہیں۔ یہ سب کفر اصغر ہیں معنی یہ کہ ہر گناہ کفر اصغر ہے اور ہر نیکی ایمان اصغر ہے۔ حدیث لایزنی الزانی حین یزنی وھومؤمن کہ زنا کے وقت ایمان رہتا ہے۔ اسی طرح چوری وغیرہ تو ہر گناہ کفر اصغر اور ہر نیکی ایمان اصغر ہوئی اور ہمیشہ کیلئے جہنم اسکو ہے جو کفر اکبر ہو۔ کفر اکبر اور ایمان جمع نہیں ہو سکتے اور کفر اصغر یعنی گناہ وہ ایمان سے جمع ہو سکتے ہیں۔ ایک نفاق ومن الناس من یقول امنا باللہ کہ عقیدہ کی خرابی ہو یہ ہے نفاق اکبر دوم یہ کہ عمل نہ کرے یہ نفاق

اصغر ہوا۔ اذا حدث کذب و اذا وعد اخلف و اذا خاصم فجر واذا ئتمن خان ان کو حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے نفاق فرمایا یعنی چھوٹا نفاق۔ قالو اما شرک یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کہ چھوٹا شرک کونسا ہے فرمایا الریاء کہ مخلوق کو دکھانے کیلئے کام کرنا۔ اسی طرح شرک بھی اکبر اور اصغر ہوا۔ وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا اگر مسلمانوں کے دو گروہ لڑ پڑیں تو عین قتال کی حالت میں مومن کا لفظ لایا یہ بھی دلیل ہے کہ گناہ کے وقت ایمان نہیں جاتا۔ ان اللہ لایغفر ان یشرک بہ ویغفر مادون ذالک اللہ تعالےٰ ایک کفر اور شرک معاف نہیں کرتا اور سب معاف کر دیتا ہے تو معتزلہ کا یہ خیال غلط ہے کہ گناہگار ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ خدا تعالے کہتے ہیں کہ گناہ تو میں بخش دونگا حدیث پاک من قال لاالہ الااللہ دخل الجنتہ کہ جو ایمان لائے وہ جنت میں داخل ہے۔ ابوذرؓ غفاری نے عرض کی وان زنٰی وان سرق قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وان زنٰی وان سرق تین مرتبہ فرمایا آخر میں کچھ ناراض ہو کر فرمانے لگے اگرچہ ابوذرؓ کی ناک کو مٹی لگ جائے یعنی یہ غصہ کی نشانی ہے۔ شیخ اکبر فتوحات مکی رحمتہ اللہ علیہ نے توکل کی آٹھ قسمیں بیان فرمائی ہیں آپ نے ایک بڑی تقریر کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ روحانیات میں حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ایسی ہے جیسے حکیم ہو کہ ایک دوا کے متعلق بیان کرے کہ یہ ٹھنڈی ہے اور فلاں گرم وغیرہ

ہے۔ اسی طرح حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم عملوں کی خاصیتوں کے بارے میں فرماتے ہیں۔ یعنی خواص الاعمال بیان کرتے ہیں اور حکیم خواص الادویہ بیان کرتے ہیں۔

تو تمام طاعتوں کی خاصیت اور ایمان کی خاصیت جنت میں داخل ہونا۔ اور کفر، معصیت اور گناہ کی خاصیت جہنم میں داخل ہونا ہے۔ اب اگر ایک آدمی کچھ اس دوائی میں سے لے اور کچھ اُس دوائی میں سے لے تو یقینی بات ہے کہ درمیانی خاصیت پیدا ہو گی کسی ایک کی نہ ہو گی۔ اب اگر ایک آدمی ایمان حاصل کرے تو اس نے ایک دوائی کھائی تو سیدھا جنت میں جائے گا۔ اور اسی طرح ایک آدمی کفر کرے تو اس نے بھی ایک دوائی کھائی تو سیدھا جہنم میں جائے گا۔ اور جو مرکب کرے یعنی کچھ گناہ کرے اور کچھ نیک کام کرے تو یہاں معتزلہ اور خوارج بھٹک پڑے تو مثال یہ کہ جب آدمی دو دوائیں استعمال کرے ایک گرم اور ایک سرد تو نہ بالکل سرد ہو گا اور نہ بالکل گرم بلکہ درمیانی حالت ہو گی۔ تو اسی طرح ایک آدمی کے پاس ایمان ہے یہ جنتی خاصیت ہے اور ایک گناہ ہے تو اس نے جنت سے جہنم کو بھی ملا دیا تو اسکی حالت بین بین ہو گئی کہ ایک طرف گناہ کا اثر قائم اور ایک طرف ثواب کا اثر قائم رہنا چاہیئے تو جو مؤمن ہو اور گناہگار ہو تو اسکی آخری زندگی بھی ملی جلی ہونی چاہیے تو اسکی عملی زندگی کا ایک حصہ جہنم اور ایک

حصہ جنت کا تقاضا کرتا ہے تواب دونوں کا تقاضا پورا ہو گا کہ دوزخی اعمال کیوجہ سے جہنم میں جانا چاہیئے اور نیک اعمال کیوجہ سے جنت میں جانا چاہیئے تو اسکی کیا تدبیر ہو گی۔ 1۔ایک طریقہ تو یہ ہے کہ پہلے جنت میں ڈالا جائے پھر جہنم میں۔ کہتے ہیں کہ یہ خدا تعالیٰ کے ضابطہ کے خلاف ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو جنت میں داخل ہو گا وہ پھر نہ نکالا جائے گا۔ حدیث شریف ترمذی میں کہ بہت گناہگار کہیگا کہ یااللہ مجھے جنت کے قریب کر دے تو اسے پتہ ہے کہ اگر قریب ہو گیا تو ٹانگ اڑ جائیگی تو جنت میں دیکھے گا تو کہیگا یارب اس کے اندر داخل کر دے بس اور کچھ نہیں مانگوں گا تو اللہ میاں فرمائے گا تو نے تو وعدہ کیا تھا اور کچھ نہیں مانگوں گا پھر اندر کیسے داخل کر دوں۔ خیر اللہ میاں اپنے فضل و کرم سے اندر داخل کر دے گا۔ تو دوزخ ایک مشترک رقبہ ہے تو شیخ اکبر رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ پہلے دوزخی اعمال کا تقاضا پورا ہو گا اور بعد میں جنت میں جائے گا۔ تو گناہگاری کی سزا کے بعد ایمان کیوجہ سے جنت میں جائے گا۔ معتزلہ کی دوسری چیز ہے مسئلہ تقدیر۔

چونکہ یہ مسئلہ آنیوالی آیت ان الذین کفروا سواء علیھم انذرتھم سے متعلق ہے تو اس مسئلہ کو آنیوالے درس میں بیان کروں گا۔

درس نمبر ۲۷
۱-۵-۱۹۶۶

شہادت سیدنا حضرت امام حسینؓ

ان الذین کفروا سواء علیہم الخ۔ اس سے پہلے درس میں جو بیان تھا وہ تقدیر سے متعلق بھی تھا۔ لیکن مسئلہ تقدیر چونکہ اس آیت سے وابستہ ہے اب فقط تقوی کی تفصیل بیان ہو گی۔ قرآن کا اپنا ایک انداز ہے کہ وہ ایک مضمون کو مختلف جگھوں میں بیان کرتا ہے تاکہ ایک جگہ کی بات دوسری جگہ مکمل ہو جائے۔ تو گذشتہ پانچ چیزیں تقوی کی ایک شاخ تھیں۔ اور تقوی کی دوسری شاخ آگے بیان کرتا ہوں جس کی وضاحت یہ ہے کہ آدمی اپنے آپکو خدا تعالی کے سپرد کر دے۔ یہ تقوی کی روح ہے یعنی اپنے منشاء سے دستبردار ہوجائے۔ بالفاظ دیگر کہ اپنا پروگرام ختم کرے اور اللہ تعالی کے پروگرام پر چلے۔ اللہ تعالی کی حکومت کے دو بنیادی کارخانے ہیں۔ (1) شرعی کارخانہ۔ (2) تکوینی کارخانہ اس کارخانہ پر کائنات کے جو احکامات ہیں وہ نازل ہوتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالی کے جو احکامات کائنات کے متعلق ہیں وہ اس کارخانہ تکوینی پر نازل ہوتے

ہیں۔ پھر آگے پھیلائے جاتے ہیں۔ احادیث سے معلوم ہوا کہ کارخانہ شرعی کا تعلق حضرت جبرائیل علیہ السلام سے ہے اور کارخانہ قدرت کا تعلق حضرت میکائیل علیہ السلام سے ہے۔ یعنی اس سال قحط کا پڑ جانا۔ جنگ امن۔ شہادت۔ فتح و شکست وغیرہ یہ قدرت کے احکام ہیں جن کو حضرت میکائیل علیہ السلام دئے ہوئے پروگرام کے تحت چلاتے ہیں۔ تقوی اور بندگی یہ ہے کہ ہم ان دونوں کارخانوں کے سامنے جھک جائیں تو کارخانہ شریعت کی تابعداری کا خلاصہ (طاعت) ہے چاہے دنیوی فائدہ ہو یا نقصان ہو۔ تو محکمہ تشریعی کا اثر طاعت ہے اور محکمہ تکوینی یعنی قدرت کے محکمہ سے جو احکام اترتے ہیں تو ہم پر دو چیزیں فرض ہوجاتی ہیں۔ (1) یا تو وہ راحت کے احکام ہونگے۔ (2) یا زحمت کے۔ مثلاً اس سال جنگ میں فتح ہوگی یا رزق میں فراخی ہوگی تو ایسے تمام احکام نعمت ہیں تو جو کام نعمت ہو تو پھر ہم پر کیا فرض ہو جاتا ہے؟ تو ہم پر شکر واجب ہے لئن شکر تم لازید نکم۔ لسانی شکر اور عملی شکر۔ مثلاً ایک آدمی کو صحت یا سلطنت کی حکومت عطا ہوئی تو سب سے اول تو اس کا دل خلوت و جلوت دونوں صورتوں میں اللہ کے سامنے جھک جائے یہ قلبی شکر ہے تندرستی اسلئے ہے کہ جب آدمی تندرست ہو تو تمام عبادات نماز وغیرہ سب آسانی سے ادا کر سکتا ہے تو تندرستی کی نعمت کو نیکی میں صرف کرو نہ کہ بدی میں۔

(2) دوسرا کارخانہ قدرت کے احکام ہیں فاذ کرونی اذ کرکم کہ جب میں تمہیں نعمت دوں تو تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔ یہ نہیں کہ بس دولت ملی اور مجھے بھول گئے نہ مجھے یاد کرو واشکرولی اور میری نعمت کا شکر بجالاؤ ولاتکفرون ناشکری مت کرو۔ زحمت کے احکام۔ کہ جو نعمت عطا کرتا ہے وہ چھین بھی سکتا ہے۔ یعنی نقم کہ دولتمندی کے بعد غریبی آ گئی یہ گویا کارخانہ قدرت کے احکام نقم سے ہوئے پہلے احکام نعم سے تھے کہ پہلے تندرست تھا اب بیمار ہے پہلے حکومت تھی اب نہیں۔ جس طرح مرزا سکندر یہ اللہ تعالی دکھانا چاہتا ہے کہ سب کچھ میرے ہاتھ میں ہے۔ قل اللھم ملک الملک توتی الملک الخ بزرگان دین فرماتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی کسی مشکل میں اس آیت کو پوری توجہ سے پڑھے تو مشکل آسان حل ہو جائے۔ تو کارخانہ قدرت یا نعم۔ یا نقم ہیں۔ اور نعم کے بدلہ شکر ہے شکر تین قسم بیان کرچکا ہوں تو قرآن نے نعمت پر شکر فرمایا اور اگر نعمت چھن جائے تو قرآن کی ہدایات موجود ہیں۔ قرآن بتلاتا ہے کہ مصیبت کے وقت تمہیں کیا کرنا چاہیئے۔ مصیبت کی آخری شکل یہ ہے کہ انسان کی جان چلی جائے۔ اگر راہ حق میں جائے تو شہید کہتے ہیں اور اگر ایسے مرا تو ان تمام کے متعلق اللہ تعالی کی ہدایات موجود ہیں۔ تو احکام شریعت اور تکوین کے متعلق احکامات خداوندی موجود ہیں۔ ولاتقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات الخ۔ کہ

شہید کو مردہ نہ کہو (یہ عجیب بات ہے) کہ مردہ نہیں زندہ ہے چاہے تمہاری سمجھ میں نہ آئے تو میں کہتا ہوں کہ آدمی اس صورت میں زندہ پر روتا ہے حالانکہ فقط قاعدہ بدل گیا کہ زندگی کا دائرہ بدل گیا پہلے دنیوی زندگی کا دائرہ تھا۔ اب برزخی دائرہ میں زندگی ہے۔ بعینہ چھ ماہ بعد جس طرح بچہ ماں کے پیٹ میں زندہ ہو جاتا ہے اور پھر پیدا ہوتا ہے تو تنگ دائرہ سے دنیا کے وسیع دائرہ کے اندر داخل ہو گیا۔ تو شہید بھی دنیا کے تنگ دائرہ سے نکل کر اخروی زندگی کے وسیع تر دائرہ میں داخل ہو گیا۔ تو میں یہ کہتا ہوں کیا جس کے گھر بیٹا پیدا ہو تو کیا لوگ روتے ہیں؟ شہید کا معاملہ بھی یہی ہے تو جب مسلمان اللہ تعالیٰ کو سچا مانتا ہے تو پھر شہید پر کیوں روتا ہے۔ عجیب مسئلہ ہے کہ قرآن نے جہاں شہادت کا مسئلہ بیان کیا وہاں اس کا حق ادا کیا تو اب ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔ واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ ان اللہ مع الصبرین۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ جتنی مصیبت آجائے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لے جا کر کثرت سے نماز ادا کرتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے مصیبت کے وقت ایک صبر کی تعلیم دی اور نماز کی تاکید کی تو اللہ دیکھتا ہے کہ میری مصیبت سے بندہ اور قریب ہو گیا ہے تو یہ ہے واستعینوا کہ اس کی مدد سے چلی جائیگی۔ مصیبت دور ہو جائے گی۔ ولنبلونکم بشیئ من الخوف والجوع و نقص من الاموال الخ۔ کہ ہم

آزمائش کی خاطر کارخانہ قدرت کی طرف سے تیر لگائیں گے مگر تم خدا کے بن جانا۔ تو ہم تم کو آزمائیں گے۔ دنیا کی مصیبت تو کچھ نہیں۔ ہم تمہارا ضرور امتحان لیں گے بہت تھوڑی چیز سے کبھی دشمن کا خوف ڈر۔ کبھی بھوک۔ کبھی مال کی تنگی اور کبھی جانوروں کے نقصان کے ذریعہ والثمرات یا پھلوں کا نقصان دیں اور ضرور دیں گے۔ یہ پانچ قسم کی تکالیف ہیں جب یہ آجائیں تو تم کیا کرو۔ رونا پیٹنا شروع کردو؟۔ وبشر الصبرین الذین اذا اصابتہم مصیبۃ ۔ اس دنیا میں میری طرف سے خوشخبری سناؤ چاہیے امام حسینؓ کی بھی شہادت ہو۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہم سب اللہ کے ہیں اور ہم سب نے اللہ کے پاس جانا ہے۔ حضرت امامؓ اور یزید دونوں نے اللہ کے پاس جانا ہے فیصلہ وہ کرے گا نہ کہ ہم کریں گے۔اولئک علیہم صلوات من ربہم ورحمتہ۔ دنیا میں بعض کا صبر اعلیٰ درجہ کا ہوگا تو رحمت بھی خاص ہوگی۔ فی الباساء والضرآء وحین الباس۔ کہ مصیبت تکلیف اور جنگ کی مصیبت میں جو لوگ صبر کریں گے آگے فرمایا یہی لوگ ہدایت پر ہیں اور سچے ہیں آگے آیا ان اللہ مع الصبرین۔ اگر چین کہہ دے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تو ہم کتنے خوش ہوتے ہیں اگر اللہ کہدے ان اللہ مع الصبرین تو کیوں نہ خوش ہوں۔ صبر کے متعلق دیکھیں آج امام کی غمی کا دن ہے حدیث بخاری و مسلم کی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب

مدینہ میں تشریف لے آئے تو دس محرم کو یہود روزہ رکھتے تھے
آپ نے پوچھا کس لئے انہوں نے کہا اس دن فرعون غرق ہوا تھا
ہمیں نجات ملی تھی تو آپ نے فرمایا نحن احق بموسی علیہ السلام منکم
کہ ہمارا موسی علیہ السلام سے زیادہ تعلق ہے تو ہم بھی روزہ رکھیں
گے یہ ہجرت کا پہلا سال ہے اور حضرت حسنؓ ہجرت کے دوسرے
سال اور حضرت امام حسینؓ ہجرت کے تیسرے سال پیدا ہوئے۔
تو معلوم ہو گیا کہ عاشورہ پہلے بھی عاشورہ تھا پھر رمضان دوسرے
برس ہوا تو مطلب یہ کہ عاشورہ کا روزہ رمضان سے پہلے فرض تھا اس
لئے ذہن میں یہ غلط فہمی نہ آئے کہ عاشورہ کی تاریخی حیثیت حضرت
امام حسینؓ سے شروع ہوئی۔ حضرت شیخ جلال الدین سیوطی رحمتہ
اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قیامت اچانک آئے گی۔ ہر شخص اپنے
کاروبار میں مصروف ہوگا۔ کہ ایک آواز آئے گی۔ لا تاتیکم الا
بغتۃ۔ چیخ کی آواز آئے گی اور وہ بڑھتی چلی جائے گی۔ یہاں تک کہ
پوری دنیا ایک ڈھیر بن جائے گی تو وہ دن عاشورہ اور جمعہ کا ہوگا اس
سے قیامت کا تعین نہیں ہوسکتا کیونکہ کونسا جمعہ وغیرہ ہوگا۔ خلیفہ
منصور نے خواب میں ایک فرشتہ بمع جماعت دیکھا تو اس نے فرشتہ
سے سوال کیا کہ میری عمر کتنی ہوگی اس نے ہاتھ دکھا دیا۔ تو صبح
پورے علماء جمع کئے تعبیر پوچھی کسی نے کچھ اور کسی نے کچھ کہا کسی
نے پانچ سال عمر بتلائی۔ کسی نے کہا کہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمتہ

اللہ علیہ کو بلاؤ تو حضرت امام اعظم نے فرمایا کہ یہ اشارہ ہے کہ پانچ چیزوں کا علم سواء خدا تعالیٰ کے کسی کو نہیں ان اللہ عندہ علم الساعۃ

ایک شخص نے دوران درس اعتراض کیا کہ دنیزل الغیث پر کہ محکمہ موسمیات بارش کا اعلان پہلے کر دیتا ہے حضرت جی نے فرمایا۔ علم الغیث کہ بارش دنیا کے کونسے حصہ پر ہوگی اور اس سے انسانوں کو کیا فائدہ ہوگا یہ علم صرف خدا تعالیٰ کو ہے۔ ویعلم ما فی الارحام یعنی یہ جاننا کہ اس بچہ کا عمل اس کی عمر اور اس کو کیا حوادث پیش آئیں گے۔ مطلب یہ کہ بچہ کی پوری زندگی کے حالات عین رحم مادر میں صرف اللہ کو علم ہے اور کوئی نہیں جانتا۔ کہ کل کیا کھاؤں گا۔ کہاں مروں گا۔ حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ اسلام سے پوچھا کہ قیامت کے متعلق تو بتلاؤ کہا کہ اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے تو امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ نے جواب فرمایا تو منصور رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا بہت خوب۔ تو اللہ تعالیٰ بعض وقت اپنا قہر قدرت کے طور پر دکھلاتا ہے۔ شیعہ مذہب کے نزدیک ہر بارہ امام میں سے سب غیب دان ہیں۔ حالانکہ معاملہ یہ کہ جو اللہ تعالیٰ بتلادے وہ ہے باقی علم غیبی تو سوا اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں۔ غالباً اللہ تعالیٰ نے کوفہ کا معاملہ اس لئے کیا ہوگا کہ میں ان کا یہ قول بھی غلط کردوں کہ اگر امام کو غیب کا علم تھا تو آپ کے مقدس خاندان کے سارے

فرد کیوں شہید ہوئے۔ حضرت یعقوب علیہ اسلام پیغمبر ہیں محبوب ترین بیٹا کنوئیں میں ہے مگر علم نہیں۔ حضرت امام حسنؓ زہر سے شہید ہوئے مگر پتہ نہیں یہ اللہ تعالی کی قدرت ہے اور سب علم تو اللہ تعالی کے پاس ہیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس دنیا سے رخصت ہونا دنیا کی تمام مصیبتیں اس ایک مصیبت سے کم ہیں۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کرتے ہی تمام صحابہ کرامؓ کے دل اتنے منور نہ تھے کہ جس طرح آپ کی زندگی مبارک میں ہوتے تھے۔ متنبی شاعر لکھتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر ہمارے دل پھٹتے ہیں۔ تو اللہ تعالی نے فرمایا جب مصیبت آجائے تو قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ تو شہادت حضرت امام حسینؓ کو مصیبت سمجھنا یہ تو غلط ہے کیونکہ قرآن نے کہا ولاتقولو المن یقتل فی سبیل اللہ اموات ۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابیؓ کو تبلیغ کے لئے بھیجا کہ پہاڑوں سے کفار نے تیر مارا تو آپ کے دل پر لگا اور فرمایا فزت ورب الکعبہ کہ خدا کی قسم بیڑا پار ہو گیا اس جملہ کا یہ اثر پڑا کہ بہت سے کافر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں پہنچ کر مسلمان ہو گئے۔ یہ ہے ایمان مگر آج شہید پر غم ہو رہا ہے۔ یہ دنیا تو ادنی ہے اور آخرت اعلی ہے تو اعلی کے آنے پر غم ہو رہا ہے یہ خوشی کا موقعہ ہے یا غمی کا؟ تو حضرت امام حسینؓ

کو شہید مان کر غم کرنا قرآن کے خلاف ہے۔ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات دوسری بات یہ کہ حضرت امام کو حکومت نہ ملی اس وقت کی حکومت آج کل کی حکومت کی طرح نہ تھی بلکہ تمہیں بھی اس وقت کی حکومت دی جائے تو تم بھی نہ لوگے۔ تاریخ کامل اٹھا کر دیکھیں۔ حضرت علیؓ خلیفہ ہیں اور تمام ملک کے مالک ہیں تو لکھتے ہیں کہ آپ کے مکان سے کوفہ کے ہر آدمی کا مکان اچھا تھا۔ اور کھانا بھی ہر کوفی کا آپ کے کھانے سے اچھا تھا مطلب یہ کہ ہمارے زمانہ کی حکومت اور ہے (حرام خور ہے) اور دور اسلام کی حکومت اور تھی اس وقت حاکم تنگدستی کے عالم میں زندگی بسر کرتا تھا اور قوم خوشحال ہوتی تھی۔ یہ تین بنیادی چیزیں ہیں شہادت کی حکمتیں شاہ عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ نے لکھی ہے دوسرے درس میں بیان کرونگا۔

درس نمبر ۲۸

۱۵-۵-۱۹۶۶

حکمتِ شہادت

ان الذین کفروا الخ۔ گذشتہ درس میں حضرت امام حسینؓ کی شہادت کا تذکرہ آچکا تھا۔ اب اس سلسلہ میں چند حکمتیں بیان کی جاتی ہیں۔ ازروئے قرآن ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ دنیا میں جو واقعہ بھی پیش آتا ہے اس کا اصل فاعل اور تصرف کرنے والا اللہ رب العلمین ہے۔ پہلے یہ دیکھنا چاہیئے کہ دنیوی حوادث اللہ کے افعال ہیں۔ ما اصابکم من مصیبۃ فی الارض ولافی انفسکم الافی کتاب من قبل ان نبراھا۔ تم کو تکلیف نہیں پہنچتی زمین میں نہ نفس میں۔ اس میں سب مصیبتیں آ گئیں۔ مگر یہ اللہ کے علم میں ہیں اور اس مصیبت کے پیدا کرنے سے بہت پہلے اور یہ کام اللہ کے لئے بہت آسان ہے۔ ہم نے کل واقعات کو پہلے سے اپنے علم میں ازاں بعد لوح محفوظ میں لکھ لیا ہے تاکہ وہ خوف نہ کرے اور اگر نعمت کرے تو سرمستی نہ کرے غرور نہ کرے۔ چھیننے والا بھی وہ اور دینے والا بھی وہ۔ بہرحال قرآن میں دوسری جگہ

مصائب کا ذکر کیا ہے کہ کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے وہ اللہ کے علم میں پہلے سے ہے۔ اس کا معنی یہ کہ نعمت چھن جانے پر غم نہ ہو اور مل جانے پر غرور نہ ہو۔ تاکہ عبدیت کی تکمیل ہو جائے۔ ان مصیبتوں میں ایک مصیبت حضرت امام حسینؓ اور حضرت امام حسنؓ کی شہادت بھی ہے اور مصائب کے عام قاعدہ میں داخل ہے مثلاً یہ بھی فعل خدا اور پہلے سے لوح محفوظ میں طے شدہ چیز ہے جب فعل خدا ہوا تو بندہ کو مصیبت کے وقت کیا غم کرنا چاہیئے؟ ولاتقولوالمن یقتل فی سبیل اللہ اموات ۔ اس آیت میں کل شہیدوں کا ذکر ہے۔ جو اللہ کی راہ میں شہید ہوئے وہ سب اس آیت میں شریک ہیں۔ اس کے بعد مصائب کے وقت کیا کرنا چاہیئے۔ ولنبلونکم بشئی من الخوف والجوع و نقص من الاموال الخ۔ ہم تمہارا ضرور امتحان لیں گے ایک تھوڑے سے ڈر کے ساتھ اور بھوک کے ساتھ اور کبھی مال کم کردیں گے یعنی تجارت وغیرہ میں نقصان کردیں گے یہ بھی فعل خداوندی ہے اور تمہارے نفسوں کو کم کردیں گے اور تم کو اولاد کی مصیبت بھی دیں گے۔ تو اس میں تمام قسم کی چیزیں آگئی ہیں۔ اب تم نے کیا کرنا ہے۔ وبشر الصبرین الذین اذا اصابتہم مصیبتہ ۔ تم اللہ کی طرف سے صبر و استقامت رکھنے والوں کو خوشخبری سناؤ کہ جب مصیبت پہنچے تو کہیں اناللہ وانا الیہ راجعون۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ اللہ ہماری بہتری چاہنے والا

ہے۔ تو ایک ضابطہ پہلا اور پھر دوسرا باندھا کہ زبان پر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھے اگر مصائب کے وقت آنسو آجائیں تو اس پر منجانب اللہ کوئی گرفت نہیں چاہے کہ مصیبت حال ہو یا مصیبت گذشتہ ہو ان دونوں صورتوں میں چیخنا چلانا یہ خدا کی مرضی کے خلاف ہے۔ اللہ نے فرمایا دل میں صبر اور زبان پر انسان انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پڑھتا ہے مگر معنی پر غور نہیں کرتا۔ حالانکہ یہ مختصر سا فقرہ مسائل کی جڑ کاٹنے والا ہے۔ دنیا میں کوئی انسان مصیبت سے خالی نہیں تو قرآن نے اس مختصر فقرہ میں علاج بتلادیا تاکہ انسان اطمینان کی زندگی گذارے۔ انا للہ میں اللہ تعالی کی مالکیت کی طرف اشارہ ہے۔ مصیبت کے معنی کوئی چیز چھن جائے مثلاً مال جائداد، تندرستی وغیرہ کا چھن جانا۔ تو مصیبت کی بیمار قسمیں ہوئیں۔ مگر روح یہ ہے کہ اس نعمت کا چھن جانا۔ تو پہلے یہ دیکھو کہ شکم مادر میں کس نے پیدا کیا۔ اور جب شکم مادر سے باہر آیا تو تن کا کپڑا بھی نہ تھا تو سب چیز کا مالک اللہ ہے تو جو مالک ہو وہ جیسے اپنے ملک میں تصرف کرے تو ہماری کیا طاقت ہے کہ ہم اللہ سے ناراض ہوں۔ خاص کر تصرف کے ساتھ صرف مالک نہیں بلکہ ایک صفت اور بھی ملائیں کہ حکیم ہے کہ جو کام کرتا ہے اسکی بھلائی بھی جانتا ہے اور دوسری صفت رحیم ہے کہ مہربان ہے اور رحیم ذات جو کام کرتی ہے اس میں تکلیف مقصود نہیں راحت مقصود

ہے۔ اللہ تعالی بہت سے فائدے ایسے پہنچاتا ہے کہ ہم کو پتہ بھی نہیں ہوتا چار ماہ کے اندر بچہ کو شکم مادر میں پہنچا رہا ہے مگر نہ ماں کو اور نہ باپ کو کوئی پتہ ہے اس کائنات میں اللہ کی طرف سے فوائد کی بارش ہے مگر ہمیں پتہ نہیں۔ (1) ماں اگر بچہ کو تھپڑ لگائے تو بظاہر تو یہ تکلیف دہ بات ہے مگر اس کے اندر شفقت اور راحت ہے۔ ایک مریض کا ہسپتال میں آپریشن ہوتا ہے چیختا ہے چلاتا ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر تکلیف ضرر ہو فائدہ نہ ہو۔ تو انسان کے بعض کام انتہائی ضررناک نظر آتے ہیں مگر درحقیت ان میں فوائد ہیں۔ یونانی علاج میں مریض کو تلخ دوا پلانا یہ تکلیف ہے مگر حقیقت میں نعمت ہے اسی طرح اللہ کی نعمت تکلیف کی صورت میں آجاتی ہے۔ خواجہ عزیز الحسن رحمتہ اللہ علیہ، حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے ان کا ایک بیٹا تھا جس نے امتحان پاس کئے نوکری تیار تھی تو وہ بیمار ہو گیا تو حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کے پاس خط لکھا کہ میری امید کا سہارا بہت بیمار ہے۔ اسکی تندرستی کی دعا کرو۔ تو حضرت نے جب خط لکھا تو میرا بیٹا فوت ہو چکا تھا۔ ادھر انہوں نے لکھا کہ اگر تیرے بیٹے کو موت آجائے تو اللہ تعالی کی تین صفت ہیں۔ (1) مالک جو تصرف کرے کر سکتا ہے۔ (2) حکیم کہ اس فعل میں فایدہ ہے اور فائدہ اللہ کا نہیں بلکہ تیرا ہوگا۔ (3) رحیم ہے لہٰذا اگر موت آئی تو یہ بھی اللہ تعالی کی

شان رحیمیت کے تحت آئی جو نفع ہے۔ پھر فرمایا ان الفاظ کو تختی پر لکھ کر گلے میں ڈال دو تاکہ اللہ تعالی ہر وقت یاد رہے اور کوئی مصیبت تمہیں پریشان نہ کرے۔ وانا الیہ راجعون میں یہ بھی بتلایا کہ ہم پوری کائنات کے ضمن میں حرکت کر کے اللہ کی طرف جا رہے ہیں۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ تمام امور میں صرف مصیبت ہی ایک ایسی چیز ہے کہ آدمی نیت کرے یا نہ کرے اللہ تعالی ثواب دیتا ہے۔ مگر باقی اعمال میں جب تک نیک نیتی نہ ہو تو اجر نہیں ملتا۔ قرآن میں ہے کہ اگلی زندگی میں جو اجر ملے گا وہ کسی آدمی کے دماغ میں نہیں آسکتا۔ انما یوف الصبرون اجرھم بغیر حساب ۔ اس پر ایمان رکھو کہ اللہ تعالی پورے کا پورا اجر دے گا صبر کرنے والوں کو بغیر حساب بغیر حساب کے کتنا اجر دیگا۔ مثلاً ایک شخص بہاولپور سٹیشن پہ ہو اُسے ایک آدمی کہنے لگے کہ ایک روپیہ کی ضرورت ہو گئی ہے مجھے دیدو لاہور چل کر لاکھ روپیہ دونگا۔ لینے والے نے آج اور دینے والے نے کل جانا تھا۔ تو اگر اس لاہور جانے والے پر یقین ہو کہ (1) یہ لاہور جا رہا ہے۔ (2) اور میں کل پہنچوں گا۔ (3) یہ کہ یہ آدمی قول کا بھی پکا ہے تو اس صورت میں ایک روپیہ کے دینے میں خوشی۔ یا غمی محسوس کرے گا؟ تو مصیبت بھی حقیقیت میں آخرت میں اجر دیگی۔ تو انا الیہ راجعون کے ذریعہ یہ یقین پیدا ہو گیا کہ کم دینا اور زیادہ لینا ہے یہ تو

خوشی کی بات ہے نہ کہ غمی کی۔ (1) حکمت تو اس اصول کے تحت پہلی حکمت یہ ہو گئی کہ ہم نے مانا کہ امام شہید سے کچھ چھینا گیا۔ تو لیا کم اور دیگا زیادہ۔ اور یہ غم کی بات نہیں بلکہ خوشی اور نعمت ہے۔ (2) حکمت شاہ عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب سرّ شہادتین میں ذکر کیا ہے فرماتے ہیں فبھدیھم اقتدہ کہ تمام پیغمبروںؑ کی ہدایت پر چل تو معلوم ہو گیا کہ سارے پیغمبروں میں جو کمالات تھے وہ سب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع ہیں۔ شاہ عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دینی کمال ایسا ہے کہ جو اور نبی کو تو ملا ہے مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں ملا۔ تو پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال تو مکمل نہ ہوا۔ تو حضرت یحیی علیہ السلام اور حضرت ذکریا علیہ السلام شہید ہوئے ہیں مگر آپ شہید نہیں ہوئے۔ اور شہادت ایک بہت بڑا دینی کمال ہے قرآن نے شہادت کو تیسرے نمبر پر ذکر کیا ہے۔ من النبیین والصدیقین والشھداء والصلحین۔ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جامع کمالات ہیں تو اللہ نے چاہا کہ شہادت بھی نصیب ہو۔ مگر قرآن میں آگے ذکر تھا۔ واللہ یعصمک من الناس۔ کہ اللہ تم کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔ یہ وعدہ تھا اور شہادت یہ کہ دشمن مار ڈالے۔ تو ایسی صورت میں اللہ کا وعدہ ختم ہوتا ہے تو اللہ تعالی کی مشیت نے یہ فیصلہ کیا کہ شہادت کا کمال بھی نصیب ہو اور ساتھ

ساتھ اصل وعدہ بھی برقرار رہے۔ اس کی شکل یہ کی گئی کہ احادیث پاک سے یہ ثابت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی اولاد تو موجود نہ رہی تو مشکوٰۃ شریف کی حدیث سے ثابت ہے کہ حسنین پاک رضی اللہ عنہما کو شکل میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی تبدیلی نہیں۔ تو ایک مرتبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دونوں حضرات رضی اللہ عنہم کو اٹھائے جا رہے تھے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان کی شکل مبارک حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نہیں بلکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتی ہے تو اوپر والا حصہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا اور نیچے والا یعنی ناف سے نیچے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا جلتا تھا۔ تو یہ شکل اختیار کی گئی۔ الولد سر لابیہ یہ حدیث ہے کہ بیٹا باپ کا راز ہے کمال اس طرح مکمل ہو جائے کہ قائم مقام کو شہادت ہو۔ تاکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم والی کمال مکمل ہو جائے۔ قرآن۔ تم دنیا میں پڑے ہو۔ اللہ آخرت کے فائدے کا خیال کرتا ہے۔ تریدون عرض الدنیا واللہ یرید الاخرۃ واللہ عزیز حکیم۔ اس میں بڑی حکمت یہ بھی تھی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دعا کی تھی کہ میں راہ خدا میں شہید کیا جاؤں اور دوبار فرمایا۔ اب عجیب بات ہے کہ اگر قتل کرائیں تو وعدہ غلط ہوتا ہے دوبار فرمایا تھا تو اسی لئے دو اولاد کو شہادت دی تاکہ دعا اور تمنا مکمل ہو جائے۔ دیکھو سترہ روزہ جنگ

میں اللہ تعالی نے کتنا احسان فرمایا کہ بھارت کو منہ کی کھانی پڑی یہ بہت بڑی نعمت تھی۔ ہمیں شکر کرنا چاہیئے تھا نیکی کرنی چاہیئے تھی مگر یہاں تو جشن روہی منائے گئے بدمعاشیاں کی گئیں اس کام سے خطرہ ہے کہ کہیں مصیبت نہ آجائے۔ ایک عالم نے کہا کہ مجھے ایک اشکال تھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تو (1) عہدہ نبوت عطا ہوا آپ نے (3) شہید کی تمنا کیوں فرمائی۔ جب بڑی نعمت ملی ہوئی تھی تو کم درجہ کی نعمت کی تمنا کیوں کی۔ میں نے کہا آپ نے غور نہیں کیا اسے بھی قرآن نے حل کیا ہے۔ وھل تجزون الاا کنتم تعملون۔ جنت میں جو کچھ تمہیں ملے گا وہ تمہارا عمل ہے اور دوسری جگہ فرمایا لیس لانسان الاماسعی۔ تو اللہ تعالی نے تمہارے نیک عمل کو نعمت کی شکل دیدی۔ میں نے کہا چونکہ اعمال مختلف ہیں تو نتایج اعمال بھی مختلف ہیں۔ یعنی نعمتیں بھی مختلف ہونگی۔ تو نبوت کے درجہ کے عوض میں جو نعمت ملنے گی وہ قیمت میں زیادہ ہوگی۔ اور شہادت والی نعمت کم درجہ کی ہوگی۔ تو کبھی بڑی درجہ کی چیز حاصل کرنے کے باوجود بھی کم درجہ کی چیز کی ضرورت ہوتی ہے۔ مثلاً دستر خوان پر پلاؤ وغیرہ ہوتا ہے مگر چٹنی بھی ہوتی ہے جو کم درجہ کی ہوتی ہے مگر جی تو چاہتا ہے۔

درس نمبر ۲۹
۲۰-۵-۱۹۶۶

حکمتِ شہادت ۳

اس سے پہلے درس میں شہادت حضرت امام حسینؓ کی دو حکمتیں بیان ہو چکی ہیں۔ آج تیسری حکمت کا بیان ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کارخانہ حکمت بہت وسیع ہے۔ وہ جو دنیاوی کام کرتا ہے ہمیں اس کا ایک پہلو معلوم اور ایک نامعلوم ہوتا ہے۔ جو معلوم ہوتا ہے وہ ہمیں ناگوار گذرتا ہے۔ ہر پیغمبر علیہ السلام کو معجزہ دیا گیا جب نبی دنیا سے تشریف لے گئے تو معجزہ بھی گیا۔ مگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت دائمی تھی اس لئے کچھ معجزات دائمی ملے ان میں سے ایک قرآن ہے۔ کہ عربی کے 28 حروف ملا کر ایک عبارت بنائی گئی اور پوری دنیا کو چیلنج ہے کہ ایسا بناؤ مگر ناکام رہے۔ دوسرا معجزہ حضرت امام حسینؓ کی شہادت۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل اسلام پیغمبر مانتے ہیں اور یہود وغیرہ انکار کرتے ہیں۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عقلمندی کو کفار بھی تسلیم کرتے ہیں۔ تو حضور نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کی عقلمندی میں اختلاف نہیں۔ تو 70 کروڑ امتہ مسلمہ کو آپ نے سیدھے راستہ پر چلایا اور آج تک آپکی کتاب، قانون اور نظام حیات جو آپنے دنیا کے سامنے پیش کیا اس کا جواب نہیں تو جو زندگی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ اور مدینہ میں گذاری۔ ایسی مصیبتوں میں گذاری جنکی مثال نہیں ملتی۔ اگر نبوت نہ ہوتی تو آرام سے رہتے۔ آپ اگر دین کا پیغام دینا ترک کردیں تو ہم آپ کو عرب کا بادشاہ بناتے ہیں۔ فرمایا اگر آسمانوں کی بادشاہی بھی ملے تو ترک نہ کرونگا۔ مطلب یہ کہ اگر آپ اس دین اسلام کی تبلیغ نہ کرتے تو آرام سے زندگی بسر کرتے۔ مکہ میں 13 برس شدید مخالفتوں میں رہے اور ایسی تلخ زندگی تھی کہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔ پھر ہجرت کے بعد مدنی زندگی میں 19 بڑی لڑائیاں اور چالیس معمولی جنگیں ہوئیں اب یہ اتنی جنگیں صرف دس سال میں ہوئیں۔ اور آخر میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال تھا؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ باوجود دس لاکھ مربع میل حکومت کے وفات کے وقت نہ مکان۔ نہ چراغ۔ نہ چھت۔ پرگارا تھا۔ پھر ام المومنینؓ فرماتی ہیں کہ جو کمبل اونٹ کی پیٹھ پر ڈالتے ہیں اتنا ایک کمبل تھا نماز بھی اس پر پڑھتے اور سوتے بھی اس پر۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ وفات کے بعد پانی پینے کا پیالہ دیکھا تو وہ ٹوٹا ہوا تھا بہرحال 23 سالہ نبوی زندگی ایک ایک

منٹ پر تکلیفات سے پر ہے۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے خاندان کو پوری زندگی جو کی روٹی پیٹ بھر کر میسر نہ ہوئی۔ تو آخر آدمی سوچتا ہے کہ آخر ان تکالیف کا کوئی ثمرہ تو ہوگا۔ تعلیم کا حصول بھی ڈگری کے لئے ہوتا ہے۔ اور دنیا میں جو عقلمند تکلیف دہ کام کرتا ہے تو اس کے سامنے ایک ثمرہ ہوتا ہے تو آپ نے 23 سالہ زندگی کو مصیبت میں گذارا آخر اس کا بھی تو کوئی ثمرہ ہوگا۔ تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی ماننا پڑے گا کہ آپ کو دنیا کی لالچ نہ تھی بلکہ اخروی خیال تھا۔ تو جب پوری دنیا کفار وغیرہ ان کو عقلمند مانتے ہیں تو ان کو یہ ماننا پڑے گا کہ عقلمند کسی ثمرہ کیلئے تکلیف اٹھاتا ہے۔ اگر آپ کو دنیا دار کہتے ہیں تو یہ غلط ہے کیونکہ آپ کی کیفیت یہ تھی کہ جو کپڑے نبوت سے پہلے تھے بعد میں بھی وہی تھے۔ نبوت سے پہلے جو آرام و چین اور جو مکان اور جو کھانا وغیرہ تھا ویسا نبوت کے بعد موت تک پھر میسر نہ ہوا۔ نبوت کے بعد تو آپ نے اپنے وقار کا مسئلہ بھی نہ بنایا۔ بلکہ صحابہ کرامؓ کے پیچھے چلتے تھے تو کبھی آدمی اس لئے تکلیفیں اٹھاتا ہے کہ میرے بعد میرے جانشین اولاد کی بھلائی ہوجائے۔ ایسی باتیں مستشرقین یورپ کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالی نے چاہا کہ آئندہ زمانہ میں میرے نبی کی بے داغ زندگی پر دھبہ نہ لگے۔ تو آپ کے بعد سب سے پہلے

خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوئے جن کا سب سے دور کا رشتہ تھا اس کے بعد کچھ قریب حضرت عمرؓ کا اس کے بعد کچھ قریب حضرت عثمانؓ غنی کا بعد میں حضرت علیؓ کو ملی اور اس وقت ملی جب بہت سے مقبوضہ علاقے اسلام کے بھی ہاتھ سے نکل چکے تھے۔ پھر حضرت امام حسنؓ بنے تو انہوں نے چھ ماہ بعد حضرت سیدنا امیر معاویہؓ کو دیدی پھر حضرت امام حسینؓ یزید کے مقابلہ میں اٹھے تو ناکام رہے۔ اس کے بعد بھی اہل بیت میں سے بہت حضرات اٹھے مگر ناکام رہے۔ مگر دیکھو قطب الدین رحمتہ اللہ علیہ ایبک غلام تھا غلاموں کو سلطنت ملی لیکن عجیب بات ہے کہ حکومت اگر نہیں ملتی تو اہل بیت کو نہیں ملتی۔ آخر یہ بھی تو دیکھنا چاہئے کہ یہ کیا ہے کہ حکومت کی نعمت اہل بیت کو نہیں ملتی اور غلاموں کو ملتی ہے۔ اور لوگوں کو اہل بیت سے محبت اور غلاموں سے نفرت بھی ہے۔ سنی کو اہل بیت سے عجیب درجہ کی محبت ہے ایک دفعہ حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں کچھ اشعار پڑھے۔

(فرمایا اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کی محبت سے انسان شیعہ بنتا ہے تو تمام جن وانس سن لیں کہ میں شیعہ ہوں) یہ ایک طرز کلام ہے تو حقیقی محبت سنیوں کے پاس ہے نہ کہ شیعہ کے پاس۔ تو اہل بیت کو حکومت نہ ملی اور غلاموں کو ملی۔

شمس الدین التمش رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ وفات تک تکبیر اولیٰ قضا نہ ہوئی۔ اور دوم یہ کہ ساری عمر تہجد قضا نہ ہوئی۔ آج اگر کوئی ایسا حاکم ملے تو 70 کروڑ مسلمان سدھر جائیں۔

نہ نماز ہے نہ روزہ نہ زکوۃ ہے نہ حج ہے
تو خوشی پھر اسکی کیا کوئی ایجنٹ ہے کوئی جج ہے

اکبر الہ آبادی

ہمارے ہاں کسی نے نماز پڑھی تو کہتے ہیں کہ فوٹو لے لو تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ فلاں نے عید کی نماز پڑھی۔ مسلمان کیلئے یہ تعجب کی بات نہیں۔ مسلمان کیلئے یہ تعجب انگیز ہے کہ مسلمان ہو کر نماز نہیں پڑھتا۔ آگ کا گرم نہ ہونا یہ تعجب انگیز ہے۔ نہ یہ کہ آگ گرم ہے۔ مورخین نے اس شمس الدین رحمتہ اللہ علیہ التمش کے متعلق تیسری بات یہ لکھی کہ جب بھی آسمان پر نگاہ ڈالی تو وضوء سے ڈالی۔ یہ تین صورتیں اس بادشاہ میں تھیں۔ تو غلاموں کو خدا تعالی نے حکومت بخشی۔ مصر میں بھی غلاموں کی سلطنت تھی اور اہل بیت کو نہ بخشی اس میں راز یہ ہے کہ اللہ تعالی زیادہ جانتے ہیں کہ اگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کو حکومت مل جائے تو مستشرقین یورپ کی زبانیں کھل

جائیں گی کہ پیغمبر نے اولاد کیلئے 23 سالہ زندگی کو مصیبت میں ڈالا تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ کیا کہ غلاموں کو سلطنت دیدونگا مگر اپنے محبوب کے بے داغ چہرہ مبارک کو داغدار نہ کروں گا۔ تو منصور کے مقابلہ میں اہل بیت میں سے حضرت ابراہیم رحمتہ اللہ علیہ کھڑے ہوئے اور حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے فتوے بھی حضرت ابراہیم رحمتہ اللہ علیہ کے حق میں تھے۔ مگر حضرت ابراہیم رحمتہ اللہ علیہ ناکام رہے۔ منصور نے حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھ کے پٹھے کٹوادیئے تھے اس وجہ سے آپ کا ہاتھ کام نہیں کرسکتا تھا۔ یہ اتنے بڑے امام تھے کہ جس کے ہاتھ پاؤں میں دنیا جھکی ہوئی تھی۔ مگر منصور جب حج پر آیا تو مدینہ شریف حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کے پاس آیا کہا کہ میں نے اتنی بڑی سخت سزا کا حکم تو نہیں دیا تھا تو حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا اب آپ انہیں کچھ نہ کہنا کیونکہ مجھے کوڑے مارنے والا گورنر اہل بیت میں سے تھے تو جب وہ کوڑا اٹھاتا تو لگنے سے پہلے میں اسے بخش دیتا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کی اولاد کو حکومت کے فوائد سے محروم رکھا تاکہ آپ کا چہرہ بے داغ رہے۔ عجیب بات ہے کہ شیعہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک کو داغدار بناتے ہیں۔ کہ حضرت علیؓ اور باقی امام حکام گذرے ہیں تو پھر عوام کے سامنے کیا

جواب ہے۔ کیونکہ اولاد کیلئے تو ہر شخص تکلیف اٹھاتا ہے۔ تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کو حکومت دلوانا تو یہ تو داغداری ہے اور پہلے زمانہ کی حکومت کوئی مذاق نہ تھی میں کہتا ہوں کہ حضرت علیؓ نے پوری زندگی جو کی روٹی بغیر چھانے کھائی اور کبھی سالن ہوتا تھا اور کبھی نہ ہوتا تھا۔

تیری خاک میں ہے اگر شرر
تو خیال فقر و غناء نہ کر
کہ جہاں میں نان شعیر پر
ہے مدار قوت حیدریؓ

تو معلوم ہو گیا کہ اسلام میں نسلی گدی نشینی نہیں۔
عجیب بات ہے کہ جو سادات کی محبت کے قائل ہیں وہ بھی نسلی حکومت یا نسلی پیری کے قائل ہیں۔ قرآن کہتا ہے کہ پیر کیلئے علم کی ضرورت ان اولیاء اولیاء ہ الاالمتقون کہ میرے اولیاء متقی ہونگے تو نسلی اعتبار نہ رکھا بلکہ علم و تقویٰ کا معیار رکھا۔ کیا وکیل کا بیٹا جس کے پاس میٹرک کی تعلیم بھی نہ ہو تو کیا عدالت اس کو عدالت میں گھسنے دیگی؟ کیا ڈاکٹر کا بیٹا اگر ڈاکٹر نہ ہو تو اسے ڈاکٹر مانو گے؟ تو اسی طرح ولایت کیلئے تقوی کی جو ڈگری ضروری ہے وہ

جس کے پاس ہو وہ ولی ہے اور جس کے پاس نہ ہو وہ ولی نہیں۔ تو پیر کا بیٹا اگر بغیر ولایت کے ولی بنے تو یہ غلط ہے ولیوں نے تو دین کی بہت خدمت کی ہے۔ ڈاکٹر سمتھ لکھتے ہیں کہ صرف ایک ولی معین الدین رحمتہ اللہ علیہ اجمیری کے ہاتھ پر 90 لاکھ ہندو مسلمان ہوئے ہیں آج دس کروڑ مسلمان ایک ہندو کو بھی مسلمان نہیں کر سکے۔ محمد بن قاسم رحمتہ اللہ علیہ ملتان کی فتح کے بعد چند دن ملتان میں رہے تو مؤرخ لکھتے ہیں کہ ان کے زمانے میں ملتان کا کیا حال تھا۔ کہ ملتان والے دین کے قائل ہیں اور مہمان نواز ہیں اور خرید و فروخت میں جھوٹ نہیں بولتے۔ یہ تین خصوصیتیں ملتان والوں کی اس زمانہ میں تھیں مگر محمد بن قاسم رحمتہ اللہ علیہ کے قبضہ کے بعد پھر وہی خراب حالات ہو گئے۔ تو ان کے بعد بہاؤالدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ آئے اور دین پھیلایا۔ تو ان بزرگوں کا جانشین وہ بن سکتا ہے جس کو ان سے مناسبت ہو گی۔ آج تو اولیا ایسے ہیں کہ بس ولی کی اولاد ہیں نہ نماز ہے نہ نیکی۔ حافظ نے نیشا پور کی تاریخ میں لکھا کہ ایک بار ایک بزرگ شاید فضیل ابن عیاض رحمتہ اللہ علیہ آئے تو پوری دنیا جھک پڑی۔ تو ایک بری چال چلن والا تھا اس نے اس بزرگ کو پکڑ لیا کہ او کافر کے بیٹے میں سید ہوں اور تم تو پہلے کافر تھے اور بعد میں مسلمان ہوئے ہو مگر لوگ تیری طرف دوڑتے ہیں میری طرف نہیں دوڑتے۔ تو بزرگ نے فرمایا کہ واقعی

میں مجوسی کا بیٹا ہوں بات درست ہے مگر میں نے تیرے نانا کا لباس اپنایا ہے اس لئے دنیا جھکتی ہے اور تو نے اپنے نانا کا لباس ترک کر دیا ہے اس لئے دنیا تم سے دور بھاگتی ہے۔

درس نمبر ۳۰
۲۲-۵-۱۹۶۶

حکمتِ شہادت

شہادت کے واقعہ میں تین حکمتیں بیان ہو چکیں۔ آج چوتھی حکمت کا بیان ہے۔ حضرت عباس کی (مواہب لدنیا) جو سیرت طیبہ پر ایک مستند کتاب ہے اسی طرح طبقات ابن سعد جو بہت مستند کتاب ہے اس میں ہے کہ حضرت امام حسینؓ جب کوفہ کی طرف جا رہے تھے تو حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے کہا کہ تنہائی میں بات کرنی ہے۔ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے خاندان میں نبوت کی شان عطا کی ہے تو اللہ تعالیٰ ایک گھر میں نبوت اور خلافت جمع نہیں کرتا تو آپ کوشش نہ کریں ان کا نکتہ نظر کچھ اور تھا کہ بنی عبدالمطلب کے علاوہ باقی کو حکومت ملے گی کیونکہ اس خاندان میں نبوت عطا ہو چکی ہے۔ چوتھی حکمت یہ کہ یہ اتنا بڑا واقعہ کیوں ہوا۔ دیکھو کتنا لمبا عرصہ گذرا ہے مگر محرم کے ماہ میں ہر جگہ اس کی یاد تازہ ہوتی ہے یہ لڑائی کس وجہ سے ہوئی۔ تو مغربی دماغ تو کہتے ہیں کہ یہ جمہوریت کی جنگ تھی اور ہم بھی بغیر سوچے سمجھے

یورپ پر ایمان رکھتے ہیں۔ تو میں کتاب و سنت اور تاریخ اسلام کے ذریعہ روشنی ڈالتا ہوں۔ کہ شریعت کا کیا ڈھانچہ ہے یہ نہ کہ ایک مضمون دماغ میں بٹھا کر پھر قرآن کو دماغ کے مطابق موڑیں۔ من فسّر القرآن برایہ فقد کفر۔ جس نے اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کی وہ کافر ہوا۔ یہ معنی نہیں کہ عقل اور غور و خوض نہ کرو بلکہ قرآن نے تو خود رائے اور تدبر کی دعوت دی ہے۔ افلا یتدبرون۔ حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ تدبر نہ کرو بلکہ یہ مطلب ہے کہ قرآن کی طرف اپنی کھوپڑی موڑو نہ یہ کہ ایک مطلب ذہن میں بٹھا کر یا قائم کر کے پھر قرآن کو اپنی طرف موڑو اس لئے منع کیا گیا ہے۔ ایک یہودی النسل مستشرق کہتا ہے۔ (یہ یاد رکھو کہ یورپی لوگ جب بھی اسلام کی تعریف کریں گے تو صرف مسلمان کو پھنسانے کیلئے کریں گے)۔ وہ کہتا ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ مظلوم کتاب۔ قرآن ہے کہتا ہے کہ مسلمانوں کے گمراہ فرقے قرآن کی گردن موڑ کر اپنی طرف کھینچ لائے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ انجیل کا ذکر بھی کیا ہے کہ وہ بھی مظلوم ہے۔ (ماشاء اللہ انجیل تو ایسی بگڑی کہ ایک کو تین بنا دیا۔ مگر قرآن میں تو خدا اب بھی ایک ہے۔ ایک انسان جو ایک عورت سے پیدا ہوا تھا یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور کھاتا پیتا بھی تھا۔ لیکن عیسائیوں نے تاویل کر کے اسے خدا بنایا۔ مگر اب بھی علماء ربانی موجود ہیں جو اللہ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کی سرحد میں کسی کو نہیں گھسنے دیتے۔ دیکھو آج کل نبوت کا شوق ہوا تو قرآن میں نبوت کی بندش موجود ہے۔ ان لوگوں نے قرآن کے آپریشن کئے کہ کہیں سے نبوت مل جائے۔ وما مسنامن لغوب۔ اللہ تھکتا نہیں تو وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ تمام اختیار اللہ کو کیوں ہیں۔ کسی غیر کو بھی ہونا چاہیے تھے۔ کیا دنیا میں جو قانون ڈپٹی کمشنر کے متعلق ہیں وہ کسی دوسرے کو دئے جاسکتے ہیں؟ تو میاں اپنے سر کو ٹوپی سے فٹ نہ کرو بلکہ ٹوپی کو سر کے ساتھ فٹ کرو۔ یضل بہ کثیرا ویھدی بہ کثیرا۔ سو قرآن سے بہت لوگ گمراہی حاصل کریں گے۔ یہ آج سے چودہ سو سال پہلے قرآن نے فرما دیا تھا۔ یقینی بات ہے کہ قرآن کو ہدایت اور ضلالت دونوں کے معنی سے استعمال کیا جائے گا۔ یہ خود قرآن کا مقولہ ہے تو اب ہم دیکھیں گے کہ قرآن ہمیں کہاں لیجانا چاہتا ہے۔ یہ نہ کہ ہم قرآن کو لے جائیں۔ تو یقینی بات ہے کہ ملوکیت کو قرآن نے بھی منع فرمایا ہے۔ کہ بادشاہ کا بیٹا بادشاہ ہو۔ ایسی ملوکیت میں چند نقصانات تھے خاصکر نسلی ملوکیت میں اور نقصان ہے۔ کہ چلو باپ اچھا آدمی تھا اس کا بیٹا بادشاہ بن گیا۔ مگر یہ کوئی ضروری ہے کہ اس کا بیٹا بھی ویسا ہی اچھا آدمی ہو۔ اور اسلام کی یہ خونریز تاریخ بھی اسی چیز کا نتیجہ ہے کہ ملوکیت یا شخصی نظام میں نقص ہے۔ شخصی نظام کو قرآن نے کہا۔ ان الملوک اذا دخلوا قریۃً افسدوہا ملوکیت کا نتیجہ

یہ کہ بادشاہ جب کسی شہر میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو عام طور پر بگاڑ دیتے ہیں۔ وجعلوا اعزۃ اھلھا اذلۃ - اللہ کے نزدیک جو عزت والے ہیں ملوکیت انہیں ذلیل کرتے ہیں۔ اور آئندہ زمانہ میں بھی ذلیل کرینگے۔ اس آیت سے ہم اس چیز پر پہنچتے ہیں کہ ملوکیت اور شخصیت میں ایک فساد اور ایک ذلت ہے کونسا امام ہے جس نے شخصیت کی وجہ سے تکلیف نہ اٹھائی ہو۔ حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کو لوگوں کے سامنے 90 کوڑے لگائے گئے پھر پٹھے نکلوائے گئے۔ پھر گدھے پر بٹھا کر مدینہ شریف میں پھیرا گیا۔ شخصی حکومت کی خود غرضی عزت کیلئے نقصان ہے۔ وہ مسئلہ بھی ذکر کرتا ہوں کہ کس مسئلہ پر حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ سے اختلاف ہوا۔ مسئلہ یہ ہے کہ بادشاہ نے تلوار سر پر رکھ کر اپنی بیعت کی قسم لی۔ یعنی جبر سے قسم کھلوائی حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نے فتویٰ دیا کہ اگر جبری بیعت توڑ لے تو جائز ہے۔ اس میں مختلف تلقینیں دی گئیں۔ آپ کو جب گدھے پر سوار کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں مالک ابن انس "رحمتہ اللہ علیہ" ہوں اور آج بھی کہہ رہا ہوں کہ جبری بیعت توڑی جاسکتی ہے صرف اس مسئلہ کی خاطر قربانی کی۔ منصور جب آیا تو اس نے دیکھا کہ آپ کو سخت سزا دی گئی ہے۔ تو گورنر سے ناراض ہونے لگا آپ نے فرمایا اسے کچھ نہ کہو گورنر اہل بیت میں سے ہے۔ کوڑا لگنے سے پہلے میں

اسے معاف کر دیتا تھا۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کو منصور نے کہا کہ ہم آپ کو قضاء کا عہدہ دیتے ہیں تو انکار فرمایا منصور تو راضی ہو گیا مگر مخالفین نے منصور کو حضرت امام صاحب کے خلاف بھڑکایا امام صاحب نے عہدہ صرف اس لئے قبول نہ کیا کہ شخصی حکومت کبھی کسی وقت ناجائز فیصلہ نہ کروائے۔ تو دوبارہ اس نے کہلوا بھیجا کہ میں آپ کو حکم دیتا ہوں کہ یہ عہدہ قبول کرو تم انکار کیوں کرتے ہو آپ نے فرمایا میں اس لائق نہیں فرمایا تم جھوٹ بولتے ہو فرمایا یہ دعوی تو درست ہو گیا کہ جھوٹا اس عہدہ کا لائق نہیں تو سچا آدمی ڈھونڈو تاہم جیل بھیج دیا گیا اور زہر دیا اور شہید ہو گئے۔ 150ھ میں وفات پائی۔ دنیا میں آپکے دو تہائی لوگ مقلد ہیں۔ حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ سے ہارون الرشید کا واقعہ ہے یہ شخصی حکومت ناراض ہو گئی حکم دیا کہ جولان لگا کر رکھو اور وہ خود اونٹ پر سوار ہوں نہ کہ تم کرنا لیکن حاکم کے کارندے مسلمان تھے انہیں بزرگ اور سن رسیدہ دیکھ کر خود سوار کرتے۔ محمد ابن حسن رحمتہ اللہ علیہ شیبانی نے سفارش کی اور چھوڑ دئے گئے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ آپکو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام حدیثیں یاد تھیں مقولہ ہے کہ جس حدیث کے بارے میں امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ فرمادیں کہ مجھے یاد نہیں تو محدثین کا اتفاق ہے کہ یہ حدیث غلط ہے

آپکو کوڑے لگائے گئے تو ایک کوڑا تہبند پر لگا تو وہ کھلنے کے قریب تھا مگر وہ ستر نہ کھلا کسی نے پوچھا کہ کیا حال ہے فرمایا کہ کوڑے تو دنیا کی سزا تھی اسکی تو کوئی حرج نہیں مگر جب ستر کھلنے لگا تو اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یا اللہ میرے ستر کو محفوظ فرما وہ پوری ہوئی۔ تو شخصی حکومت نے دنیا اور دین دونوں کو نقصان دیا ہے۔ شخصیت یا ملوکیت یا ڈکٹیٹر شپ کے مقابلہ میں ہے یورپی نظام۔ مگر اسلام ایک تیسرے نظام (اسلام) کو دیتا ہے کہ اس کو پکڑو خود یورپ کے لوگوں کی تحریرات ہیں کہ مغربی جمہوریت کے نظام نے یورپ کے ملک کو بگاڑا ہے۔ وشاورھم فی الامر واذا عزمت فتوکل علی اللہ۔ کہ جب تم حکومت کے بارے میں مشورہ کرو اور مشورہ مکمل ہوجائے تو تم اس مشورہ کا قصد کرلو اور اللہ پر توکل رکھو۔ فاذاعزمت واحد کا صیغہ فرمایا کہ مشورہ تو اکثریت صحابہؓ سے لیا پھر اس کے بعد طے تم کرو۔ فاذاعزمت فرمایا۔ پھر اللہ پر توکل کرو۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے تحت ایک حدیث بیان کرتے ہیں۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لابی بکر و عمر لو اتفقتما علی امر۔ کہ اگر میں کوئی مشورہ لوں۔ ماخالفتما اور تم پوری مجلس کے خلاف ہوگئے تو میں تمہارے مشورہ کو لونگا۔ معلوم ہوگیا کہ شوارئیت کیلئے دماغ کی ضرورت ہے۔ مگر یہاں یورپی پارلیمنٹ میں دیکھو ایک طرف امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے برابر کا آدمی ہو تو اس کو ووٹ

نہیں اور دوسری طرف گدھے ہوں تو ان کو ووٹ ہے۔ یہ کوئی جمہوریت ہے؟ کہ جو ہاتھ اٹھائے اور گن ڈالے بس جس کی طرف ہاتھ زیادہ اٹھے اسے چن لیا جائے وہ سب گدھے ہوں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اسے درست کہا جائے۔ یہ یورپی جموریت ہے جو بالکل غلط ہے۔ میں کہتا ہوں کہ پارلیمینٹ میں تو یہ معاملہ ہے کہ دو آدمی کہیں دو دونی چار اور ان سے زیادہ تعداد کہدے دو دونی پانچ یہ درست ہے۔ بس یہی کچھ ہو رہا ہے۔ آج اس پر یورپ موچھوں کو تاؤ دیتا ہے کہ ہم نے انسان کو جمہوریت بخشی۔ ان کی جمہوریت پر لعنت ہو۔ میں یہ کہتا ہوں کہ ہر ملک میں بے دین ظالم اور جاہلوں کی تعداد زیادہ ہے۔ یا نیک اور پڑھے لکھوں کی تو نتیجہ یہ کہ جو حکمران آتے ہیں وہ بھی ان بیوقوفوں کی طرح ہوتے ہیں۔ ملک پاکستان کلمہ کے نام پر لیا گیا لاکھوں کٹے۔ مگر ہماری پارلیمینٹ کے حکمران یورپی دماغ والے ہیں۔ میں اللہ تعالی سے بھیک مانگتا ہوں کہ خدارا اس ملک میں دین اسلام رائج کرو۔ آج کے حکمرانوں کا دماغ لندن سے وابستہ ہے نہ کہ مدینہ سے۔ نیک لوگ پیسے تو نہیں رکھتے۔ اور یہاں پیسے کا کھیل ہے جو اُلّو قسم کے ہیں اور خوب دنیادار ہیں وہ اچھی طرح اسمبلی کے ممبر بن سکتے ہیں۔ آج تو سرمایہ داروں کو غریبوں پر مسلط کرنا ہے۔ صوبائی اور مرکزی اسمبلی کے وہ ممبر بن سکتے ہیں جو لاکھ روپیہ خرچ کرسکے اور روزانہ ہزاروں جھوٹ بول

سکے۔ میں مولویوں کو کہا کرتا ہوں کہ تم لیڈر نہیں بن سکتے کیونکہ تمہارے پاس نہ روپیہ ہے اور نہ تمہیں گالی دینا آتا ہے اور نہ جھوٹ بولنا آتا ہے۔

لیڈری را چار چیز آمد کمال
سباب والجدال والقتال
(گالی دینا، جھگڑنا، لڑنا)

وصف چہارم از خدا باغی بدن۔
در فساد امتاں ساعی بدن۔

جمہوریت ایک طرز حکومت ہے کہ
جس میں مردوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

درس نمبر ۲۱
۵-۶-۱۹۶۶

نقصاناتِ سود

سود کے نقصانات کا بیان تھا۔ اقتصادی نقصان قوم کی اقتصادی حالت اس وقت درست ہوسکتی ہے کہ قوم میں جدوجہد و جوش عمل اور محنت کی عادت ہو۔ مال گویا عمل اور کوشش کا نتیجہ ہے۔ سودی کاروبار جوش عمل کا جذبہ ختم کرتا ہے اور مفت خوری کی عادت ڈالتا ہے۔ مثلاً باقی لوگ کسی عمل کی وجہ سے مال حاصل کرتے ہیں۔ مثلاً مذارع کھیتی باڑی کرتا ہے۔ ملازم ملازمت اور تاجر تجارت کرتا ہے وغیرہ بہرحال سب لوگ عمل کر کے کماتے ہیں لیکن سودخور صرف مکان پر بیٹھا ہے اور سودی قرضہ دیتا رہتا ہے تو جوں جوں سود خوری کا دائرہ وسیع ہوتا جائے گا سستی بڑھتی رہے گی۔ سود کا معنی ہے بیٹھ کر کمانا۔ اقتصادی کمزوری کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اکتساب مال کسی حد تک مال کی ضرورت ہے۔ مثلاً زراعت کیلئے بیل وغیرہ خریدنا پڑتا ہے تو اس خرید کیلئے اگر سرمایہ قرضہ حسنہ پر نہ ملے بلکہ سود پر ملے تو نتیجہ یہ کہ بہت سے لوگ جو اس

کام کو چلانا چاہتے ہیں مگر پیسہ نہ ہونے کی وجہ سے نہیں چلا سکتے اور بیکار بیٹھے ہیں تو اس صورت میں ملکی معیشت کمزور ہو جاتی ہے۔ اور تیسرا اقتصادی نقص یہ کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے کہ مال تقسیم ہو نہ کہ تکنیز ہو یعنی سمٹے نہیں۔ شخصی زندگی خون سے وابستہ ہے کہ خون گردش کرتا رہتا ہے اور انسانی زندگی محفوظ ہے اسی طرح دولت بھی خون کی مانند ہے اگر گردش کرتی رہے تو ملکی زندگی کو بقاء خوشحالی ہے اگر گردش نہ کرے بلکہ چند افراد کے پاس جمع ہو تو یقینی بات ہے کہ ملکی حالت کمزور ہو جائے گی۔ تو سودی کاروبار تقسیم کو ختم اور تکنیز کو بڑھاتا ہے یہی وجہ ہے کہ پہلے زمانہ میں بہت غربت رہی وہ غربت متوازنہ تھی غیر متوازنہ نہ تھی مثلاً جب مال آیا تو اس میں سب شریک ہیں اور اگر مال نہیں تو غربت میں بھی سب شریک ہیں۔ چنانچہ امام نے ریاض الصالحین میں لکھا ہے کہ قبیلہ روس کے سردار حضرت سعد ابن معاذؓ بیمار ہوئے تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاریؓ کو فرمایا کیف اخی میرے بھائی کا کیا حال ہے پھر فرمایا نعودہ ہم اس کی بیمار پرسی کریں گے۔ آپ کے ساتھ 13 آدمی تھے راستہ میں شورو کلر والی زمین تھی ان میں سے کسی ایک کا جوتا نہ تھا۔ وما علینا قمیص نہ کسی کا کرتہ تھا۔ وما علینا قلنسوۃ نہ کسی کی ٹوپی تھی تو کلر اور شور والی زمین میں ننگے پیدل چل کر سعد ابن معاذؓ کے گھر پہنچے۔ گویا یہ دین اسلام کے

شہزادوں کا حال تھا۔ یہ حضرت سعد ابن معاذؓ کون شخص تھا ہر آدمی کی شخصی قدر ہوتی ہے۔ جب آپ فوت ہوئے تو جب ان کی روح مبارک کو فرشتگان لیکر گئے تو عرش الٰہی خوشی کے مارے چکر لگانے لگا۔ تو اس پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسی کیفیت کسی کے ساتھ نہ ہوئی اور نہ ہو گی۔ اور حضرت سعد ابن معاذؓ بھی انہی صحابہؓ کی طرح غریب تھے جوان کی طبع پرسی کو گئے تھے۔ مطلب یہ کہ اس وقت غریبی میں سب برابر کے شریک ہوتے تھے یہ نہ کہ سود خور کی طرح چند افراد میں رقم و دولت تقسیم ہو کر رہ جائے۔ یہ سود کے نقصانات ہیں کہ چند افراد امیر اور اکثر غریب ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ کہ طبقاتی جنگ ہو جاتی ہے۔

سود کے سیاسی نقصانات

ایک ملک کا بنیادی اصول یہ ہوتا ہے کہ دفاعی طاقت مضبوط ہو اور فوج مضبوط ہو یعنی فوج میں جانی قربانی کا مادہ موجود ہو۔ مگر اس جذبہ کو سود خوری ختم کرتی ہے۔ کہ آدمی ایک آنہ کی قربانی بھی برداشت نہیں کرتا۔ تو جب دشمن حملہ آور ہوگا تو جانی قربانی کون دے گا جب جانی قربانی ختم ہو جائے گی تو بزدلی پیدا ہو گی۔ دیکھو ہندو سود خور قوم ہے اس لئے ہر حملہ آور قوم نے اسے شکست دی ہے وجہ یہ کہ جو قوم سود خور ہوجائے وہ

ہمیشہ زندہ رہنے کی خواہش رکھتی ہے وہ جان قربان کرنے کا تصور ہی نہیں رکھتی۔ اس لئے شکست کھاتی ہے تو ملک کی حفاظت کا دارومدار فوجی طاقت پر منحصر ہے اور سود سے یہ چیز ختم ہوجاتی ہے۔

(2) دوسرا سیاسی نقصان۔ یہ کہ ملک کے مستحکم رہنے کیلئے اتفاق ضروری ہے مگر سود ایک طبقہ کو دولتمند اور ایک طبقہ کو کثیر تعداد میں غریب بناتا ہے تو غربت اور افلاس سے تنگ آکر غرباء حکومت سے بغاوت کریں گے۔ تو جو حکومت ملک کو مستحکم بنانا چاہتی ہے تو اسے چاہیئے کہ وہ سود کو ختم کرے۔ لیکن ہمارے اوپر ایک عرصہ سرمایہ دار قوم نے بادشاہت کی ہے اس لئے ہم بھی سود خوری میں مبتلا ہیں۔

(3) سیاسی نقصانات۔ میں تیسری چیز یہ ہے کہ ملک میں اتحاد ہو مگر سود خوری سے یہ جذبہ ختم ہوجاتا ہے یعنی معاشرہ دو ٹکڑوں میں منقسم ہوجاتا ہے۔ (1) سرمایہ دار۔ (2) غریب۔ پھر یہ دونوں آپس میں لڑتے ہیں۔ بہرحال سود بری چیز ہے اس لئے قرآن و حدیث میں اسکی بڑی سزا بیان کی گئی ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک تھی کہ صبح کی نماز کے بعد صحابہ کرامؓ سے پوچھتے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہو وگرنہ تو خود فرماتے میں نے آج رات یہ دیکھا۔ پیغمبر علیہ السلام اور

امتی کے خواب میں بڑا فرق ہے۔ پیغمبروں کا خواب وحی ہوتا ہے اس میں کوئی نقص نہیں ہوتا سب کچھ درست ہوتا ہے۔ خواب پر مختصر سی روشنی ڈالتا ہوں۔ خواب کو عربی میں الرؤیاء کہتے ہیں۔ خواب کی کئی قسمیں ہیں مگر تعبیر ایک قسم کی ہوتی ہے چنانچہ خواب کے فلسفہ کے تحت ایک قسم مزاجی ہے کہ مزاج کے اثر سے خواب آتا ہے۔ایسا خواب قابل تعبیر نہیں۔ مزاج کی تشریح۔ انسانی مزاج میں کبھی صفراء اور کبھی بلغم وغیرہ کا غلبہ ہو جاتا ہے اور ان اشیاء کے علیحدہ علیحدہ مزاج ہوتے ہیں مثلاً خون کا مزاج گرم تر وغیرہ اور صفراء کا رنگ زرد اور بلغم کا سفید اور خون کا سرخ رنگ ہوتا ہے۔ صفراوی زرد رنگ اشیاء خواب میں دیکھتا ہے۔ ایسے خواب کی تعبیر کی کوئی ضرورت نہیں۔ دوسری قسم سفالی ہے یعنی مرض کا نتیجہ ہے مثلاً اگر ملیریا بخار ہے تو اس کے مطابق دیکھے گا اور جسے تپ محرقہ ہو وہ اس سے مختلف خواب دیکھے گا۔ تیسری قسم اشغالی ہے۔ آدمی جس قسم کا کام کرتا ہو اسی قسم کے خواب آتے رہتے ہیں درزی، کسان وغیرہ جو بھی کام ہو اسی طرح کے کام آتے رہتے ہیں۔ بیداری کے مشاغل کے تحت جو خواب آتے ہیں وہ قابل تعبیر نہیں۔ چہارم قسم موسمی خواب ہیں۔ کہ گرمی و سردی کے موسم کے علیحدہ علیحدہ خواب ہوتے ہیں پانچویں قسم ہے شیطانی خواب۔ مثلاً یہ دیکھے کہ دین کی کتاب اٹھا رکھی ہے اور

پھر پاخانہ کر رہاہوں۔ تو جس خواب کی چیزیں بے ربط ہوں وہ شیطانی ہیں اور یہ ڈرانا بھی ہوتا ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایسے خواب سے پریشان نہ ہوا بلکہ لاحول پڑھا کرو۔ یہ پانچ قسم کے خواب آسمان اور تعبیر سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ خواب کی اصل قسم جس پر بنیاد ہے وہ چھٹی قسم رحمانی ہے۔ آدمی کی روح مرنے کے بعد اپنے اصلی وطن عالم بالا کو چلی جاتی ہے۔ تو جب آدمی سو جاتا ہے تو روح عالم بالا وطن اصلی کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے۔ اور عالم بالا میں عالم مثال ہے کہ دنیا جب سے بنی اور جب تک رہے گی درمیان میں جو واقعات ہیں ان کے نقشے عالم مثال میں محفوظ ہیں۔ توان نقشوں میں سے ایک واقعہ روح میں منقش ہوجائے گا۔ رحمانی خواب اگر امتی کا ہو تو اکثر صحیح ہوتا ہے مگر پیغمبروں کا تو وحی ہوتا ہے۔ کچھ مقدس خوابوں کا ذکر قرآن نے بھی کیا ہے۔ ایک حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کہ میں اپنے بیٹے کو ذبح کر رہا ہوں دوم حضرت یوسف علیہ اسلام کا خواب کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے آگے گیارہ ستارے، سورج اور چاند سجدہ میں پڑے ہوئے ہیں اور والد حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا چپ بیٹے لقد صدق اللہ رسولہ الرؤیا الخ۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم نے خواب دیکھا کہ ہم طواف کعبہ کر رہے ہیں۔ تو حدیث شریف۔ کہ حضرت نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے ایک خواب دیکھا کہ دو آدمی مجھے لے گئے۔ دیکھا کہ ایک تنور ہے اس میں برہنہ مرد اور خواتین ہیں جو آگ کے شعلہ کے ساتھ اوپر آتی ہیں اور نیچے چلی جاتی ہیں میں نے پوچھا یہ کیا وجہ ہے فرمایا کہ آگے چلو دیکھو دیکھا کہ ایک آدمی لیٹا ہوا ہے دوسرا اس کے سر پر پتھر مار رہا ہے۔ پھر کہا کہ آگے چلو دیکھا کہ ایک آدمی لیٹا ہوا ہے دوسرا سیخ سے اس کی رخساریں چیر دیتا ہے کہا کہ آگے چلو دیکھا کہ ایک خون کا تالاب ہے اور نکلنے کا صرف ایک راستہ ہے اور اس میں ایک آدمی تیر رہا ہے اور ایک آدمی پتھر لئے کھڑا ہے جب آدمی کنارہ پر آتا ہے تو اس کے منہ پر مارتا ہے۔ میں نے ان سے پوچھا تم کون ہو اس نے کہا میں جبرائیل اور یہ میکائیل ہے۔ (1) پہلے کے متعلق کہا کہ یہ زانی مرد اور عورتیں ہیں پہلے مسلمانوں کو زنا کے متعلق غیرت ہوتی تھی اب قانون ایسا بنایا کہ اگر رضامندی ہو تو کوئی گرفت نہیں۔ اگر یہ چکلے اور زنا بند نہ ہوئے تو اللہ تعالی ہمیں پیس ڈالے گا۔ خدا تعالی حکومت کو توفیق دے کہ یہ بند کر دیں۔ (2) دوسرے نمبر پر جس کے سر پر ہتھوڑا مارا جارہا تھا یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے قرآن سے غفلت برتی تھی۔ (3) تیسرے نمبر پر جسکی باچھیں چیرتے تھے وہ جھوٹا شخص تھا۔ مگر آج تو جھوٹ اور پراپیگنڈے کیلئے یورپ میں خاص فنڈ اور رقم موجود ہے۔ حدیث شریف ہے کہ جب بندہ

جھوٹ بولتا ہے تو رحمت کے فرشتے جھوٹ کی بد بو سے ایک میل دور ہوجاتے ہیں۔ ہم پر جھوٹ کی بد بو قیامت کے دن کھلے گی مگر فرشتوں کو اب بھی آتی ہے۔ (4) نمبر چار جو خون کے تالاب میں تیر رہا تھا وہ سود خور شخص ہے یہ غیبی نقشہ وحی کے برابر ہے عجیب چیز ہے کہ سود کے دو مسئلے ہیں ایک یہ کہ سودی کاروبار کرنے والے کا لوگوں پر کیا اثر ہے دوسرا یہ کہ سودی کاروبار کی علتہ کیا ہے یعنی کیوں کرتا ہے؟ وہ اس حدیث سے واضح ہے کہ دنیا میں جو سود لیتا تھا حقیقت میں امت محمدیہ کا خون چوستا تھا آج وہی خون جمع ہے کہ اس کو کھاؤ پیئو اور پتھر منہ میں لگایا جاتا ہے۔ کیونکہ سودی کاروبار منہ اور پیٹ کیلئے کرتا تھا اس لئے پتھر مارے جاتے ہیں۔

تو شوری۔ کے سلسلہ میں میں نے کہا کہ جو مسئلے قرآن و حدیث میں واضح ہیں ان کے متعلق کوئی اسمبلی وغیرہ بحث نہیں کریگی۔ وشاورھم فی الامر ۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو مشورے ہمارے سامنے ہیں۔ کیا قرآن میں جو مسئلہ ذکر ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق کسی سے مشورہ کیا قطعاً نہیں۔ (1) ایک مشورہ کا واقعہ یہ کہ فتح بدر کے موقع پر کفار کے ستر آدمی گرفتار ہوئے اور ستر ہلاک ہوئے تو مشورہ لیا کہ ان کے ساتھ کیا کیا جائے۔ یہ وہ قیدی ہیں جنہوں نے 13 برس مکہ

شریف میں مسلمانوں کی زندگی کو تلخ بنا دیا تھا۔ تو مشورہ میں حضرت عمرؓ نے رائے یہ دی کہ یہ دین کے دشمن ہیں ان کو قتل کر دیا جائے۔ میں اپنے رشتہ دار کو قتل کرتا ہوں۔ اور آپ اپنے چچا عباس کو قتل کریں۔ اس کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ نے مشورہ دیا کہ ان سے معاوضہ لیکر رہا کر دو ممکن ہے کہ انہیں اسلام کی توفیق ہو۔ اور ایک مشورہ سعدؓ ابن جو خزرج کے سردار تھے آپ نے فرمایا کہ آپ کی مثال حضرت نوح علیہ السلام سے ملتی ہے کہ جب کفر و شرک دیکھا تو بد دعا کر دی۔ ربّ لاتذر علی الارض من الکفرین دیّارا۔ عذاب آیا چند آدمی بچ گئے باقی سب فناہ ہو گئے اور پھر فرمایا عمر تیری مثال موسیٰ علیہ السلام کی سی ہے کہ موسیٰ نے بد دعا کی۔ حضرت عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ کہتے تھے کہ مولوی کی بد دعا ضرور قبول ہوتی ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی بد دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ یااللہ ان کی مالی حالت کمزور کردو اور پھر ان پر عذاب اتار دو۔ پھر ابوبکر صدیقؓ کی طرف اشارہ فرمایا کہ تیری مثال حضرت ابراہیم اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کی طرح ہے۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے باپ کو تبلیغ کی تو اس نے کہا کہ تم میرے سامنے سے ہٹ جاؤ۔ آپ نے فرمایا ساستغفرلک ربی ۔ کہ میں تو مغفرت چاہتا رہوں گا۔ یعنی مسلمان ہونے کی دعا کرتا رہوں گا۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق اکبرؓ کی رائے

سے اتفاق کیا۔ فدیہ ایک ہزار سے چار ہزار تک تھا۔ غریب قیدی مفت رہا کئے۔ اور تیسری قسم قیدیوں کی تعلیم یافتہ تھی توان سے کہا کہ تم دس دس آدمیوں کو لکھنا پڑھنا سکھاؤ تو تم کو رہائی حاصل ہو گی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قیدیوں کے ساتھ شرعی معاملہ نہیں بلکہ دنیوی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا مشورہ جنگ احد کے موقعہ پر کیا کہ شہر میں یا شہر سے باہر حملہ کریں۔ بدر کی جنگ میں جو نوجوان شریک نہ ہو سکے تھے انہوں نے جوش سے بیک آواز کہا کہ باہر جا کر لڑیں۔ عبداللہ بن ابی بھی اس مشورہ میں شریک تھا یہ منافق تھا بس ظاہری مسلمان تھا اس نے کہا کہ شہر میں لڑائی ہم نے ہمیشہ فتح کی اور باہر لڑے تو شکست کھائی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں باہر جا کر لڑوں گا آپ زرہ پہن کر تیار ہو گئے۔ صحابہ کرامؓ نے سوچا کہ آپ کی مرضی تو شہر میں رہ کر لڑنے کی تھی ہمارے کہنے پر آپ باہر لڑنے پر رضامند ہو گئے چلو آپ کی خدمت اقدس میں عرض کریں کہ اے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ کی مرضی پر چلیں گے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پیغمبر جو فیصلہ مشورہ سے کر لے وہ واپس نہیں ہوتا۔

درس نمبر ۳۲
۱۰-۶-۱۹۶۶

حقیقتِ فلاح

سود اور خوابوں کا بیان ہوا۔ واولئک ھم المفلحون۔
امام زمخشری رحمتہ اللہ علیہ تفسیر کشاف میں لکھتے ہیں کہ اولئک کا لفظ اس لئے لایا کہ جو کمالات سورہ بقرہ کے شروع میں ہیں ان پر جو چلے گا وہ فلاح پانے والے ہیں۔ ذالک الکتاب لاریب فیہ۔ کہ قرآن میں شک نہ ہو۔ دوم نماز۔ سوم انفاق فی سبیل اللہ۔ چہارم گذشتہ پیغمبروں پر اوران کی کتابوں پر ایمان رکھتا ہو۔ پنجم اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو۔ واولئک ھم المفلحون۔ کہ یہ جملہ ان چھ جملوں سے بڑھ کر ہے۔ اب ان دو چیزوں کی تحقیق باقی ہے۔ (1) حقیقت فلاح۔ (2) اسباب حصول فلاح۔ قرآن میں فلاح کا لفظ کثرت سے استعمال ہوا ہے۔ عربی اور عجمی دونوں اس کا ترجمہ کامیابی یا اس کے لگ بھگ کرتے ہیں۔

قد افلح المؤمنون الذین ھم فی صلوتھم خشعون۔ قد افلح من تزکی وذکر اسم ربہ فصلی۔ وینھون عن المنکر قد اولئک ھم المفلحون

وغیرہ۔ بہر حال فلاح کا لفظ قرآن میں کثرت سے استعمال ہے۔ قرآن کے بعض جملے ایسے ہیں کہ ہم ان کی قیمت کسی صورت میں ادا نہیں کرسکتے۔ یعنی ان کا ترجمہ نہیں کرسکتے۔ محققین علماء سب اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن کا ترجمہ خواہ عربی یا کسی دیگر زبان میں کریں تو یہ نہ سمجھیں کہ اللہ کے ہاں پورا یہی معنی ہے یہ غلط ہے۔ کیونکہ مراد الٰہی صرف اللہ تعالی کو معلوم ہے فلاح کی تشریح کرتے ہیں کہ ایک لفظ میں کتنا جہان سمیٹا گیا ہے علامہ الوثی رحمتہ اللہ علیہ سے بڑھ کر تفسیر میں دوسرا کوئی محقق نہیں۔ علامہ سید الوثی رحمتہ اللہ علیہ کی روح المعانی میں فلاح کی یہ تعریف ہے۔ الظفر بکل منفعتہ وتجنب عن کل مضرۃ۔ کہ ہر فائدہ پالینا اور ہر مضرت سے بچ لینا۔ علامہ الوثی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک جامع لفظ میں ترجمہ کیا۔ مگر یہ جامع لفظ تشریح کا محتاج ہے۔ اتنا تو معلوم ہوا کہ فلاح ڈبل دو چیزوں کا مجموعہ ہے۔ ایک نفع اور دوم ضرر سے بچاؤ۔ یعنی فائدہ کی تحصیل اور مضرت سے بچ جانا۔ یہ دونوں تشریح کے محتاج ہیں۔ کہ انسانی زندگی کیلئے منافع اور مضرات کتنے اور کون کون سے ہیں۔ ان کی تشریح میں اگر پوری دنیا کی کتابیں لکھ دی جائیں تو مکمل نہیں ہوسکتی۔ اس لئے مختصر تشریح کرونگا۔

منافع۔ (1) انسانی زندگی ہے۔ (2) انسانی زندگی کی ضروریات۔ (3) انسانی زندگی کی جائزلذات۔ اب ضرورت اور

لذت میں فرق کرتا ہوں۔ پانی زندگی کی ضروریات میں سے ہے مگر شربت روح افزا لذات حیات میں سے ہے نہ کہ ضرردیات میں سے۔ یہ تین اصول حضرت علامہ الوثی رحمتہ اللہ علیہ کے فقرہ کیلئے میں نے تیار کئے اور یہ تینوں مندرجہ بالا ترتیب سے آئیں گے۔ دیکھو ہر انسان چاہتا ہے کہ میں زندہ رہوں اور موت نہ ہو۔ یہ انسان کی خواہش ہے۔ انسانی ضرورتوں کی بنیاد ایک عمدہ مکان ہے رہائش کیلئے۔ دوم مشروب یعنی پینے کی چیز۔ سوم کھانے کی چیز۔ چہارم ملبوس یعنی کپڑا وغیرہ۔ پنجم نکاح۔ یہ سب ضروریات میسر ہوں تو تب انسانی زندگی کی ضروریات میں فلاح ہے۔ اور یہ کہ لذات حیات کی زندگی مزہ دار ہو اور دوام لذت ہو نہ کہ منقطع ہو یہ انسان کی خواہش ہے اور اللہ تعالی نے دنیا میں لذت کا سامان بالکل محدود رکھا ہے۔ مثلاً سب سے بنیادی لذت کھانے کا مسئلہ ہے۔ یعنی ماکول۔ اسی کیلئے 16 برس تعلیم وغیرہ حاصل کرتے ہیں کہ اس تنخواہ سے لذات حاصل کرونگا اللہ تعالی نے عجیب انتظام کیا ہے کہ کھانا دستر خوان پر آیا تو اس وقت اسکی کوئی قیمت نہیں ہے جب تک ہاتھ میں ہے تو کوئی لذت نہیں پھر منہ میں رکھا تو لذت آئی اور جوں جوں نوالہ حلق سے اترا تو مزہ ختم۔ سولہ برس محنت کی مگر لذت صرف ایک منٹ یہ تو کوئی خواب و خیال تھا تو معلوم ہوگیا کہ دنیا کی تمام لذتوں میں دوام نہیں خواہ امریکہ اور

برطانیہ بھی کوشش کریں۔ تو اللہ کے بنائے ہوئے قاعدے کو کوئی نہیں بدل سکتا۔ لاتبدیل لخلق اللہ۔ پھر اللہ نے اور نظام رکھا ہے کہ لذت اور ملذ ذات یعنی لذت حاصل کرنے والی اشیاء دونوں کو دوام نہیں۔ مثلاً آم کے کھانے میں مزہ آتا ہے مگر وہ سارا سال نہیں۔ اللہ نے چاہا کہ انسان کو نامکمل لذت دوں تاکہ آخرت کی تیاری کرے۔ اور ایک خواہش یہ ہے کہ مزہ خالص ہو بے مزگی نہ ہو لیکن دنیا کے ہر مزہ سے بے مزگی لگی ہوئی ہے۔ بہت سے آدمیوں کو دیکھا ہے کہ میاں کھانا کھایا ہے ذرا طبیعت خراب ہوگئی ہے اس لئے دنیا کے مزہ کے ساتھ بدمزگی لازم ہے اور خود مزہ بھی بدمزگی سے ملا ہوا ہے۔ انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ ایسی زندگی ہو جسے دوام ہو اور ضروریات زندگی کو بھی دوام ہو۔ مگر ضروریات زندگی کو چونکہ دوام نہیں ہوتا تو اس لئے اس کی فراہمی دکھ بن جاتی ہے۔ کسی نے ایک بزرگ سے سوال کیا کہ انسان کے پاس مال زیادہ ہونا چاہیے یا کم۔ تو جواب دیا کہ تھوڑا غم ہو وہ اچھا ہے یا زیادہ؟ اس آدمی نے کہا غم تو تھوڑا اچھا ہے تو بزرگ نے فرمایا مال تو غم کا دوسرا نام ہے۔ تو اسلئے اللہ تعالی سے مال کم مانگو تاکہ خوشی نصیب ہو۔ جس کے گھر اولاد زیادہ تو بیماری بھی زیادہ۔ اسی طرح جس کے گھر مال زیادہ تو اس کے ہاں خطرہ بھی زیادہ۔ تو فلاح کی تشریح یہ ہوئی کہ انسان کی خواہش ہے کہ زندگی۔ ضروریات زندگی اور لذات

یہ دوامی ہوں اور موت جو زندگی کے خلاف ہے اسے انسان چاہتا ہے کہ یہ نہ ہو۔

اہمیت فلاح

معلوم ہو گیا کہ انسان کی تمنا و آرزو یہ ہے کہ فلاح ہو مضرت نہ ہو یہ ہے کل انسانوں کی آواز آغاز دنیا سے ختم دنیا تک یہ اہمیت فلاح ہوئی۔ تیسری چیز یہ ہے کہ دنیا میں کسی کو فلاح نصیب بھی ہوئی ہے کہ نہیں۔ تو جب ہم انسان کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو ایسا کوئی آدمی نہیں ملتا جس نے ہر فائدہ حاصل کیا ہو اور ہر مضرت سے بچا ہو یہ کسی کو نصیب نہیں۔ دیکھو آج کل امریکہ کے صدر جانسن کی زندگی ایک غریب گھسیارے سے بدتر ہے کہ جنگوں میں الجھا ہوا ہے اور ناکامیابی ہے۔ فتح نہیں وہ بے چین ہے اس کو فلاح نہیں۔ کیا وہ ہمیشہ زندہ رہے گا یا وہ لذات سے ہمیشہ فائدہ اٹھاتا رہے گا۔ آخر اس کی جوانی زائل ہو گی نہ۔ امریکہ کا جانسن اور روس کا کوسیجن یہ ہمیشہ زندہ بھی نہیں رہ سکتے اور ہمیشہ جوان بھی نہیں رہ سکتے۔ سٹالن نے ڈاکٹروں کا ایک بورڈ بنایا کہ ایسی دوائی بناؤ جس سے جوانی زائل نہ ہو۔ کافی رقم خرچ کی گئی دوائی تیار ہوئی تو سٹالن نے نوش کی تو کچھ عرصہ بعد مر گیا۔ میں یہ چیلنج کرتا ہوں کہ آج چاند پر جانے کے دعوے تو ہیں یہ کیوں نہیں

بناتے کہ دانت نہ گریں۔ بڑھاپا نہ آئے۔ ایک آدمی نے کہا کہ یورپ نے بڑی ترقی کی ہے کہ سمندروں میں دوڑتا ہے میں نے کہا کہ مچھلی تو ماسوا پٹرول اور مشینری کے ان سے زیادہ تعداد میں چل رہی ہے ہوا میں میرے خدا کے پرندے اڑتے ہیں۔ ایک صاحب کا خط آیا کہ یورپ کے چاند پر جانے سے لوگوں کے ایمان خراب ہورہے ہیں۔ میں نے کہا کہ یورپ کے خلائی سفر سے اسلام پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ بلکہ یونانی علم پر اثر پڑتا ہے جو علم الھیئت ہے۔ فقط بات یہ ہے کہ آج کل کچے اور پکے عالم کی قیمت ایک ہے اور بعد میں پکے عالم بھی پیدا نہ ہونگے۔ میاں جب پکی اور کچی اینٹ کی قیمت ایک ہو تو کون اینٹ پکائے گا۔ مختصر جواب عرض کرتا ہوں میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ فلسفہ یونان کی ایجاد ہے اور خلیفہ منصور نے خواہشاً طلب کر کے عربی میں ترجمہ کرایا جو آج تک ہماری مذہبی درسگاہوں میں پڑھایا چلا آرہا ہے۔ ہمارا قاعدہ یہ ہے کہ جہاں یونانی فلسفہ دین سے ٹکرایا وہیں ہم نے اسے قرآن و حدیث سے باطل کر دیا۔ مگر آج علما کرام اس چیز کو سمجھتے ہی نہیں۔ تو یونانی فلاسفروں کی رائے تھی کہ کل ستارے آسمانوں میں ہیں۔ سات ستارے سات آسمانوں میں ہیں اور وہ آٹھویں آسمان کے بھی قائل تھے۔ تو اس کو ہمیں اسلام نہیں سمجھنا چاہیئے۔ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ، امام فارابی رحمتہ اللہ علیہ، اور امام

رشد وغیرہ ان اسلامی فلاسفروں نے یونانی فلاسفروں کی بہت غلطیاں ثابت کی ہیں۔ قرآن کے سب سے بڑے مفسر حضرت عبداللہؓ ابن عباسؓ ہیں سورۃ طارق وغیرہ میں دیکھ لیں کہ کیا فرماتے ہیں ان کے لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تھی کہ یا اللہ عبداللہؓ ابن عباسؓ کو قرآن کا علم و فہم عطا کر۔ علامہ الوثی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ الکواکب قنادیل معلقتہ بین السماء والارض۔ کہ ستارے زمین اور آسمان کے درمیان نورانی تاروں سے لٹکے ہوئے ہیں۔ اور وہ تار فرشتوں کے ہاتھ میں ہے اور یہی قول اجل التابعین استاد ابی حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ عطاء ابی ابن رباح رحمتہ اللہ علیہ کا ہے ابھی تک روس اور امریکہ چاند سورج تک اترا ہی نہیں اگر اترے بھی سہی تو یورپ کے جدید علم الفلک میں ڈاکٹر ٹسٹل لکھتا ہے کہ خورد بین سے ستاروں کی تعداد 21 ارب معلوم ہوئی ہے اور جو نظر نہیں آتے وہ لامحدود ہیں۔

لایعلم جنود ربک الاھو تو ڈاکٹر ٹسٹل کے مطابق 21 ارب ہیں تو پہلے ایک پر پھر دوسرے پر جائیں گے رفتہ رفتہ سب ستاروں کو عبور کریں گے تو اس کے بعد ہم کہیں گے اب آسمان پر جا پہنچے۔ علامہ الوثی رحمتہ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اولیاء میں سب سے بڑا مقام ہے اس نے کہا کہ سب ستارے آسمان کے نیچے ہیں۔ عربی زبان میں فلک آسمان کو نہیں کہتے یہ لفظ فلکتہ

المنزل سے نکلا ہوا ہے جو چرخہ پر ہوتا ہے تو یہ ہر گز نہ سمجھو کہ جہاں فلک کا لفظ آئے اس سے مراد آسمان ہے فلک معنی ہے گول، چیز،، ثم الیقطع پھر اپنی زندگی کو خود کشی کرلو یہاں بسبب السماء سے تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ سماء سے مراد چھت ہے نہ کہ آسمان۔ وانزل من السماء ماءً بعض نے سمجھا کہ پانی آسمان سے ہے حالانکہ بالاتفاق یہ معنی مراد ہے کہ اوپر سے پانی بھیجا نہ کہ آسمان سے آیا۔ کل فی فلک یسبحون سورج، چاند، ستارے فلک میں گردش کرتے ہیں فلک کیا چیز ہے یہ ستاروں کی گردش کی جگہ ہے نہ کہ آسمان مراد ہے۔ حضرت عطاء ابن رباح رحمتہ اللہ علیہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے استاد فرماتے ہیں کہ فلک ستاروں کی جولان گاہ ہے نہ کہ آسمان۔